Digitized by Khilafat Library Rabwah.

(حقوق محفوظ ناشر ہیں)

(۱۴)

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر یکم لغایت چہارم — جلد چہاردہم ۱۴

ضمیمہ مضمین سائل مذہب محمدیہ اہل السنۃ

بابت ۱۳۱۰ھ ہجری مطابق ۱۸۹۲ء عیسوی

قیمت رسالہ وضمیمہ

یہ رسالہ عموماً سہ ماہی قیمت پر دیا جاتا ہے خواص (روسائے اہل اسلام) بنظر اعانت اس رسالہ کے لیتے ہیں بعض خواص جنکی آمدنی ۳۰۰ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہے ۵ روپیہ سالانہ دیتے ہیں جنکی آمدنی ۱۰۰ روپیہ سے زیادہ نہیں تین روپیہ جو دس روپیہ ہوار بھی آمدنی نہیں رکھتے اور اس رسالہ کی اشاعت کرنا نہیں ان کو رسالہ مفت دیا جاتا ہے ضمیمہ اگر رسالہ سے علیحدہ نکلتا ہے۔ اسکی عام قیمت تین روپیہ ہے

خاص ۔۔۔ سے ۔ رعایتی ۔۔۔ عہ ۔۔۔ ادنی ۔۔۔ ۱۲۰۰۰۰۰ ۔۔۔

اس دفعہ کی اشاعت میں تین جداگانہ مضمون لکھے ہیں۔

(۱)

جواب فیصلہ آسمانی

جو اس مجموعہ چار نمبروں میں ہے۔ جنکی قیمت حسب شرح دررسالہ بالا علیحدہ علیحدہ عہ ۔ عہ ۔ اور ۔ ہ لوگ خرید کر فی سبیل اللہ تقسیم کریں اون سے ۔ ۸ ۔ ر

(۲)

مباحثہ لدہانہ

جو تین نمبروں ۸ ۔ ۹ ۔ ۱۰ جلد ۱۳ میں چھپا ہے۔ اور اسکی قیمت حسب شرح دررسالہ بالا تین روپیہ چھ روپیہ ۳ ۔ ۶

(۳)

فتوی علمای پنجاب وہندوستان

بمقابلہ

مرزا غلام احمد ساکن قادیان

جو ۱۸ نمبروں میں اس رسالہ کے ۱۸ علم انتیا سے چھپا ہے

خریدار اس رسالہ کے حاجتمند وستان ذیل ہیں

اعلام عام

انجمن کی انجمنوں اور
سبھا سوسائٹیوں میں سے جن انجمنوں
نے رسالہ کی تعلیم بھی ادا نہیں
کیا ہے۔ ان سب میں سے
فرض کر کے ہر ایک ممبر کو
اول درجہ کا خریدار سمجھ کر
اشاعۃ السنۃ کا پرچہ جاری کیا ہے
مطابق ہیں ہر ایک کو
کہ ان سب میں فرض
ہوتی ہر ایک آخر میں

110

کادیانی کی فیصلہ آسمانی کا جواب

عقب

کادیانی کی فیصلہ آسمانی کی تردید

اور

اسکی مباہلانہ تصفیہ کے لیے ایک سادہ تجویز یا تقویم

کادیانی نے مباحثہ لودہانہ میں فاش شکست پائی اور ہمیں ہمکو ذلت شاتہ ہزیمت نصیب ہوئی جسکی کیفیت نمبر ۹ و ۱۰ اجر ۱۳ ہمیں چھپ چکی ہے۔ تو پہلے آپکو انتہا یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس مضمون کی دعوی کیا کہ میں پر مقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔ جسکا جواب انتہا یکم اگست ۱۸۹۱ء میں ہمکو دیا گیا کہ ہم آپ کے مناظرہ کیلیے بروقت حاضر و مستعد ہیں۔ لاہور میں کریں۔ خواہ شاہدرہ میں۔ اور اگر خاص سکرچک مولد شریف قادیان میں ہو تو نہایت مناسب ہے۔ تاکہ مقدمہ اصادق۔ دوغ گو را بخانہ باید رسانید پر بھی عمل ہو جائے۔ یہ جواب اسلیے دیا گیا تھا کہ چھاڑ اور بچھاڑ اہوا۔ نامنصفل ہو کر ہر مقابل ہو نا چاہیے۔ تو اسکا کیا علاج ہے تو یہ کہ سامنے بچھاڑ اور تماشائی نظر سے اسکے دعوی پر خاموش ہو رہیں اور اسکو لاف زنی کرنے دیں۔ اس جواب سے اسکے دانت کھٹے ہوتے اور اسکی چمک جھمک تو سر آپ ہی پہلی پہنچے۔ اور وہاں جا کر ایک شیخ وقت اور مسند العصر جناب حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہیں آپ پر سرم پیٹے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نااہلی کی نظر سے ہمیں مخاطب بنائیں گے۔ اور اب سید محمد حسین اتنی دور نہ آئیں گے۔ کیونکہ دہلی دور است۔ مثل مشہور ہے چلو اسیں کام ہوا اینگے نہ پیشگی اور میدان ہاتھ رہا۔ مگر یہ تسلی سو ایک نابینا کے کہنے سے اس نے ہمارے یہاں حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا مولوی عبدالحق صاحب مخلف تفسیر حقانی کا جو شیخ وقت کو مخاطب ہیں نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو لودھیانہ جہاں صوفی ہی انکی خدمت گذاری کو حاضر و مستعد ہو گئے پر یہ خادم قوم دہلی پہنچا اور اپنے شیخ و مشیخ الکل کی طرف مباحثہ کے لیے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو کادیانی نامنہاد مولوی صاحب صوف سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے۔ اور اسکو ضرورت ناچاری آڑ میں کھڑی کر کے (۱) صاحب پبلک کمشنر کی خاص اجازت پر بنام سوآدی (۲) جلسہ میں پریس فیصر موجود ہو۔ (۳) گفتگو یوں ہو کہ فریقین اپنی بات سے تحریر کر کے لوگوں کو سنا دیں۔ یہ نہو کہ سوال و جواب زبانی ہوں۔ اور دو منشی انکو لکھتے جائیں) ظاہر ہے تھے مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبدالحق صاحب مکان پر بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر و متمنی ہوئے کہ میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے حافظ احمد یار خانصاحب کو کہ دیا کہ لاؤ انکا نام بھی شتہار میں لکھوا دیا۔ میں تو غیر مقلدوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں آپ ہماری بھائی ہیں۔ اور ایسے اور ایسے مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ گرانسے

لہ یہ لاہور کے مناقشوں کادیانی کے چھپے حواریوں نے اس سوال کا جواب ہے کہ مولوی صاحب نے مناظرہ کو ایکطرفہ شکست دی ہے تو پھر انکے پیچھے کیوں پڑے ہیں گویا ہوئے کے پیچھے پڑنا اور مقابلہ کرنا پہلوانوں کا کام نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

کیفیت دعوت اشاعۃ السنہ

جون ۱۸۸۷ء سے مارچ ۱۸۹۲ء تک جو اشاعۃ السنہ کا کوئی پرچہ نہیں نکلا۔ تو کیا اس کو دیگر امور دینی نسبی فرض اور قوم کی خدمت کے ادا کرنے میں قاصر تصور کیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس عرصہ میں جو خدمت قلمی۔ قدیمی۔ ورثی اس نے کی ہے وہ اپنے زمانہ خدمت پچیس سال میں کبھی نہیں کی۔ جون ۱۸۹۱ء میں دو نمبر ۱ و ۲ جلد ۱۳ میں کیفیت گرز فرقہ کاذبانی اور اسکے کیفر خواہی حواری حکیم نور الدین جموی کی چھوٹ کر کے ہر حوالی ۱۸۹۱ء سے اس اسلام اسلامیان کے واسطے جماد شمن مقام قادیان اسلامی کو ہزیمت بخشی کن (کاذبانی) کے تعاقب میں رہا۔ اور جسکل بطائف الحیل جولائی ۱۸۹۱ء میں بمقام لودہانہ اسکو جا پکڑا۔ اور بارہ دن تک پیہم رکھا۔ اور ۱۲ جولائی کو ذلت کی شکست دیکر بھگا دیا۔ ہر ہندوستان ہیجکہ کے مقام پر مقالات اس نسبت ایک استفتاء مرتب کیا۔ اور ایک لمبا سفر اختیار کر کے مختلف بلاد ہندوستان علماء و فضلا کا تشریف لے جانے حسین سامل کیا۔ اور خواص و عوام ہندوستان پنجاب کو اس سے اور اپنی زبانی بیانات اور مواعظ کثیرہ سے اسکے مقابلہ پر اکا کر کے اس سے بچنے کی ہدایت کر دیا۔ پھر جب ۱۸۹۱ء میں کاذبانی نے دعوی نبوت کا اٹھایا۔ اور دنیا کی اکثر مقامات پر مجھ کو مخاطب کر کے کہا۔ نہ سمجھتے تھے اہل من مباہلہ کا منہ بند کیا۔ تو یہ خادم دین متین اسکو بھالا۔ اور بھگایا۔ پھر جب ۱۸۹۲ء میں سیالکوٹ پہنچا۔ تو وہاں اسکا پیچھا لیا۔ اور مباحثہ سے صاف صریح انکار کر کے بھگا دیا۔ ان واقعات کی مفصل کیفیت و مفاد قریب شہادات کے ذریعہ شائع ہو چکی ہے۔ اور کل اشاعۃ السنہ نمبر ہا دیگر نمبرون میں چھپ چکی ہے۔ اخبار دکانداری میں درج ہونے کا عرصہ اور صداہا رسالہ جو صرف و جسمین قوم کے صاحبوں (بجز معدودے چند اہل لاہور و لودہانہ جنہوں نے جزوی مدد بھیجی ہے) کسی ہر ایک نے نہیں لیا۔ اور اس کوشش اور روپیہ دادن (جو ۱۸۹۰ء کے اور چار ۱۸۹۲ء کے) ہی لیکر صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہے۔ اس صورت میں کوئی منصف اللہ شناس اسکو غیر حاضر کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اس مالی و جانی خدمات میں انعام پانے کا مستحق ہے اور نہیں تو صاحبوں نے لکھا جی بقایا چندہ بابت ۱۸۹۰ء و ۱۸۹۱ء و چار ماہ ۱۸۹۲ء ہی بالطف تقاضا ادا کریں۔ اور غیرت و غیرت و اسلامی حمیت کو کام میں لانے کے لیے بیس لین کر انکے چھپی دشمن اور عقائد اسلام کو ہزین کاذبانی کے رسائل کفریہ خصوصاً انکے ادارہ کے طبع و اشاعت کے لیے اپنے دام افتادہ اہل دعوت نے صدہا روپیہ اکٹھا کر دیئے۔ اور ایک ایک نے دس دس بیس بیس پچاس پچاس روپیہ رسالے خرید کر لوگوں میں مفت تقسیم کئے۔ آپ لوگوں میں معمولی پرچہ کے علاوہ دو چار چار نسخے خرید کر مفت تقسیم کرنے کی ہمت و توفیق ہو تو اس پرچہ کی قیمت بلیغ خاطر و بلا مطالبہ ارسال کر دیں۔ امید کہ اخوان دین انصار سنت سید المرسلین اس کو ذکر کی طرف توجہ کریں گے۔ اور کسی نہ کسی وجہ سے اسکی معاونت سے دریغ روا نہ رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہو گانا اچھا ہوتا ہے۔ اور انکو جواب دیا کہ تم بند ہیشہ سے انکار کرتے ہو پھر بھی دوستانہ ملتے جاتے ہیں گے۔ اسکے بعد ان نے ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور اس میں مولوی عبدالحق سے گفتگو کرنے سے انکار کیا اور صرف حضرت شیخ اکمل سے مباحثہ کا دعوی قائم رکھا مگر بڑی چستی سے انکے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا۔ جسکی وجہ ہماری یہ ایک گفت علمی اور تدبیر عقلی تھی۔ جو آپکے ایک سادہ لوح حواری کے ذریعہ سے عمل میں آئی تھی۔ اس اشتہار میں اپنے یہ مضمون لکھا۔ اس عاجز نے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عدم الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ مولوی صاحب ایک گوشہ گزین آدمی ہیں۔ اور ایسے مجلسوں سے جن میں عوام کے نفاق شقاق کا اندیشہ ہے۔ بلحاظ کار دین۔ اور دینی کام خبر ہیں آزاد ہیں مخمول ہیں اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے بعید ہیں۔ کیونکہ گوشہ گزین ہیں۔ کلام سے سیل ملاقات نہیں کرتے اور بباعث اس وضع صفت کے ایسی اتفاقوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد صاحب جونپوری اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی عبدالواحد صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور مولوی عبدالجبار صاحب عمر پوری اور مولوی عبدالحق صاحب حقانی اور مولوی عبدالحق صاحب بنارسی اور مولوی عبدالحق صاحب بٹالوی اور مولوی عبدالحق صاحب لکھوکے والے اور مولوی عبدالحق صاحب لدھیانوی اور مولوی عبدالحق صاحب ملتانی اور مولوی عبدالحق صاحب ہوشیارپوری اور مولوی عبدالحق صاحب ہزاروی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیروی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ غازیخانی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خانی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ دینی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ نانکی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ بابا نانکی اور مولوی عبدالحق صاحب ڈیرہ بابا دین

+ شان سرے یہ بساط اور اہل حق سے ہمسری + لوکہان یہ اور جناب شیخ عالم دین پناہ + "

اس تحریر مین جو یہ ذکر ہوا ہے۔ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہین۔ تو مولانا صاحب اور انکے تلامذہ طیار ہین۔ اسپر حاشیہ مین یہ لکہا ہے "مولوی عبد المجید صاحب تو وہان موجود ہی تھے۔ نواب سید سلطان مرزا۔ اور صاحب نے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کا بھی ہاتھ پکڑکر آگے کیا کہ لیجیے اسی مسئلہ مین گفتگو کیجیے۔ مرزا صاحب نے انکار کیا" ہم اسکی اس قدر تشریح کرنا چاہتے ہین۔ کہ نواب سید سلطان مرزا صاحب میانصاحب کے پاس آئے اور عجز و انکسار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لیے میرے ساتھ بھیجدین۔ اور پھر حسب الحکم حضرت شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ مین ہاتھ لیکر قادیانی کی مجلس مین پہونچے۔ اور آواز بلند فرمانے لگے۔ کہ مرزا صاحب آپکو مناظرہ کا دعوے ہے۔ تو لیجیے یہ مولوی صاحب حاضر ہین۔ انسے مباحثہ کرین۔ قادیانی کہان تھے۔ کہ بولتے اور مباحثہ کیطرف رجوع کرتے۔ وہ خاکسار کی صورت دیکھتے ہی سرد ہو گئے۔ اور بھی زرد پڑ گئے۔ اور مباحثہ سے انکار کر گئے۔ اس انکار کا آپ کے حواری نے بسیار کردہ گرٹ مطبوعہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۰۱ء مین بایں الفاظ اقرار کیا ہے۔ کہ بٹالوی صاحب آئے۔ کہ اس مسئلہ (وفات مسیح) پر بحث مین کرتا ہون۔ مجھے صاف کہدیا کہ اسوقت آپ غالب نہین ہین شیخ الکل صاحب سے بحث کرین۔ چنانچہ وہ اپنا سا منہ لیکر واپس چلے گئے۔

اس ہزیمت و شکست فاش کے بعد آپنے مولوی محمد بشیر صاحب سے جو سب سے بڑے کادیانی بھوپال سے مباحثہ کے لیے آئے تھے گفتگو کی ٹھہرائی۔ تو آپنے خط ۱۱۔ اکتوبر مین انسے یہ سند کر لی۔ کہ اس جلسہ مین ابو سعید محمد حسین اور مولوی عبد المجید شامل نہون۔ پھر چند روز انسے گفتگو کرکے اسکا نام چھوڑا اور رات کے تین بجے پنجاب کا قصد کیا۔ اثنا راہ مین پٹیالہ جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہان مولوی محمد اسحاق صاحب پروفیسر اورینٹل کالج نے آپکو جا پکڑا۔ اور خوب رگڑا اور رگیدا۔ جسکی مفصل کیفیت لدہانہ مین چھپکر شائع ہو چکی ہے پھر لودہانہ مین آپکا ورود ہوا۔ تو وہان میر عباس علیصاحب نے جو آپکے سب سے پہلے حواری تھے آپکو سخت ملزم کیا۔ اور مختصر گفتگو کرکے لاجواب کر دیا۔ جسکی مفصل کیفیت مطبع نکبہ اقبال لدہانہ مین چھپکر شائع ہو چکی ہے یہ متعدد شکستین اور ہزیمتین پاکر آپ افسردہ و پژمردہ ہوکر قادیان مین پہونچے۔ تو یہان سے طرف سے نصرت و فتح اور سلامت آپہ پر بلند ہونے لگا۔ اور انکی ہزیمت و شکست کا شہرہ عام ہو گیا۔ اور اس سے آپ پر ہموم و انکار کا غلبہ ہوا۔ تو اس غم کو غلط کرنے اور اس شہرت و بدنامی کو نیکنامیون کی نظر مین کم کرنے کی غرض سے آپنے یہ آسمانی فیصلہ لکھ مارا۔ جسمین کوئی نئی بات نہین ہے صرف وہی پرانی باتین ہین۔ جو شروع زمانہ دعوے الہام سے آپ کہتے چلے آتے ہین۔ فرق ہے تو اتنا ہے کہ انکا پیرایہ بدلا گیا ہے۔ اس فیصلہ کے قبل از

نوٹ۔ اس بحث سے پہلے یہ شرط طہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین مین سے ترک بحث کریگا۔ اسکا ہار جانا سمجھا جاویگا۔ آپنے بحث کو ناتمام چھوڑا تو بالضرور آپ ہی ہار گئے۔

(۱۱۱)

اس خط کے پہونچنے پر اپنے شہتہار ۔ اکتوبر کے عہد و اقرار کو توڑ دیا۔ اور فاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور اسی بات پر اصرار اختیار کیا۔ کہ میں خاص مولوی نذیر حسین صاحب سے گفتگو کروں گا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے۔ ان وہ مولوی سعید نذیر حسین صاحب کے مددگار رہیں۔ انکو لکھنے میں مدد دیں یا کوئی بھولی بات یاد دلا دیں۔ تو مضائقہ نہیں۔ اور اس اصرار کے پورا ہونے کی شرائط جلسہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر ہونا منظور کیا۔ جناب حضرت شیخ الکل نے اس کے اس اصرار کو منظور کر لیا۔ اور جب قرار داد ۱۰۔ تاریخ کو چاندنی محل میں پہونچکر منظوری شرائط و اصرار کا بیانی کی تصدیق چاہی کہ اس نے خط کے پہونچنے پر کادیانی نے اپنے اس اقرار کو بھی توڑا۔ اور جلسہ میں آنے سے صاف انکار کیا۔ اور اس مضمون کا خط لکھا۔ جو نکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کش مکش حرام کا مدت سے پڑا ہوا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے۔ کہ میں خیر خواہی کے طور سے کہتا ہوں۔ کہ غلام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ جو یز قرار پائی ہے۔ کہ غلام قادر صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں۔ تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔ پھر جلسہ برخاست ہوا۔ اور کسی نا معلوم شخص علی نے جان لیا۔ کہ کادیانی کو مباحثہ منظور نہیں ہے اور وہ صرف حیلہ و بہانہ سے مباحثہ کو ٹالتا ہے۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت شہتہار ۱۰۔ اکتوبر میں مشتہر ہو چکی۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ حضرت شیخ الکل نے کادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اسکے شبہات کو دور کرنا چاہا۔ یکم ربیع الاول مطابق ۵۔ اکتوبر کو ایک خط اس مضمون کا اسکے پاس بھیجدیا۔ کہ آپ بے تکلف میرے مکان پر آجائیں۔ اور اپنے شکوک کا اظہار کریں۔ اس خط کے جواب میں بھی اس نے انکار کیا۔ اور یہ بہانہ کیا کہ مرد ہونے کی خبر کو اڑا دیا۔ حضرت شیخ الکل اس فاکسار کے علاوہ بہت سے علماء دہلی نے کادیانی کو بہانہ کی طرف بلایا۔ اور اس کی جملہ شرائط کو منظور کر کے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔ ان جملہ ایک مولوی عبد المجید صاحب واعظ دہلی ہیں۔ جنہوں نے کئی شہتہار دیکر کادیانی کو مدعو کیا۔ اور اسکے ثبوت دعوے پر ایک ہزار روپیہ انعام بھی دینا منظور کیا۔ ان جملہ ایک مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسہ قرآن ہیں۔ جنہوں نے منظوری جملہ شرائط کادیانی اپنے مدرسہ میں اسکو بلایا۔ ان جملہ مولوی محمد و علی نائب صاحب ہیں جنہوں نے ۱۰۔ اکتوبر کو منظوری جملہ شرائط مسجد لتھیری میں کادیانی سے مباحثہ کا شہتہار دیا۔ ان جملہ مولوی عبد المجید صاحب ہیں جنہوں نے کادیانی کے مقدمات کا اپنے شہتہار ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں یوں توڑا۔ کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھکر گفتگو کریں۔ میں اسکے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھکر گفتگو کروں گا۔ درمیان میں فاصلہ حائل رہیگا۔ اور کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا۔ اور اسی قسم کے اور شہتہارات آپکے مقابلہ میں نکلے جنکی تعداد چودہ سے زیادہ ہے۔ مگر آپ کسی شخص سے مباحثہ اور مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا۔ اور اپنے گھر سے جسکے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بیٹھا۔ کھا تھا۔ قدم باہر نہ رکھا۔

کادیانی کے اس گریز اور فرار نے چاندنی محل کے جلسہ میں آنے سے انکار کا تمام شہر دہلی بلکہ تمام ہندوستان و پنجاب میں چرچہ ہو گیا۔ اور بجائے اس دعوائی کے مسیحائی کا دھبہ آپ پر لگ گیا۔ تو آپنے اس دھبہ کو مٹانے کے

یہ یہ تجویز نکالی کہ مطبع ہو سکے ایک مجمع عام میں حضرت شیخ الکل سے ایکدفعہ آمنا سامنا ہو جائے۔ گو اسکا کچھ بھی نتیجہ ہو۔ چنانچہ آپنے ۱۰ اکتوبر کو ایک اشتہار نکالا جسمین دو ۲ دن (پہلے دو جن) سے زائد حضرت شیخ الکل کو گالیان دین۔ پھر اسکے اخیر مین یہ فریب کا ہوا مضمون درج کردیا کہ اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر بتلاتے ہین تو مجمع عام مین میرے سیالت دلائل سے جھوٹا ہونے پر قسم کھائین"۔ حضرت شیخ الکل و خاکسار اور بعض احباب نے بھی اس کاروائی کی اس غرض کو سمجھ لیا تھا اور اسکو مجلس عام مین حاضر ہونے اور اس سیاہی کے دھبہ کو آکرنے کا موقعہ دینا پسند نہ کرتے تھے اور یقینا جانتے تھے کہ وہ اپنے اوپر قائم ہیگا نہ بھاگ کریگا۔ اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا۔ اسی نظر سے اسکے اشتہار ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۸۷ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام کے نام مین بیساختہ کاروائی اس گویٔی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل سے خطاب کی لائق نہین رہا۔ ان خاکسار اور حضرت شیخ کے دیگر خادمون سے جسکو وہ پسند کرے اس سے گفتگو کرلے۔ اگر بھاگ نہ گیا تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید صاحب سے۔ یہ اعلام ۱۰ صفحہ پر ہے ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۷ء عیسوی کو چھپکر شائع ہوا۔ مگر عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد دہلی مین جانے پر مجبور کیا۔ جب حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد مین پہنچکر نواب لطیف خان صاحب ہمارے رئیس اعظم و مولوی عبدالمجید صاحب اور میر بشارت حسین صاحب کو آل شریک وساطت سے کاروائی کا پیغام بھیجا کہ مین آپکے مقابلہ و مباحثہ کے غلط اور خلاف ہونیپر قسم کھانے کو تیار ہون۔ ہمارے سامنے آؤ۔ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔ تو کاروائی نے اس سے صاف انکار کیا۔ مباحثہ کیطرف بلایا گیا تو اس سے بھی گریز اختیار کیا۔ اسکی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۸۷ء محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کیجاتی ہے اسکے صفحہ ۲ مین ہے۔

بعد ادائے تمام فریضہ جناب مولوی عبدالمجید صاحب و سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر پولس و جناب نواب سعیدالدین احمد خان صاحب ہمارے جناب مولانا صاحب سجادہ نشین صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اور جناب مولانا صاحب آپکے مکان پر تشریف لے چلین تو ہم لوگ بھی وہین آکر جمع ہونگے۔ مولانا صاحب نے یہ عذر کیا کہ ہمارے دوست احباب جمع ہیں ہم انکو چھوڑ کر نہین جاسکتے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ یہان تشریف لائین تو ہم بھی آپکے ساتھ چلنے کو تیار ہین۔ مولانا صاحب نے فرمای

کہ تم کو یہ بات منظور ہے یا نہیں۔

مرزا صاحب ہم صرف حیات و ممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

مولویصاحب اس مسئلہ حیات و ممات کا بھی اور آپ کے کل عقائد کا بھی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب تک بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں مرزا صاحب کو مسیحائی کا حق۔ آپ اسکا کچھ ثبوت دیں تب ہم فیصلہ کریں گے۔

صاحبھا درد نواب صاحب و جناب محمد اکرام اللہ خانصاحب جسٹس و بیرسٹر ایٹ لا و سید سلطان مرزا صاحب ڈپٹی کمشنر پنشن و تمام حضرات حاضرین و ناظرین جلسہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیے مرزا صاحب جو مولی ہو۔

مولوی صاحب پہلے کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔

حواریین مرزا صاحب۔ پہلے آپکے ساتھ ہے۔

صاحب بھادر (مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر) آپ یہ موجود ہیں یا نہیں اگر ہیں تو ثبوت دیں ورنہ کہہ دیں کہ مسیح مر گئے تو حالات میں سب لوگ برابر ہیں آپ کو کیا زیادہ حق ہے۔ کہ سمجھا جائے۔ بہرحال آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے مرزا صاحب کے اس سے کچھ جواب نہ آیا۔

مولویصاحب (آواز دیکر) صاحبو خاموش ہم ہر مسلمین گفتگو کے لیے تیار ہیں۔ آپ کے پاس اگر کوئی ثبوت ہو تو دیجئے بہت بلند آواز سے ہاں ثبوت ہے تو لائیے کہاں ہے کہاں ہے۔

غلام قادر صاحب (مرزا صاحب سے مخاطب ہو کر) دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ **صاحبھا** در (سنکر) خواجہ **محمد یوسف** صاحب وکیل علیگڈھ جناب مرزا صاحب آپ صاحب سے مخاطب ہو کر حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا ہے کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے۔

مولوی صاحب۔ اگر توبہ کرے بھلا بھائی ہے۔

خواجہ صاحب۔ میں ابھی آپ سے توبہ لکھوائے لیتا ہوں۔ وہ لکھدیگے کہ یہ قرآن و حدیث کے خلاف میں لکھا ہے۔ وہ مردود ہے۔ اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی صاحب۔ اگر و بشرطیکہ کسی غلطی کے ایسا کہیں۔ تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔

مرزا صاحب تو یہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ وہ لکھوانا چاہتے تھے۔ اور لکھوا کے ثبت ہمارے میں شائع کر چکے تھے۔

مولویصاحب یہ تو مرزا صاحب پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔ لکھنا تو یہ چاہیے کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام دیئے تھے ازالہ اوہام حقیقت الوحی تریاق القلوب وغیرہ۔ ازالہ اوہام میں لکھے ہیں اُنسے توبہ کرتا ہوں۔

خواجہ صاحب۔ مرزا صاحب کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر جینے کا فرق ہے۔

مولوی صاحب۔ اچھا مرزا صاحب ہمیں گفتگو اس میں ہے کہ آپکے عقائد خلاف قرآن و حدیث ہیں یا نہیں ہم ابھی انکی کتابیں پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب۔ ہم گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ۔ یہ جلسہ اسلیے ہوا ہے۔ کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب تسلیم کریں۔ یا بخلاف انکا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کریں۔ تو آپ توبہ کریں۔

مرزا صاحب ہم صرف آیات و احادیث سے ہی تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔ اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ۔ یہ بحث تحریر کے لیے منعقد نہیں ہوا یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہو سکتے ہیں جب آپ ثبوت زبانی نہیں بیان کرتے۔ تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیئے۔ آخر میں جناب نواب سعید الدین احمد خانصاحب اراکین جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کہ نہیں تو مرزا صاحب صرف حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل پیش کریں۔

مرزا صاحب۔ ہم صرف مولانا صاحب سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں۔

اراکین جلسہ۔ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور انکے علاوہ دیگر ہیں مخالف مفسدہ و تقریر ان کے لیے یہ جلسہ نہیں ہے۔

خواجہ صاحب (چپکے سے مرزا صاحب کے کان میں) میں مرزا صاحب کی ایک تحریر سنانا چاہتا ہوں۔

مولوی صاحب۔ آپ اس بات کا جواب نہیں رکھتے۔

خواجہ صاحب (کڑک کر) آپ زبانی میں نہیں سناؤں گا۔

مولوی صاحب۔ آپ سنائیں ہم ہر جملہ کا رد کریں گے۔

صاحب بہادر۔ (خواجہ صاحب کو روکر) آپ نہیں سنا سکتے پھر صاحب بہادر نے مولوی عبد المجید صاحب سے مخاطب ہو کر کہا آپ لوگوں سے پکار کر کہدیں کہ خصت سب لوگ جاؤ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔

مولوی صاحب۔ صاحب جلسہ برخاست۔ مرزا صاحب نے دعوے کا ثبوت نہیں بیان کرتے۔

صاحب بہادر۔ مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہدیجئے کہ جلسہ برخاست۔

مولوی صاحب۔ (انسپکٹر صاحب نے جناب مولانا صاحب کے پاس آکر یہی کہدیا کہ جلسہ برخاست مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ اسکے بعد صاحب بہادر و انسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لیجیے آپ بیٹھنا بیکار ہے مرزا صاحب اسکو یہ سنکر بہت سے ارکین جلسہ کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ صاحب بہادر نے مرزا صاحب کو پولیس مینوں کی حفاظت میں انکی گاڑی تک پہونچا دیا۔ جامع مسجد سے گاڑی تک جس ہیئت و شان سے مرزا صاحب پہنچے اسکا نقشہ ناظرین میں آپکو دکھلایا۔ مرزا صاحب کی اسوقت عجیب قابل دید کیفیت تھی۔ خدا جانے اس تحریر سے آپ اندازہ کریں۔ شعر عجائب جال سے خام تر استانہ آتا ہے ہوا آتا نہ سر پر جھوستا استانہ آتا ہے

مرزا صاحب کے چہرے پر بلدی کنڈی ہوئی تھی۔ ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ نرم سے سرگوں۔ عرق میں غرق۔ تمام اعضا میں رعشہ۔ ہزار پا فرق پر رکھتے کھین تھے پڑتا۔ کھین تھا وہ طرف ہوا میں ہاتھ لگائے ہوئے آگے آگے سیٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب اور انسپکٹر صاحب پولیس چاروں طرف پولس مینوں کا ایک حلقہ۔ تو یہ ہے دین کا شائق مدعی اور ہر شخص کی زبان پر مرزا صاحب کے مناسب حال یہ قول تھا کہ اس بستی پر بھی اس طرح کی پھٹکار ہو کیا یہی تھی طمطراق اور ادعائے بستگاہ

اشتہار سنانے کے لیے آپنے قادیان مین جلسہ کیا۔ اور اسمین اپنے مخلص خلیفون کو جنمین اکثر کہ میڈیا تیزارہ حکیم نورالدین جمونی وین بلایا۔ اور وہ فیصلہ پڑہ سنایا۔ اور اُسکے ذریعہ سے بہت سا روپیہ بہی وصول کیا۔ اور کچہ غم غلط ہوا۔

افسوس۔ حاضرین جلسہ مذکورین بالا سے ایک شخص بہی ایسا نکلا جسنے یہ سمجہا ہو۔ کہ اس فیصلہ مین کوئی نئی بات نہین ہے۔ وہی پرانی باتین ہین۔ جو مدت سے لکہی جاتی ہین۔ بلکہ سب نے کادیانی کے سحر زدم کی نگاہ سے مفتون ہوکر اس فیصلہ کو ایک نیا نمونہ سمجہ لیا۔ اور اسکو شائع کرنے کا مشورہ دیا۔ اس فیصلہ کا جو حال مخ ناظرین کو اسکے جواب پڑہنے سے معلوم ہوگا۔

اہتمام مین دو باتین اور اسکے متعلق کہنی ضروری ہین اول یہ کہ اس فیصلہ مین پہلے مباحثات مین کادیانی نے اپنی فیرندی و تہمندی ظاہر کرکے آیندہ مباحثہ کرنے کا بہی دعوی کیا تہا۔ فیصلہ مین تو صرف تہیز الکل کا نام درج کیا۔ مگر زبانی جلسہ فیصلہ مین اور اس سے آگے پیچہے خاکسار کا نام لیا۔ اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔ بہمات کو کہلے دہوکا اور اسکے اطراف موضع سیکہوان نے بیان کیا ہے۔ جیسے لاہور وامرتسر وغیرہ شہرون مین یہ چرچا پہیل گیا۔ کہ کادیانی صاحب اب لاہور مین آوین گے۔ اور مباحثہ کرین گے۔ یہ چرچا سنکر یہ خاکسار جو کادیانی کے مناظرہ کرنے کا عادی اور کمال درجہ کا شائق ہے۔ اپنے دہن بٹالہ سے لاہور آ پہنچا۔ اور مباحثہ کے لیے مستعد ہو بیٹہا۔ خدا خدا کرکے کادیانی صاحب اوائل فروری مین لاہور تشریف لائے۔ اور منشی میران بخش صاحب ریٹائرڈ پنسل کنٹریکٹر کی کوٹہی مین فروکش ہوئے۔ انکے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ پہنچا۔ تو آپ نے اور آپکے حواریون نے انکار کیا۔ مگر آپ کی اس بہادری کو دیکہو کہ اس انکار پر بہی آپنے دوسری مجلسون مین دعوے مباحثہ نہ چہوڑا۔ جیسے ایک نوٹس مباحثہ خاکسار کا دہونے نہ پہوڑا۔ تو وہان نوٹس نمبر ۲۔ آپکے نام ۱۷۔ فروری کو بہیجکر، ۔ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا۔ تو یہ خاکسار حسب درخواست روسا سکنائے سیالکوٹ وہان پہونچا۔ نوٹس کے پہونچنے کے دن سے آپکو یہ الہام ہو چکا تہا۔ کہ آپ سیالکوٹ سے کوہ کرنا ناممکن ہے۔ خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہوگیا۔ اور آپنے رات کی ٹرین مین وہان سے کوچ کیا۔ روانگی سے پیشتر معزز اشخاص کا ڈیپوٹیشن جنمین غلام حیدر خان صاحب سبزہ زار ضلع کا نام اسوقت یاد ہی ان کے پاس پہنچا اور انہون نے کادیانی صاحب کو مباحثہ کے لیے بہت کہا۔ مگر انہون نے اس عذر سے انکار کیا۔ کہ ابو سعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہین۔ اور مجہے گالیان دیتے ہین۔ مین انسے بحث نہین کرتا۔

ہرچند لوگون نے اس **عذر** کا یہ **جواب** دیا کہ آپکی تکفیر کا فتوے جو لکھا گیا ہے۔ اسمین مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے اپنی خاص **رائے** کو درج نہین کیا۔ اور وہ فتوے ہنوز عام مین مشتہر نہین ہوا۔ اور جن گالیون کا آپ اندیشہ کرتے ہین انکا مجلس مناظرہ مین صدور ہو تو اسپر فی گالی سو روپیہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہین۔ مگر پھر بھی انہون نے **مباحثہ** منظور نکیا۔ ملک **قطب الدین** خانصاحب بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے **لوکل حکام** سے **اجازت** لیکر **مباحثہ** کی یہ **تجویز** نکالی تھی۔ کہ فریقین جدا جدا بیٹھین۔ اور اپنا سوال وجواب بذریعہ تحریر پیش کرین۔ جسکا مناسب مطابق مطلوب ہونا۔ ایک وکیلون کی جماعت دیکھے۔ اور درصورت غیر مطابقت راقم کو واپس دے۔ اور اسکو الزام یافتہ قرار دے۔ اور اس **تجویز** سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے **کادیانی** نے بھی **رضامندی** ظاہر کی تھی۔ مگر وہ اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہون نے رضامندی سے انکار کیا۔ اور بوریا بدھنا اوٹھایا۔ اور کوچ بولا۔ ایک **سبب** جلد **کوچ** کرنے کا کادیانی نے یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین **خراب** ہو رہی ہے۔ مگر **جب** آپنے کوچ کیا۔ تو **کپورتھلہ** کا راستہ لیا۔ جہان انکی کوئی زمین نہین ہے وہان بھی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بدعا نامہ جسمین کپورتھلہ پہنچکر آپ سے مباحثہ کرنے کا دعوی کیا گیا ہے۔ آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہان ادہر سے یہ اشتہار پہنچ گیا۔ اور ادہر علماے کپورتھلہ۔ اور اسکے قرب وجوار مولوی نظام الدین صاحب ومولوی عبدالقادر صاحب وغیرہ نے آپکو جا پکڑا۔ جسکی کیفیت اشتہار کپورتھلہ مین چھپکر شائع ہوئی ہے۔ تو آپنے معمولی راستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ **جالندھر** کا قصد کیا۔ جالندھر کے بعض احباب نے کادیانی کے مقابلہ کے لیے خاکسار کو بلایا۔ تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب کادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا۔ مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر **فتح الدین** خانصاحب وحاجی **بدرالدین** صاحب اس **مضمون** کا پہنچا کہ وہ آپکے ساتھ گفتگو کرنے سے صاف **انکار** کرتا ہے اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہرون مین زبان زد عامہ خلائق ہے۔ کہ کادیانی کو مولوی ابو سعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے۔ اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کر سکتے ہین کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی مین اسکا دعوے مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے۔ اور حقیقت مین اوسکو مباحثہ منظور نہین۔

دوسرے ایک بات اسمقام لائق اطلاع عامہ ناظرین یہ ہے۔ کہ مباحثہ مین اسنے پہلے دن سے یہ شرط قائم کر رکھی ہے۔ کہ مباحثہ تحریری ہو۔ نہ تقریری۔ اور تحریر بھی اس طرز سے۔ کہ آپ جو جی مین آوے اور جسقدر جی چاہے۔ اور جتنے وقت مین ہو لکھتے جاوین کوئی اس سے مزاحمت نکرے۔ اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اوسپر کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے۔ اور اس مجلس مین کوئی مصنف بھی نہو۔ جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پرچے بھی محدود ہون اور مباحثہ کا

بند کرنا آپ ہی کے اختیار سے ہو۔ اس شرط سے کس و ناکس بشرطیکہ عقل انسانی کا کوئی حصہ رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس شرط سے آپکا مقصود صرف یہ ہے۔ کہ آپ جو چاہین لایعنی اور فضول باتین کہتے جائین۔ اور فریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آکر مباحثہ ترک کرے۔ اور اس مجلس مین آپکا نام ہو جاوے۔ کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اور اتنی دیر تک بولتے رہے۔ اور باوجود عدم مداخلت علوم رسمیہ کئی دن تک فلان عالم سے مباحثہ کرتے رہے اور اس سے آپ کی شہرت ہو۔ یہ مقصود آپکا ہرگز نہین۔ کہ کسی مسئلہ مین حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگون کو نفع پہونچے۔

ایک شرط آپنے مباحثہ لودہانہ مین زک اٹھاکر یہ قائم کر رکھی ہے۔ کہ مبحث مقصود سے پہلے تمہیدی امور اصول موضوعہ پیش نہون۔ جس سے آپکا مقصود یہ ہے۔ کہ آپ کی فضول گوئی و آزادی کو کوئی مانع نہو جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہین۔ دلیل مانین جسکو نچاہین اسکو دلیل ہونے سے خارج کرین اور جس آیت اور حدیث کے جو معنے چاہین اختیار کرین۔ جس معنے کو چاہین رد کرین۔ ماضی سے مضارع مراد لین اور مضارع سے ماضی۔ حقیقت کو مجاز ٹھہراوین اور مجاز کو حقیقت و علی ہذا القیاس۔

بناءً علیہ طالب حق کو بغرض و امید احقاق حق آپ سے مناظرہ کرنا عبث اور محض فضول ہے۔ کوئی انسے مباحثہ کرنا چاہے تو اسکو یہ امید قطع کرکے صرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے۔ کہ وہ اسکو ملزم کرے اور اسکے علم و دیانت و حق طلبی کی قلعی کھولے۔ اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اسکے تعاقب مین ہے اور اپنے دوسرے اسلامی بہائیون کو بنظر خیر خواہی کہنا مناسب سمجھتا ہے۔ کہ اس خدمت کو اسی عاجز کی سپرد کردین۔ اور خود اس سے سبکدوش ہو رہین۔ خاکسار اسکے الزام اور افحام کے طریق و انداز سے بخوبی واقف ہو چکا ہے اسلیے وہ اپنے سب بہائیون کیطرف کافی ہے۔

یہ دعوے مباحثہ کے متعلق واجب الغرض امور تھے جو بیان کئے گئے۔ اور فیصلہ آسمانی کا شان نزول بتایا گیا۔ اس فیصلہ کا اصل حال اسکے جواب سے بخوبی ظاہر ہوگا انشاء اللہ تعالے۔

تمہید ختم ہوئی اب جواب فیصلہ آسمانی پڑھو۔

اسکی آسان تجویز بالتقویم بیان کیجاتی ہے۔ **خلاصہ** فیصلہ کادیانی یہ ہے کہ مومن کا فر کا امتحان بحکم قرآن چار علامتوں سے ہوتا ہے۔ **اول** بشارات سے۔ یعنی مومن کو اسکی مرادات اور اسکے دوستوں کے مطلوبات قبل از وقوع بتائے جاتے ہیں۔ **دوم** اطلاع مغیبات یعنے مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دیجاتی ہے۔

سوم۔ قبولیت دعوات یعنے مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم کشف عجائبات قرآن یعنے مومن کو قرآن کے ایسے عجائبات معارف و قائق سوجھائے جاتے ہیں جو پہلے کسی مسلمان مفسر صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں۔ اور کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان نہ ہوئے ہوں۔

ان چہارگانہ علامات ایمان و آلات امتحان میں کادیانی نے ازراہ دوراندیشی ایک **قید و استثنا** بھی لگادی اور یہ بات کہہ کر کہدی ہے کہ یہ علامات اکثری ہیں کلی نہیں ہیں اور بعض اوقات یہ علامات مومن میں پائی نہیں جاتی بلکہ اسکے مقابل کافر میں پائی جاتی ہیں۔ بعض بشارتیں مومن کو نہیں ملتی۔ کافر کو ملجاتی ہیں۔ بعض واقعات آیندہ مومن پر نہیں کھلتی کافر پر کھلتی ہیں۔ بعض دعائیں مومن کی اسوجہ سے کہ تقدیر مبرم میں انکی عدم قبولیت لکھی گئی ہے قبول نہیں ہوتیں کافر کی ہوجاتی ہیں۔ بعض اوقات مومن پر قرآن کے عجائبات نہیں کھلتے۔

یہ قید و استثنا راپنے اس غرض سے لگائی ہے کہ جن بے شمار اشخاص کے لیے آپ دعائیں کرچکے اور ان کے عوض میں ان سے ہزارہا روپیہ لیکر ہضم کرگئے ہیں۔ چنانچہ فتح الاسلام کے صفحہ ۹ میں اس امر کے اقراری ہوئے ہیں اور ابتک وہ لوگ مطلب کو نہیں پہنچے اور آپ کی دعاؤں سے فائدہ نہیں پائے وہ اس قاعدہ امتحان کو سنکر کہیں چونک نہ پڑیں اور اپنے حق میں آپ کی دعاؤں کے مقبول نہونے سے آپکو کافر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

شہادت قرآن مذکورہ صفحہ (۳۷) قبض جسم کے معنے مراد ہین نہ وفات دینے کے

کادیانی نے جو اس معنے وفات کو لفظ توفی کے حقیقی معنے قرار دیئے ہین۔ اور اسپر بضمن دلیل اول خواہ نخواہ پیش کئے ہین۔ اسکا جواب دندان شکن دیا گیا ہے۔ اور جو اسمقام مین اسپر اسنے دلیل پیش کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کلام مین یہ لفظ "توفیتنی" وارد ہے تو اس کے معنے وفات دینے کے لیے جاتے ہین۔ پھر حضرت مسیح کے کلام مین بعینہ اس لفظ کے معنے وفا دینے کے کیون نہین اسکا **جواب** یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت مسیح کیطرح بالموت زندہ آسمان پر اوٹھائے جاتے۔ تو آپ کلام مین بھی وہی معنے قبض جسم لئے جاتے۔ آنحضرت وفات پا چکے ہین۔ اور زندہ آسمان پر موجود نہین ہین۔ تو پھر آپ کے کلام مین اس لفظ کے معنی قبض جسم کس قرینہ سے مراد لیئے جائین۔ آنحضرت کا بعینہ حضرت مسیح کے لفظ کو اپنی کلام مین اختیار فرمانا۔ اس امر کی دلیل نہین ہے کہ جس معنے سے حضرت مسیح۔ وہ لفظ بولین گے ان ہی معنی سے آنحضرت نے وہ لفظ فرمایا ہے۔ اسکی مزید توضیح و تشریح حدیث سے وفات مسیح ثابت ہونے کی بحث مین ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

دوسرا جواب فرض کیا اور مان لیا۔ کہ اس کلام مین حضرت مسیح کے لفظ توفی سے مطلق قبض کے معنے مراد ہین۔ جو موت اور قبض روح کو بھی شامل ہین اور اس لفظ سے آپ کے دونو زمانو (زمانہ قبض جسم و قیام آسمان۔ اور زمانہ قبض روح بعد نزول) کے حال کی حکایت ہے۔ مگر اس صورت مین بھی اس آیت سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ کیونکہ اس آیت سے کسی گذشتہ زمانہ مین حضرت مسیح کے اس قول کہنے کی حکایت نہین ہے بلکہ آئندہ زمانہ قیامت کے دن کی یہ حکایت ہے کہ خدا تعالےٰ حضرت مسیح سے

واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم انت	یہ سوال کریگا۔ کیا تو نے لوگون سے کہا تھا

قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب۔ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شئ شھید۔

(سورہ مائدہ۔ رکوع ۱۶)

کہ مجھے اور میری والدہ کو اپنا معبود بنا لینا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ خداوند میں نے تو اون کو وہی کہا تھا۔ جو تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ میں جب تک انمیں رہا انکا نگران رہا۔ اور جب تو نے مجھے قبض کر لیا تو تو انپر نگہبان ہوا۔

اور یہ امر ظاہر و مسلم فریقین ہے۔ کہ اس دن سے پہلے وہ ضرور وفات پا چکے ہونگے۔ لہذا اس آیت سے انکی موت ہی مراد ہو۔ تو قیامت سے پہلے انکا وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے۔ نہ اسوقت مردہ ہونا۔

ہمارے اس بیان پر کہ اس آیت میں زمانہ قیامت کی حکایت ہے نہ زمانہ گذشتہ کی یہ دلیل ہے کہ اس آیت سے پہلے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب اذ قال اللہ ھذا یوم ینفع الصٰدقین صدقھم لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا۔

(سورہ مائدہ رکوع ۱۵ و ۱۶)

کہ جس دن (یعنے قیامت کو) خدا تعالےٰ رسولوں کو اکٹھا کر کے کہے گا کہ تمکو تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا۔ تو وہ جواب میں عرض کرینگے ہمکو اسکا علم نہیں۔ اسکے بعد حضرت عیسےٰ کو بلفظہٖ اذ قال مخاطب فرما کر اُن نعمتوں کو شمار کیا جو انپر خدا تعالےٰ نے انعام کیں۔ اسکے بعد اس سوال و جواب کا ذکر فرمایا۔ اسکے بعد یہ فرمایا کہ یہ وہ دن ہے

جسمین سچون کو انکا سچ بولنا نفع پہنچائیگا۔ انکے لیے باغ ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین وہ باغون مین ہمیشہ رہین گے۔

یہ ماقبل و مابعد آیت مذکور صریح شاہد ہے۔ کہ اس سوال و جواب مین بطور پیشین گوئی واقعہ آیندہ روز قیامت کی حکایت مقصود ہے نہ کسی گذشتہ زمانہ کی۔

کادیانی نے جو بڑے فخر اور ناز کے ساتھ اس بیان کو غلط اور موجب شرم قرار دیا ہے۔ اور اسکے مقابلہ مین اسبات کا دعوے کیا ہے۔ کہ اس آیت مین وقت نزول سے پہلے زمانہ کی حکایت ہے اور اسپر لفظ "اِذْ" سے جو ماضی کی ظرف ہے۔ اور لفظ "قَالَ" اور "تَوَفَّيْتَنِي" سے جو ماضی کے صیغہ مین تمسک کیا ہے اور اسکو "اذ قال ربك للملئكة" کی نظیر سمجھا ہے۔ یہ کمال شرم کا موجب ہے۔

اگر کادیانی مین کچھ شرم ہو کیونکہ اس آیت کو بنظر لفظ اذ قال گذشتہ واقعہ کی حکایت قرار دینا صرف بعض اشخاص سدی وغیرہ کی راے ہے۔ انکے سواء تمام مفسرین اسلام اس راے کو غلط قرار دیتے ہین۔ اور اس آیت کو قیامت کے دن کی حکایت سمجھتے ہین اور لفظ "اذ قال" کا وہ یہ جواب دیتے ہین۔ کہ اِذْ محاورہ قرآن مین مستقبل کے لیے بھی آتا ہے۔ اور اس قصہ کے واقعات کو "قَالَ" وغیرہ ماضی کے صیغون سے حکایت کرنا اس امر کے اظہار کے لیے ہے۔ کہ یہ واقعہ آیندہ ایسا یقین الوقوع ہے۔ کہ گویا ہو چکا ہے۔

تفسیر معالم مین لکھا ہے۔ اس قول کی نسبت یہ اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوگا۔ سدی رح کا قول ہے۔ کہ یہ قول خدا تعالے نے اسوقت مسیح کو کہا تھا جب اسکو آسمان کیطرف اٹھایا تھا۔ اسپر اوسکی یہ دلیل ہے

اختلفوا فی هذا القول متی یکون فقال السدی قال الله تعالی هذا القول لعیسی حین رفعه الی السماء لان حرف اذ تکون للماضی وقال سائر المفسرین انما یقول الله تعالی له هذا القول

یوم القیمۃ بدلیل قولہ تعالی یوم یجمع اللہ الرسل وقال من بعد ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم واراد بھما یوم القیمۃ وقد تجئ اذ بمعنی اذا کقولہ تعالی ولو تری اذ فزعوا ای اذا فزعوا یوم القیمۃ۔ والقیمۃ وان لم تکن بعد لاکنھا کالکائنۃ لانھا اتیۃ لا محالۃ۔ (معالم ص۳۱۲)

کہ حرف اِذْ ماضی کے لیے آتا ہے۔ اسکے سوا تمام مفسرین یہ کہتے ہین کہ یہ قول خدا تعالے حضرت مسیح کو قیامت کے دن فرمائیگا۔ انکی دلیل یہ ہے کہ اس قول سے پہلے خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ خدا تعالے جسدن رسولون کو جمع کریگا تا آخر۔ اور اسکے بعد فرمایا ہے۔ یہ وہ دن ہے جسمین سچون کو انکا سچ نفع دیگا۔ اور ان دونو سے قیامت کا دن مراد ہے (لہذا وہ قول جو ان دونو قولون کے بیچ مین ہے۔ قیامت ہی کو کہا جائیگا) اور لفظ اِذْ بمعنے اِذَا بھی آتا ہے۔ جو مستقبل کی ظرف ہوتا ہے۔ اسکی نظیر خدا تعالے کا وہ قول ہے جسمین ارشاد ہے۔ کاش تو اونکو دیکھے۔ جب وہ گھبرائینگے۔ (اسمین آیندہ روز قیامت کے گھبرانے کو لفظ اِذْ اور صیغہ ماضی سے بیان کیا ہے) اور قیامت اگرچہ اسوقت تک واقعہ نہین ہوئی۔ مگر چونکہ وہ ضرور ہونے والی ہے۔ اسلیے اس سوال وجواب مین بلفظ ماضی اس سے حکایت ہوئی۔ اور یہ بات جتائی گئی ہے۔ کہ گویا وہ ہو چکی ہے۔

واذ ھھنا بمعنے اذا کقولہ تعالی ولو تری اذ فزعوا تعبیرا عن المستقبل بلفظ الماضی تنبیھا علی تحقق وقوعہ (فتح البیان ص۱۳۲ ج ۳)

ایسا ہی تفسیر فتح البیان مین کہا ہے۔ جو تفسیر معالم کا خلاصہ مضمون ہے

اور تفسیر کبیر مین ہے کہ یہ کلام حضرت عیسے سے خدا تعالے قیامت کے دن کرے گا۔ بعض کا یہ قول

فھذا الکلام انما یذکرہ لعیسی یوم القیمۃ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ومنهم من قال انه تعالى قال هذا الكلام
لعيسى حين رفعه اليه۔ وتعلق بظاهر قوله
واذ قال الله واذ تستعمل للماضي والقول
الاول اصح لان الله عقب هذه القصة
بقوله هذا يوم ينفع الصادقين والمراد به
يوم القيمة وانما التمسك بكلمة اذ فقد
سبق الجواب عنه (تفسیر کبیر ص۹۹ ج ۳)
تخريج قوله اذ قال الله على لفظ الماضي دون
المستقبل وفيه وجوه الاول الدلالة على
قرب القيمة حتى كانها قامت
ووقعت وكل اتٍ قريب ويقال الجيش
قد اتى اذا قرب اتيانهم قال الله تعالى
اتى امر الله الثاني انه وعد على حكاية
الحال۔ ونظيره قول الرجل كانك بنا وقد
خلنا بدة كذا فصنعنا فيها كذا اذ صاح
صائح فتركتني واجته و نظيره من القرآن
قوله تعالى ولو ترى اذ فزعوا فلا فوت
ولو ترى اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة وكذا
اذ الظالمون موقوفون عند ربهم والوجه
في كل هذه الآيات ما ذكرناه من انه
خرج على سبيل الحكاية عن الحال (تفسیر کبیر ص۹۹ ج ۳)

ہے۔ کہ یہ اسوقت کہا تھا جب حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اپنی
طرف اٹھا لیا تھا۔ وہ آیت کے
ظاہر لفظ اِذْ قَالَ سے لپٹا ہے۔
کیونکہ اِذْ ماضی کے لیے استعمال
کیا جاتا ہے۔ مگر صحیح وہی پہلی
بات ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے
اس قصہ کے بعد یہ فرمایا ہے۔ کہ یہ
وہ دن ہے جسمین سچون کو سچ
نفع دیگا۔ سو قیامت کا دن ہے۔
رہا جواب لفظ اِذْ سو گذر چکا ہے
اور اس سے پہلے کہا ہے۔ کہ اِذْ
قَالَ اللّٰہُ ماضی کے صیغہ سے فرمایا۔
نہ صیغہ مستقبل سے۔ اسکی کئی وجہ
ہین۔ پہلی وجہ یہ کہ ماضی کے لفظ
سے قیامت کا قرب مفہوم ہوتا
ہے۔ گویا کہ وہ ہو چکی۔ اور قائم ہو گئی۔
اور عرب مین ہر آنے والی چیز کو قریب
بولتے ہین۔ یہ بھی کہتے ہین کہ لشکر
آگیا جب اسکا آنا قریب ہو۔ اسی
محاورہ پر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَتیٰ امر اللہ یعنے خدا کا حکم قیامت یا عذاب لگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ بطور حکایت حال بولا گیا ہے۔ یعنی جو حال آیندہ وقوع ہوگا اسکو واقع شدہ صورت مین بیان کیا گیا۔ اسکی نظیر محاورہ عرب مین ایک آدمی کا دوست کو یہ کہنا ہے۔ کہ گویا مین اور تو ایک شہر مین داخل ہوئے اور ہمنے ایک کام کیا۔ نا کاہ ایک شخص چلایا تو تونے مجھے چھوڑ دیا اور مین اُس کے پیچھے گیا (جس سے مراد یہ ہے کہ آیندہ ایسا ہوگا) اور اسکی نظیر قرآن مین یہ ہے ولو تری اذ فزعوا۔ اذ یتوفی الذین کفروا۔ اذا الظلمون۔ جنکا وقوع آیندہ ہوگا مگر اسکو بلفظ اِذْ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اِذْ اور صیغہ ماضی سے آیندہ واقعات کو حکایت کرنا قرآن مین بکثرت ہے۔ اسکی چند مثالین اخلہ مذکورہ کے علاوہ ایک ہی آیہ مین سنو۔

سورۂ بقر مین ارشاد ہے۔ جب وہ لوگ جنکی پیروی ہوتی ہے ان

اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرأ منھم کما تبرأوا منا۔	لوگون سے بیزار ہونگے جو اُن کی پیروی کرتے۔ اور وہ عذاب دیکھینگے اور اُنکے تعلقات ٹوٹ جائینگے۔ اور وہ لوگ کہین گے جو انکے پیروتے کاش ہمارے

لیے دنیا کیطرف پھر نا ہو تو ہم بھی اُنسے بیزار ہوں جیسے وہ ہمسے بیزار ہوئے ہین۔

اس آیت مین بھی اِذْ جو ماضی کی ظرف ہوتا ہے یعنے مستقبل استعمال ہوا اسکے بعد تبرأ اور رأوا وتقطعت یہ سب ماضی کے صیغے ہین۔ اور سب مضارع کے معنے دیتے ہین۔ ان سب کو بلفظ ماضی لانا اسبات سے ہوا ہے کہ انکا آیندہ وقوع یقینی سمجھا جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ گویا [illegible]

ہوئی یا پڑی کتب سماوی کو [illegible] ہے کہ اذ [illegible]

کے لیے بھی آتا ہے۔ کافیہ وشرح مُلّا مین ہے کہ اِذْ بمعنے ماضی ہوتا ہے۔

ومنها اذا الکائنة للماضی وقد یجیئ للمستقبل بقوله تعالی فسوف یعلمون اذا الاغلال فی اعناقهم۔ (شرح مُلّا ص ۳۳۵)

اور کبھی مستقبل کے لیے بھی آجاتا ہے۔ جیسا کہ اس قول خداوندی مین ہے کہ شتاب جان لین گے جب کہ طوق اُنکی گردنون مین ہونگے۔

اس آیندہ واقعہ روز قیامت کو بلفظِ اِذْ حکایت کیا ہے۔ اور اس سے معنے مستقبل کا ارادہ کیا۔

اور جیسا کہ قرآن مین یقینی آنے والے واقعہ کو بلفظِ ماضی بیان کیا گیا ہے۔ ایسا ہی یقینی گذشتہ واقعہ ماضی کو بلفظ مضارع اس امر کے اظہار کے لیے بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ واقعہ ایسا یقینًا وقوع مین آچکا کہ گویا اب اسکا وقوع نظر آرہا ہے۔ اسکی مثالین بی بہت ہین ازانجملہ دو مثالین بیان کیجاتی ہین۔

(۱) خدا تعالی فرماتا ہے۔ کہ جب ابراہیم اور اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیاد اُٹھا رہے

واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ (سورہ بقرہ ع ۱۵)

اور یہ کہے رہے تھے کہ اے خداوند تو ہمسے قبول کر تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس واقعہ ماضی کو خدا تعالے نے بلفظ یرفع جو مضارع ہے حکایت کیا۔ اور اس سے یہ جتایا۔ کہ یہ واقعہ ایسا یقینی الوقوع ہے۔ کہ گویا اب سامنے ہو رہا ہے۔

تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اس قول خداوندی مین حکایت ماضی کی بلفظ مضارع حکایت ہوئی ہے۔

اذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت

حکایۃ حال ماضیہ بیضاوی حیث حکایۃ حال ماضیہ استحضاراً لصورۃ العجیبۃ (فتح البیان) اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غروراً

تفسیر فتح البیان مین ہے۔ کہ اس سے مقصود یہ اس امر کا اظہار ہے۔ کہ وہ صورت عجیبہ سامنے حاضر ہو رہی ہے (۲) قرآن مین ارشاد ہے۔ جبکہ منافق اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض ہے کہتے کہ ہم کو تو خدا و رسول نے دہوکہ ہی کا وعدہ دیا ہے اسمین واقعہ ماضی کی لفظ مضارع یقول سے اسی غرض استحضار سے حکایت کی ہے۔

مفسرین اہل اسلام نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ فتح البیان معالم۔ تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ اس سوال سے جو حضرت عیسے سے خدا تعالے کریگا مقصود نصاری کو زجر و الزام دینا ہے۔ یہ مقصود بہی اس امر کا مؤید ہے

فان قیل فما وجہ ہذا السوال عنہ مع علم اللہ عزوجل ان عیسے لم یقلہ قیل ہذا السوال عنہ لتوبیخ قومہ وتعظیم امر ہذہ المقالۃ (معالم ص ۳۰۲)

کہ وہ سوال و جواب قیامت کو ہوگا۔ کیونکہ قیامت سے پہلے وہ اس سوال و جواب کے وقوع کو کب سنتے ہین۔ اور اس سے انکار جبر و الزام کب مقصود ہے۔

ان شواہد قرآنیہ اور آثار سلفیہ سے بخوبی ثابت ہے کہ اس آیہ مین واقعہ آیندہ کی حکایت ہے اور لفظ اذ قال اس واقعہ کے آیندہ ہونے سے مانع نہین و بناءً اگر اس آیہ کے ایسے ہی معنے کرین جو حضرت عیسے کی وفات کو بھی شامل ہون۔ تب بہی اس آیہ سے ثابت نہین ہوتا کہ وہ اس آیہ کے نزول سے پہلے یا اسوقت فوت ہو چکے ہین۔ بلکہ ان معنے سے صرف یہ

ثابت ہوتا ہے کہ جسوقت اللہ تعالے کا یہ سوال اور اسکا جواب واقع ہوگا اسوقت سے پہلے وہ فوت ہو چکے ہونگے اور یہ امر ہمارے اعتقاد کے مخالف نہین اور کادیانی کے دعوے کا موید و موافق نہین ہے۔

اب کادیانی صاحب اور انکے اتباع جو علما کہلا کر علم کے نام کو بدنام کر رہے ہین۔ کچہ شرم و حیا کو کام مین لاوین اور تہوڑی دیر کے لیے انصاف اختیار کرکے فرماوین۔ کہ اس آیہ کی تفسیر مین رکیک تاویل کس کی ہے۔ آپکے یا جمہور مفسرین اہل اسلام کے اور اس تاویل سے شرمندہ ہونا کسکا حق ہے جمہور مفسرین کا یا آپکا۔

آپ نے سُدّی کے قول باطل کی تقلید کرکے جمہور علماء اسلام کو شرمندہ کرنا چاہا تھا۔ اب کہو کون شرمندہ ہوا۔

آپنے سدی کی اس بات مین تو تقلید کی ہے کہ یہ قول خداوندی حضرت مسیح کو گذشتہ زمانہ مین کہا گیا ہے۔ مگر آپ نے اسکے اس قول کی پیروی چہوڑ دی کہ وہ قول اسوقت کہا گیا تہا جب حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا تعالے نے آسمان پر اٹھا لیا تھا" یہ دوسرا امر آپ کے لیے شرم کا موجب ہے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ کو لے تہا۔ اور انتم سکاریٰ کو چہوڑ دیا۔ اور آیہ اتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کا خطاب حاصل کیا۔

ناظرین! طالبین حق و یقین! خصوصاً منتسبین مذہب محدثین! کادیانی کے دعویٰ وفات پر قرآن کی صرف دو ہی ایسی آیتین تہین جنمین حضرت مسیح کا ذکر اور لفظ توفی کا ورود ہے۔ اسکے سوا اس آیۃ قرآن کو اسنے ہاتہ مارا اس سے اپنا بے علم و بے انصاف ہونا ظاہر کیا ہے۔ ان دو دلیلون سے اس دعویٰ کا عدم ثبوت تمنے دیکہہ لیا تو اب اسکے بانی دلائل سے بحث کی ضرورت نہین رہی تاہم اسکی جہالت اور بے انصافی ظاہر کرنے کو ان دلائل سے بھی تعرض کیا جاتا ہے۔

باقی آیندہ

فتنہ کادیانی نمبر ۲-

"ابھی فتنہ ہے کوئی دن مین قیامت ہوگا"

اسلام کے حامیو! مسلمانو کے پولیٹیشین اعیانو! ملک کے امن دبھی خواہو! آپ اس فتنہ کادیانی سے کیون غافل اور بے فکر سو رہے ہین۔ ملک اور گورنمنٹ کو اس فساد کی انسداد کی تدبیرین کیون نہین بتاتے کیا کادیانی کے خلیفے پنجاب گزٹ سیالکوٹ ۱۳ و ۲۶ - ستمبر ۱۸۹۱ء دیکھکر مطمئن ہو بیٹھے ہو کہ اس فتنہ کا کوئی پولیٹکل اثر اہل اسلام کے پبلک اور ملک کی حالت پر نہ پڑیگا۔ بلکہ کادیانی کا یہ کہنا کہ مہدی موعود مین ہی ہون۔ مسیح موعود مین ہی ہون۔ پرانے خیال کے اثر کو مٹا دیگا۔

اے خیر خواہان ملک و قوم اہل اسلام! کیا آپ صاحبون نے ہمارا مضمون "فتنہ کادیانی نمبر ۱" مندرجہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ - جلد ۱۳" نہین دیکھا۔ اور اسمین کادیانی کے پاس ساٹھ ہزار اشخاص کا آنا۔ اور انکی مہمانداری مین دس ہزار روپیہ کے قریب صرف ہونا۔ اور کادیانی کی **ہشت سالہ میعاد کی پیشگوئی** کرنا نہین پڑھا۔

ساٹھ ہزار اشخاص کا کسی کے پاس آنا۔ اور دس ہزار روپیہ اونکی مہمانداری مین خرچ ہونا کوئی انوکھی بات اور نوٹس ایبل نہین ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس ہشت سالہ میعاد کی پیش گوئی کو ملاؤگے اور کادیانی کے دعوے امامت و مہدویت کو توجہ سے خیال مین لاؤگے تو ضرور اس بات کو انوکھی اور نوٹس ایبل قرار دوگے۔ ہمکو اس راز نہانی کی تشریح سے ہنوز ایک امر مانع ہے وہ پھر سہی جب وہ مانع رفع ہوگا۔ بالفعل ہم یہ دکھانا چاہتے ہین۔ کہ اس فتنہ کادیانی سے خوف کرنا صرف ہماری ہی رائے نہین۔ بلکہ اور ملک کے خیر خواہ جو پولیٹکس کا مذاق رکھتے ہین) بھی ہماری اس رائے سے اتفاق رکھتے ہین وہ **ایک تو ایڈیٹر شحنہ ہند بیرسٹھ** ہین۔ جو اپنے پرچہ ۱۴ - ستمبر ۱۸۹۱ء مین لکھتے ہین اگرچہ مثیل المسیح ہونا کوئی بڑی بات نہین اور نہ رمز شناسون کی نظر مین کوئی خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ انسان جس شئے سے عبارت ہے وہ مختلف مشابہتون کا مرقع ہے۔ ہر ذی روح مین مماثلت حیوانی کا ہونا ضروری ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان کا مماثل ہے۔ الہامی مماثلت بھی تعجب خیز نہین۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سمجھکر واپسی روپیہ کے خواستگار نہو جائین۔ اور چارون طرف سے دیوانی نالشون کے نوٹس نہ پہنچنے لگین۔ انکا منھ اس استثناء سے بند کر دیا اور انکو یہ سمجھا دیا کہ انکی قسمت اور تقدیر مبرم مین حصول مراد مقدر نہ تھا۔ اس لیے اُن کے حق مین آپ کی دعاؤن کا اثر نہوا۔ یہ انکی قسمت کا قصور ہے نہ آپکی دعاؤنکا۔

ازانجملہ ایک ہمارے شہر لاہور کے معزز رئیس اور ہمارے مہربان دوست سردار بہادر رسالدار پنشنر ہین جن سے انکے گھر مین بیٹا پیدا ہونے کے لیے دعا کے وعدہ وامید پر آپ نے پانسو روپیہ یکمشت اور کئی رقمین متفرق اپنے ایک دلال (جو اہلحدیث کہلاتے اور آمین بالجہر اور رفع یدین کرتے ہین اور اس جامہ کے پردہ مین وگون کو پر اعتبار جماکر انکا صدہا روپیہ کادیانی کے خزانہ مین جمع کرا چکے ہین) کے ذریعہ سے وصول کی ہین۔ وازانجملہ بعض متعلقین نواب محمد ابراہیم علی خان صاحب والئے ریاست مالیر کوٹلہ ہین جنسے دعاء صحت نواب صاحب کے وعدہ وامید پر اپنے پانسو روپیہ وصول کئے مگر وہ ابتک صحت یاب نہوئے۔ وازانجملہ ہمارے ایک دوست مولوی جلال الدین صاحب ساکن پیرکوٹ علاقہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ ہین جو مرض نزول الماء سے نابینا ہوکر کئی بار کادیان مین ماحضر لیکر حاضر ہوئے اور ابتک اس مرض سے صحت یاب نہین ہوئے اور اگر وہ کسی ڈاکٹر کے پاس جاکر اپریشن کراتے تو غالبًا اچھے ہوجاتے۔ وقس علی ہذا

اس قاعدہ سے کادیانی نے اپنے اور اپنے مخالفون کے ایمان کے امتحان کی یہ تجویز کی ہے کہ لاہور مین ایک بڑی انجمن (جنرل کمیٹی) قائم ہو جسکے ممبر کادیانی کے مخالفین بھی ہو سکتے ہین اگر وہ درخواست کرین۔ ورنہ صرف کادیانی کے حوار مین وموافقین کافی ہین۔ اور اس کمیٹی کے برنچ (شاخین) دور دراز ملکون (مثلاً مدراس۔ بمبئی۔ کلکتہ وغیرہ) مین مقرر ہون وہ کمیٹی یا کمیٹیان دفتر ورجسٹر بنا دین۔ اس دفتر مین کادیانی اور اسکے مخالف مولوی اپنی اپنی تحریرات متضمنہ بشارات

جناب باری کی طرف سے الہام نہ صرف انسانون بلکہ حیوانون پر بہی ہوتا ہے۔ اور شحنہ ہند اسکو مدلل طور پر چند مرتبہ ثابت کر چکا ہے۔ لیکن جب ہم اسکو مذہبی اور پولٹیکل خیال سے دیکھتے ہین۔ تو یہ دعوے بہت ہی ہم اور نہایت خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کو بہی غالباً معلوم ہو گیا ہوگا کہ انگریزی اخبارات اونکے مخالف ہین۔ اور انکے دعوون اور مباحث پر پبلک اور گورنمنٹ کو مطلع اور انکی کیفیات پر ریویو کر رہے ہین۔ یہ کچہ اسوجہ سے نہین کہ مرزا صاحب نے اپنے کو مثیل المسیح بنایا ہے۔ کتب آسمانی کی موافقت یا مخالفت کی ہے۔ اور اپنے کو مسیح علیہ السلام کا قائم مقام یا بعینہ وہی مسیح قرار دیا ہے۔ جو دنیا مین آئیگا۔ بلکہ محض اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کا یہ خروج اور یہ دعوے بعثت ایک مذہبی قالب پکڑتا جاتا ہے۔ اور جسکے لیے انجام مین ایک جدید پارٹی کا قائم ہونا۔ اور پہر پولٹیکل صورت مین بدلجانا ضرور ہے۔ پس انگریزی ہمعصرون کا خیال اس جانب رجوع ہوا ہے۔ کہ یہ معاملہ چونکہ جدید اور اس دعوے کی شکل چونکہ عجیب و غریب ہے۔ اور ہمارے ہمعصر خوب جانتے ہین۔ کہ قدیم یا جدید تعلیم پاکر زمانہ کیسا ہی عقلمند اور فیلسوف ہو جائے مگر ہر زمانہ مین اعجوبہ پرست جہلا ضرور موجود رہتے ہین۔ اور سائنس اور فلسفہ طبائع مین کتنا ہی حلول کر جائے۔ اور فلاسفرون اور عقلاء کی کتنی ہی ٹکڑیان کالجون اور یونیورسٹیون سے پرے باندہ باندہ کر نکلنے لگین تاہم غیر ممکن ہے۔ کہ دنیا سے اعجوبہ پرستی دور ہو جائے۔ ایک رفارمر یا ایک عیار شاطر کو بڑی بڑی تدبیرین اور بڑی بڑی چالین اختیار کرنی پڑتی ہین اور پہر کہین سالہا سال کے بعد بیشتر سیانے اعجوبہ پرست قابو مین آتے ہین۔ ہم نے بڑے علماء اور فضلاء اور بڑے بڑے جہاندیدہ اور تجربہ کار لوگون کو اعجوبہ پرستی کے دام مین اسیر پایا ہے۔ اور چند جاہلون عیارون نے انپر ایسا مسمریزم پہونکا ہے۔ کہ سر تک نہین ہلا سکے[1]۔ اور نیز ہندوستان مین ایسے لوگ نہ صرف سیکڑون بلکہ ہزارون موجود ہین۔ جو وحشیون اور ضعیف الاعتقاد اعجوبہ پرستون کو اپنے پہنک ایک پہنک دو کا تماشا دکھا دکھا کر مونڈ رہے ہین۔ مگر اون سے کسی حاکم یا کسی انگریزی اخبار کو کبھی خوف نہین ہوا۔ کیونکہ انکی خوارق پر ایمان رکھنے والے ہندوستان مین جوق جوق موجود ہین۔ کوئی کسی کے پہندے مین پہنسا ہے۔ کوئی کسی کے۔ اور عوام ایسے کرتبون کو برا نہین سمجہتے کیونکہ وہ عادی مگر جو دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے۔ وہ ہندوستان کے ہر مذہب کے اصول کے خلاف ہے۔ اور اصول اسلام کے تو بالکل ہی

[1] یہی حال مولوی محمد احسن امروہوی کا ہوا ہے کہ وہ آپکے دام مین پہنسا۔

(169)

خلاف ہے تقریباً تمام علماء اسلام انکے مخالف ہین پس حکام کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جب ایک خروج کرنیوالے سے اسقدر مخالفت اہل اسلام مین پھیل گئی ہے تو کیا عجب ہے کہ باہمی فساد کیصورت ظاہر ہو۔ اور ہندوستان جیسے ملک مین جہان ابھی تعلیم و تربیت نہین پھیلی اور عموماً ملک وحشی اور نا تربیت یافتہ اعجوبہ پرست ہے۔ اگر ایسے شخص کی قوت زور پکڑ گئی تو انجام کچھ اور ہی نظر آئیگا۔ کیونکہ اس قسم کے لوگون نے اولاً مذہبی طور پر خروج کیا ہے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اون کا خروج پولٹیکل سانچے مین ڈھلگیا ہے ہر ایک رفارمر پہلے مذہبی رفارمر بنا ہے۔ اور پھر بتدریج پولٹیکل رفارمر بن گیا ہے گو مرزا صاحب کی بعثت محض سوشیل رفارم پر مبنی ہو۔ لیکن ملک کیحالت اور پھر مختلف طبائع۔ اور پھر اجنبی گورنمنٹ کے خیالات کا کیا علاج ہے۔ سوڈان مین کسقدر مہدیون نے سوشیل رنگ مین خروج کیا۔ مگر اخیر مین سب کے سب پولٹیکل رنگ مین رنگے گئے۔ ان سب مہدیون کا جو کچھ انجام ہوا سب کو معلوم ہے۔"

دوسرے اڈیٹر اخبار مہذب لکھنؤ ہین جو اپنے پرچہ ۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۱ء عیسوی مین لکھتے ہین۔

"ہم پر مبعوث ہونے والے نئے پیغمبر صاحب (معاذ اللہ) کی بعثت کا یہ پولٹیکل فائدہ دکھایا[1] جاتا ہے کہ وہ مسلمانون کو گورنمنٹ کی وفادار اور مطیع رعایا بنانے آئے ہین۔ بے شک پیغمبر کا یہ کام ہی ہے کہ رعایا کو سلطنت کا مطیع و منقاد بنائے۔ ابھی ہم کو یہ نہین بتایا گیا۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت انبیاے بنی اسرائیل اور دیگر انبیا کی طرح کسی خاص قوم اور ملک کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ساری دنیا پر مبعوث ہوئے ہین۔ لیکن جب کہ انکی نبوت رسالت محمدی کے تابع ہے۔ تو بے شک وہ بھی ساری دنیا پر مبعوث ہوئے ہونگے۔ مگر یہ بھی نہین سمجھ مین آتا۔ اس لیے کہ آپ پالسی تو وہی بتا رہے ہین۔ جو صرف ہندوستان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی پولٹیکل تبلیغ سے ٹرکی افریقہ روس اور چین کے مسلمانون کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ یا شاید ساری دنیا کے مسلمانون کو ہدایت کی گئی ہوگی کہ انگریزون کی اطاعت کیا کرو۔ مرزا صاحب کے حواریین مرزا صاحب پر نازل ہونے والی وحی متلو پر کوئی تفسیر لکھین تو یہ غوامض حل ہون۔

مرزا صاحب کو تو ہم اس بارے مین معذور رکھتے ہین۔ اسلیے کہ انسان کو کبھی اسکے بعض اضطراری جوش (عام اس سے۔ کہ وہ جنون ہی کی قسم کے کیون نہ ہون) اسکو بالکل مغلوب کر دیا کرتے ہین۔ اور وہ مجبور ہو جاتا ہے اس بات کے کہدینے پر جو ہرگز کسی صاحب عقل و فراست کی زبان سے نہ

[1] دکھانے والا وہی کادیانی کا خلیفہ اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ ہے

نکل سکتی تھی۔ لیکن اُن بزرگوں پر ہمیں تعجب اور صد ہزار تعجب ہے جو مرزا صاحب پر ایمان لاکے انکا حوصلہ بڑھاتے جاتے ہیں۔ وہ اتنا نہیں سوچتے۔ کہ اسلام اور جدید نبوت سے کوئی تعلق بھی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ اگر بالفرض آپ پر ایسا الہام ہوا بھی تو آپ اسکو اسی طرح مخفی رکھیں۔ جسطرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی امر کو مخفی رکھا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ اگر ظاہر کردوں تو "لقطعتوا مني لقوم" یعنے یہ گلا کٹ جائے۔

اب پرطرہ یہ کہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ عیسائی گورنمنٹ کو مسلمانوں کی طرف سے اطمینان ہوجائیگا کہ اہل اسلام جس مسیح کے منتظر تھے۔ اور جس کا نام لے کے دیگر ادیان والوں کو دھمکیاں دیتے تھے اُسکے وہ منتظر نہیں رہے۔ اور وہ آیا بھی تو یہ نہ کہہ سکا۔ کہ اے مسلمانوں کو عیسائیوں کی اطاعت کا سبق دینے لگا۔ سچ ہے عیسائی بہت ہی خوش ہوئے۔ اور خصوص اس خیال سے۔ کہ آپ بغیل مسیح ہیں۔ اس لحاظ سے معتقد ہونگے۔ کہ کیا عجب اب کی پوپ کا عہدہ خالی ہو تو یہی وہ مرزا صاحب کو پوپ بنا کے اٹلی بھیجدیں۔ ..... باقی آیندہ

مدعا تکلیف مزید فتنہ چکڑالوی کی نظم

ابتہات زمانے میں ہوئی ہے تفریق
اور کسی کو کسی بات کی پروا نہیں کرتے
پہلے تھا یہ دعوی کہ یہیں ہوتا ہوا الہام
والد کہیں ہی غضب یہ نہیں کرتے
ہے لطف کہ بیٹھے ہیں مفتیل بیٹے
سعد و مبصر کو ہی تو بیٹا نہیں کرتے
سب تک کہ فضل عقل میں واقعہ نہیں ہوتا
کر گھٹتے نہیں میں تو ہم اچھا نہیں کرتے
ہوتا ہے خطرناک کہ ہر ایک قدم پر
سب تک کہ نہ محبت ہو تو وہ ہی نہیں کرتے

انا کا تائے ربیع احرو موسعد تلہ قطعہ تاریخ

اثنا عشر! بس از انتظار مہدی
چہ خوش آمدی مژدہ مرحبا مرحبا
بود شیوہ ات دیں باطل ستیز
تو ئے ناصر سنت مصطفےٰ
کنے فتنہ کاذبانی فرو
ز ذوالفقارش اندر دل شقیا
ہر کس چہان کید دجال وقت
مژدہ دی بفتوای اہل تقے
بدین حسن و اسے مشکوٰۃ
صورت نما یہ بسوے سما
ملائک پر چوفرم جلو پر زنند
ز پیشے نباشد عجب این ندا
دعا بہر اظہار سال شیوع
بیاید ز دل اہل ایمان ندا

اطلاع۔ عرضداشت مرقومہ ۱۲ جولائی باقی واماندہ سالانہ چندہ اشاعت میں نہ پہنچنے کی وجہ سے ہم نے ۱۲ پرچے بھیج دیئے تھے۔ اب تک وصول نہیں ہوئے۔ اگر ۱۵ اگست تک وصول نہ ہوئے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کو اشاعت منظور نہیں ہے۔ اور ۱۶ اگست سے پرچہ بند کر دیا جائیگا۔ منیجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر پنجم لغایت یازدہم — جلد چہاردہم

ضمیمہ متضمن مسائل مذہبی و مباحثات اہلسنت

بابت ۱۳۰۹ھ ہجری مطابق ۱۸۹۱ء

شرح قیمت وغیرہ امور بدستور

مے باید دید

حضرات ناظرین! آپ کو معلوم ہے کہ اشاعۃ السنۃ کی خصوصیات میں یہ آپ کے مشہور و دیرآید رسالہ کتابوں کی بھی ہوگی۔ لوگوں کے کہنے سے سنی ہوگی۔ مگر اسکے مضمون کی اکثر کبھی ایسی ہی ہوگی جیسی رفعہ کی اشاعۃ السنۃ کے ملاحظہ سے ہوگی۔ حضرات! جبتک اہمیت اشاعۃ السنۃ (معمولی توقف زیادہ توقف) بیمار جس کے سبب آپ تم کو اس عرصہ میں سفر پور تاب برجم آباد۔ چار سفر دہلی۔ ایک سفر میرٹھ۔ ایک سفر سملا اور متعدد سفر خارج لاہور جو اکثر قومی مدت کرنے پڑے تھے۔ (۲) متعدد مباحثات کا دیانیاں۔ اور لحوق امراض بکار کنان مطبع وغیرہ ہوئی اگر میں توقف میں اشاعۃ السنۃ نے وہ کام کیا ہے جو شل زدہ کر دکا پورا مصداق اور مصداق ہے اگر قومی خدمات قیمتہ مفتہ وغیرہ وغیرہ کا دعویٰ کرے۔ بلکہ اسکی صحت کی بحث کی بجائے کہ دکا دانی کی اصل حقیقت کو سمجھنے

ہوا۔ اگر ہندوستان کے پنجاب نہ ہندوستان کے سچے خیرخواہ مسلمانوں کی ہمدردی کا دعویٰ کرنیوالے ہیں تو آئندہ سکل جدید انجمن ضرور شریک ہوں گے۔ اور اس کو اشاعۃ السنۃ میں ہمدردی کو ہمدردی کے نمبروں میں ظاہر کریں گے۔ اور کی کلام و تصانیف کو ہمیں ضرور کو ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ کوری صاحب فہم و ارباب انصاف کو بعد ملاحظہ کرنے کے ہمارے دعویٰ میں بشل ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ

ہوا۔ اگر [illegible] اور جو بات ہمارے ذمہ وقت تک کسی ذی اہمیت کی ثابت کی ہے۔ وہ بات بیسیوں یا [illegible] جو ہے۔ **دوم** جھوٹ بولنے میں ویسا دلیر ہے۔ کہ جھوٹی آیت بنا لیتا ہے [illegible] بلکہ پر افترا کرکے جھوٹا قول نقل کرتا ہے۔ اور کتابوں کے جھوٹے حوالے دیتا ہے خدا کی کسی نقل [illegible] کو ہمیشہ کرتا حلال نہیں۔ **سوم** تاویل کی پردہ اور آڑ میں جھوٹ بولنے اور ضلالت و دہوکہ دینے [illegible] لوورہ ایسا ہے۔ کہ دیانتدار کہتا ہے۔ کہ کوئی قول کوئی مضمون اس غلطی سے خالی نہیں۔ لہذا کسی کا علم [illegible] مسلمان کو حلال نہیں ہے۔ کہ کسی کلام میں نظر کرے۔ جبکہ کسی کا علم ساتھ ہے تعقبات کو نہ دیکھے۔ **چہارم** روحانیت اور [illegible] تقویٰ و صفائی [illegible] ہو سو تو کجا کہ یہ امر متعلق نہیں ہے۔ وہ محض کورا باطن ہے۔ اور جو دعوی الہام و بشارات و انکشاف غیبیات [illegible] ہیں آسمانی تائیدات پیشین گوئیوں کا ہوا کرتا ہے۔ وہ محض کورا باطن ہے کوئی نشان آسمانی آجتک نہیں دکھایا اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے۔ اور اسکی کوئی پیشگوئی الہامی نہیں اور نہ وہ خود الہامی ہو سکتا ہے۔ **پنجم**۔ ایکا

ابو سعید محمد حسین مہتمم شاشاعۃ السنۃ (بقیہ حاشیہ پریس لاہور میں چھپا) بٹالہ۔ ضلع گورداسپور پنجاب

مطالب ضمیمہ ہذا کی فہرست
(۱) تمہید طالب۔ ملاحظہ مصنفین مضمون مباحثہ۔
(۲) بقیہ مباحثہ لدھانہ۔
(۳) کادیانیوں کے نئے مباحثہ اور ان کی تازہ گریز۔
(۴) لاہور کا مباحثہ اور اوس کے کے ایک حواری کی گریز۔
(۵) ہمدانکا مباحثہ اور اوس سے جملہ کادیانیوں کی گریز۔
(۶) قدرتی مباحثہ اور اوس میں کی دیانی کے ایک حواری کی عجز و سکوت۔
(۷) [illegible] دہلوی [illegible] کی نظر [illegible] اخلاق و عادات کا ایک معجزہ نمونہ ہے۔
مترددہ

ایک قول دوسرے کا ملجا ہے۔ اور ایک کلام دوسرے کا معارض۔ اس اندرونی دلیل کی شہادت سے بھی مایوس ہو کر اسکی کسی تصنیف کو کوئی مسلمان نہ دیکھے! اور اسکی کسی بات کو کوئی نہ سنے۔ جبتک ہماری کلام کو نہ دیکھے یا نہ سنے۔

ششم اس کے ہر ایک دعویٰ و دلگدوائی کا اصل اصول دنیا طلبی و زرکشی ہو۔ ۵ ایں ہمہ لقبے تہمت کردہ مے طلبی و اخلاص و للّٰہیت نفع رسانی قوم۔ حضرت اسلام سے اسکو کوئی تعلق نہیں ہو۔ **ہفتم**۔ وہ اصول و فروع اسلام کو (عیاذاً باللہ) مٹانا چاہتا ہے۔ اور ایک نیا دین و مذہب قائم کرنا چاہتا ہے۔ **ہشتم** وہ بخلاف تمیں حالوں کے دین کی جزئیات میں اور ہر ایک رجال ہو۔ نہم وہ علوم و مسائل اسلام سے محض بے خبر ہو۔ گویا اُمّی ہو و علی ہذا القیاس آٹھ مطالب کا کامل ثبوت ان پرچوں میں ناظرین دیکھینگے۔ اور اس سے پہلے کاریانی کے مزخرفات اور اسکے خیالات و مقالات کا سابق اثر اکثر پنجاب اور بعض علاء ہندوستان میں پھیلا ہوا دیکھکر ان کے تدارک کو اٹھے ہوئے ہونگے تو وہ ضرور ان نمبروں کی ملاحظہ نہ کرکے اس مثل کی تصدیق اور ہمارے خیال کی پوری تائید کرینگے۔ اور اس قسم کی نظموں اور تقریظوں سے جو پہلی اشاعت کے صفحہ ۱۱۲ میں درج ہیں اپنی تصدیق و تائید کا اظہار نہ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ **اس مقام** میں یہ غرض کرنا بھی ہمارا منصبی (مہتمی) فرض ہے کہ جو صاحب ہمارے اشاعۃ السنۃ کی خدمت کو ایسا سمجھیں کہ ہمکا اعوض خدمت چندہ جب اگست ۱۸۸۶ء تک (جانتک کاپی چھاپکر) خود بخود وارسال نہ ہوا (وصول ہوگا) خود بخود وارسال نہ ہوا وہ اس اطلاع کی نوبت نہ آنے دینگے کہ ہم بذریعہ خطوط یا رجسٹرڈ پارسل مطالبہ کی تکلیف دیں یا آئندہ پرچہ میں ایک فہرست باقیات شائع کرنے پر مجبور ہوں ہم ہرگز نہیں مانگتے اور نہ ان لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں جو ہماری اس خدمت کو بیجا خدمت نہ سمجھیں۔ نصر زید صاحب الاطلاب کرتے ہیں اور خاص انہی لوگوں سے جو اس خدمت کے معترف ہوں۔

بقیۂ مباحثۂ لودھانہ

تمہید ضروری

مباحثہ کو شروع کرنے سے پہلے تین امر واجب العرض ہیں اور ناظرین کی توجہ بھی ان امور کی طرف بس ضروری ہے۔

امر اول اگر کسیکو یہ خیال و سوال پیدا ہو۔ کہ یہ مباحثہ ۱۸۸۱ء میں ہوا۔ اسکا بقیہ اب ۱۸۸۶ء میں کس غرض سے شائع کیا جاتا ہے؟ اور کس غرض سے اسکو ناظرین دیکھیں! تو جواب یہ ہے کہ تقویم پارینہ نا دیدہ بکار۔ یہ عمل کرکے اسکی خریداری سے انکار کیوں کریں یا اگر کسی لحاظ سے خریدیں تو پرانے کتب خانوں اور بیاضوں میں کیوں ڈالدیں۔ ان سوالوں کا جواب یہ ہے۔ کہ کسی قصہ کا حال ایک قصہ یا کہانی کے طور پر دیکھا یا سنا جائے تو بیشک بلاریب بے تازہ تازہ ہی مزہ دیتا اور وعظ دکھاتا ہے۔ اور مدتوں گذرنے کے بعد وہ تقویم پارینہ کا مصداق ہو جاتا ہے لہذا جو شخص اشاعۃ السنۃ کا مباحثہ اور تحریرات کو اسی نظر و غرض و اصول سے خریدکر اور دیکھتا ہے اسکے لیے ۱۸۸۶ء کے مباحثہ کا شمارہ میں مفت دیکھنا بھی عبث اور فضول ہوگا۔ چہ جائیکہ وہ خریدکر۔ اور اگر کسی اور نگاہ دیکھنا سننا عبرت کی نگاہ سے ہو۔ اور اس سے نتائج و فوائد نکالنے کا خیال اور قصد ہو تو کوئی واقعہ عبرت خیز فوائد و نتائج نکالنے سے کبھی نہیں رکتا۔ اور تقویم پارینہ کا مصداق نہیں ہوتا۔ بلکہ خصوصاً حالت میں کہ بیان کرنیوالا سکے نتائج و فوائد پر لوگوں کی خود آگاہ کرے۔ اسی اصول پر ہزارہا برس کے واقعات و حوادث۔ عادیکندر جمشید وغیرہ کی تاریخیں کتابوں میں درج ہوتے ہیں اور کئی دن مجلسوں میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کو لوگ بڑی مسرت و توجہ سے سنتے ہیں **اشاعۃ السنۃ** کے مضامین اور

مباحثات بھی اسی قسم کی ہیں اور انکو بیان کیے ساتھ انکے نتائج و فوائد پر بھی ناظرین کو آگاہ کر دیا جاتا ہے موجودہ مضمون مباحثہ لدھیانہ کو دیکھو اس سے کتنے نتائج و فوائد مظاہر کر گئے ہیں لہذا یہ مضامین ایسے نہیں ہیں کہ وقت گزرنے کے بعد قابل دفینہ کے مصداق ہو جائیں بلکہ ایسے لائق ہیں اگر ایک ایک لفظ کو سو سو بار بغور و تدبر نتائج کے ساتھ بیان کیا جاوے تو ناظرین انکو ویسے ہی پڑھیں اور مضمون شعر ذیل کے مطابق اسکے عاوہ کی درخواست کریں شعر اعدہ کرلغات لمثالان ذکرتہ ۔ ھوالمسک ماکررتہ یتضوع یعنی وجہ کہ اثنا عشر کے مباحثات سے شائقین کو کما حقہ شائق ہیں اور وجہ کی قیمت یہ روپیہ سالانہ دیکر خریدتے ہیں ایسا ہی اسکے اور پچھلے مباحثات اور مضامین کے بھی شوق ہو لگ خریدتے اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اثنا عشر نسخہ کو کوئی معمولی اخبار نہیں ہو یہ ایک نہیں کتاب ہے اور اسکے مضامین اور مباحثات اسلامی اصول و مذہبی مسائل کا مخزن ہیں اسیوجہ سے یہ روپیہ سالہ ہال رہاں میں تو اوقی قیمت بین یہ روپیہ سالانہ پر بھی دیا جاتا ہے مگر سال گذشتہ کے بعد وہ ۱۵ اول وجہ کی قیمت پائیگا ہے بخلاف معمولی اخبارو کے کہ انہیں جو اخبار سال گذشتہ میں بارہ روپیہ سالانہ کو دیجاتا ہے ہر سال گذشتہ پر ایک روپیہ کو بھی ملجاتا ہیں یہ بات ان لوگوں کو جتائی گئی ہے جنھوں نے اثنا عشر کو نہیں دیکھا اور انہی سوا سو لوگ کے صدر کا ندیشہ ہے اور جو حصہ اثنا عشر کے پہلے ناظرین و خریداروں کے سامنے کیفیت بیان کرنی ضرورت نہیں ہے ہی حکم مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔" اثنا عشر اپنے اپنا حال خود بتاتا رہتا ہے۔ امر دوم ان نمبروں میں کاویانی و اسکے اتباع کے خطاب بیک قدر سختی (اگر واجبی) سے کلم لیا گیا ہے شاید یہ لوگ کو پسند نہو جو صلح کل کھلاتے ہیں یا نئی روشنی نئی تہذیب کی جھلک رکھتے ہیں لیکن اگر ہماری تحریرات تعلق کاویانی کی غرض اصول کو غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیں گے اور اسلامی ہوت واغاظ علیھم کا تاخذ کہ بھارا فاقہ فی دین اللہ وغیرہ وغیرہ کو نظر تدبر سے دیکھیں گے تو اس سختی پر معترض نہوں گے ہماری غرض حسب ہدایت آیات مذکورہ یہ ہے کہ کاویانی کے عقائد و مقالات مستحقہ ہے (جو باتفاق علماء پنجاب و ہند و شام) کفر و ضلالت قرار دیئے گئے ہیں اور ان عقائد و ملفات کی پیروی سے عوام سیدھے سادھے خواص کے مرتد ہونے کا بیحد اندیشہ ہے) ان عوام و خواص کی نفرت دلائیں اور اس تغیر کو دیدیا انکو کفر و ضلالت سے بچائیں۔ اس غرض کو پورا کرنے اور اس ہدایت کی تعمیل کے لیے ہمکو الفاظ کفر و کذب و خیانت و دجال کا استعمال کرنا ناگزیر ہے۔ اور بجز ان الفاظ کے کاویانی کے عقائد باطلہ کی نسبت صرف الفاظ غلط یا غیر صحیح یا خطا کا استعمال کرنا کافی نہیں ہے۔ ہمارے صلح پسند ناظرین اور مہذب سہین عوام و خواص کو کفر و ضلالت سے روکنے کے لیے ہمارے الفاظ کے سوا اور الفاظ کو کافی سمجھتے ہیں تو ہمکو ان الفاظ سے دلیل لگا کر یں ہم آئندہ انھیں الفاظ سے ان لوگوں کو مخاطب کیا کریں گے جو اوگ کاویانی کو مستقد یا حامی ہو کر ہم پر سختی کا اعتراض کریں انکی خدمت میں عرض ہے کہ وہ حضرات پہلے کاویانی کی کلام کو غور و انصاف سے ملاحظہ کریں سمجھیں اگر ہمارے مستعملہ الفاظ سے نو حصہ زیادہ سخت الفاظ ہوں تو ہمکو اسکے دسویں حصہ کے استعمال کی معذور سمجھیں کاویانی تو وحی و رحمانیت و نبوت اور رسالت علیٰ ہذا القیاس کے الفاظ سے گفر کا استعمال کر چکا ہے تو پھر ہم علماء خاکسار کے لیے ان کے دسواں حصہ کا استعمال کو کیوں نہ کفر کہیں گے۔ بع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ان حضرات کو کاویانی کی کلام میں اس قسم کے الفاظ مستعمل ہونے سے انکار ہو تو وہ ہماری کلام میں جس لفظ کو زیادہ سخت سمجھیں اسکی نشان دہی کریں ہم اس لفظ کا کاویانی کی کلام میں اپنی کلام کی نسبت دس گنجنزیادہ مستعمل ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔ پھر وہ حضرات کاویانی کو ازالہ کے صفحہ ۱۲۱ سے صفحہ ۱۳۶ تک ملاحظہ کریں جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ واقعی امر کا تاریک نیتی سے اظہار سخت گوئی خلاف تہذیب نہیں ہے۔ سمقام ہیں ازالہ کے چند فقرات نقل کر چکا ہیں

پہلی نکتہ چینی اس جرئی کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین اللہ جلشانہٗ اور اسکے رسول کریم کی بیادبی کی اور پرخاش نا تالیفات شائع کردیں ++ **اما بجواب** +++

بڑے دھوکہ کی بات ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مضمون میں فرق نا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر آیات کو وجود اس کے کہ وہ فی الواقع اظہار حق اور اپنے محل پر بیساں ہو محض اسکی کسیقدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے ساتھ ضرور ہوتی ہے ناحق خفگی کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی کیا خدا تعالیٰ کا کفار کو مخاطب کرکے فرمانا کہ انتم واٰبائکم حصب جہنم معترض کے ان الفاظ کے موافق ہے کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو نہایت برے لفظوں سے یاد کرنا اور تمام ذلیل اور بدخلقوں سے من گھڑت قاعدے کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں کفار کو نہایت برے لفظوں سے یاد کرنا اور تمام ذلیل اور بدخلقوں سے انہیں بہ مرتبہ ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا کیا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامتوں میں اشداء علی الکفار نہیں کہا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سوداور کتے کا نام سے پکارنا اور کلیسیا کے عالی مرتبہ فواں ڈاہیر ودیس کا نوبیری نام رکھنا اور معزز سرکاری کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کی عزت اور قیصری بجاروں میں کرسی نشین تھے ان کو بہت اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا۔ کہ تم حرامزادے ہو اور حرام کار ہو شریر ہو۔ بدذات ہو بے ایمان ہو احمق ہو ریاکار ہو شیطان ہو جھوٹے ہو۔ تم سانپ ہو سانپوں کے بچے ہو۔ کیا یہ سب لفظ معترض کی لے کو موافق فاش و گندی گالیاں نہیں ہیں۔

اس کے بعد صفحہ ۳۰ تک قرآن اور انجیل کے سخت الفاظ کی تفصیل کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ دشنام گوئی اور گالیاں نہیں بلکہ حق گوئی ہے۔ **اس کلام** کو دیکھکر دیانی کے حامی ہمارے ان الفاظ کو جو کاروائی کے حقیقی علماء پنجاب و ہندوستان کے اتفاق و اجازت سے اور کمال تحقیق و تدقیق سے لکھے گئے ہیں۔ بڑے سخت گوئی خلاف تہذیب بلکہ سراسر حق گوئی اور مسلمانوں کی خیر خواہی تسلیم کریں گے۔ اور ایسے مقابلہ میں دیانی کے ان الفاظ کو جو ہمارے اور اپنے تمام مخالفین علماء کے حق میں بے فیصلہ تہمانی۔ اور دروغ سراسر گالی دیانی ودیگر تصانیف میں شائع کرچکے ہے فحش گالیاں قرار دیں گے۔ اور کاروائی کے اس اصول بیان زائد کی حد جواز سے الخ خارج تسلیم کریں گے :- **امر سوم** کا دیانی نے یہ مباحثہ چھپوایا تو اسکے اکثر پرچوں کو الٹ پلٹ کردیا۔ سوال کوئی ہے اور اسکا جواب کوئی اور لگا دیا۔ ناظرین اسکے مطبوعہ مباحثہ کو ہمارے رسالہ سے مقابل کرکے ملاحظہ میں لائینگے تو اس کا دیانی کے دجال و کذاب ہونیکا یقین فرمائینگے

تمہید ختم ہوئی اب انشاء اللہ مباحثہ شروع ہوتا ہے

* یہ رسالہ ہے جسکا نام کاروائی ہے۔ جس کا مشہور نام برعکس نہند نام زنگی کافور۔ دافع البلیات ہوں رکھا ہے۔

قضی[1] بالشفعۃ للجار یا یہ کہ صرف خیال و استنباط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ فرما دیتے کہ آپنے ایسا ارشاد کیا ہے۔

پنجم۔ میری اوس منطوق[2] کے ہوتے وہ مفہوم قابل اعتبار ہے جو آپکے خیال مین ہے۔ و بناءً علیہ مین ابن عربی کا مصدق ہون۔ اور آپ اس دعوے مین صادق ہین فقط

ابو سعید محمد حسین ۲۱- جولائی سنہ ۱۸۹۱ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریر نمبر ہفتم از جانب کادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی

حضرت مولویصاحب آپ پھر سر کرر شکوہ کے طور پر تحریر فرماتے ہین کہ میرے سوال کا اب بھی جواب صاف الفاظ مین نہین دیا اور آپ[3] فرماتے ہین

---

[1] - یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے لئے شفعہ کا حکم دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر کسی ہمسایہ کو شفعہ دلوایا تو اس واقعہ سے راوی حدیث نے یہ فیصلہ اور حکم نکال لیا اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا اس نسبت سے یہ ثابت نہین ہوتا۔ کہ اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنا ہو کہ "ہمسایہ کو شفعہ دلانا چاہیئے"۔ یا اسکی مانند کوئی اور لفظ۔

[2] - جو (ص ۳۸۱ نمبر ۱۰ جلد ۱۲) مین منقول ہے۔

[3] - یہ تصریح و تکرار کے ساتھ کادیانی کا ہمارے سوال کو سمجھ لینے اور اسکا جواب صاف الفاظ مین مطلوب ہونے کا اعتراف ہے۔ مگر اس دلیری و حیا کو دیکھو کہ پھر بھی

کہ صاف الفاظ مین کہنا چاہیے کہ صحیحین کے جملہ احادیث بلا وقفہ و نظر واجب التسلیم اور صحیح نہیں ہین بلکہ ان مین موضوع یا غیر صحیح احادیث موجود ہین۔ یا اونکے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ اور آپ اُس بات کا جواب مجھ سے مانگتے ہین کہ صحیحین کی حدیثین سب کی سب صحیح ہین یا موضوع ہین یا مختلط ہین فقط

اما الجواب پس واضح ہو کہ احادیث کے دو حصے ہین۔ ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کے پیہ* مین کامل طور پر آگیا ہے یعنی وہ حدیثین جنکو تعامل کے محکم

اسنے اس سوال کا جواب صاف الفاظ مین نہین دیا۔ اُسے پرانے گول سول اور شرطی جواب کا کہ اگر حدیث صحیحین جسپر تعامل نہ پایا گیا ہو موافق قرآن ہوگی تو یقیناً صحیح اور واجب العمل سمجھی جائیگی" اعادہ کیا۔ اور اسکے ثبوت مین ہی ان ہی دلائل سابقہ کا کہ "قرآن سہیا رہے"۔ مکم ہے۔ وغیرہ وغیرہ" اعادہ کردیا۔ اس جواب کے ۲ صفحہ* مین ایک بات بھی ایسی نہین کہی جو پہلے جوابون مین نہ کہی ہو۔ تعامل کا ذکر اگلی تحریر رنجم مین ہے۔ باقی باتین موافقت و مخالفت قرآن و قطعیت و ظنیت احادیث کا ذکر اکثر جوابون مین ہے۔

کادیانی کے اتباع اور اسکے طرفدارون پر سخت افسوس و تعجب ہے۔ کہ وہ نہین سمجھ کر کے ان جوابون کو صحیح مان رہے ہین اور کادیانی کی چالبازیون کو نہین سمجھتے

الحق کادیانی کی محبت نے بحکم حبك الشئ یعمی ویصم انکو اندھا کر دیا ہے۔

ادا ۵ صفحہ آئندہ

۱۔ کادیانی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تعامل سے اسکا مراد عام لوگون کا عمل نہین بلکہ احادیث کا مستلزم عمل ہونا۔ گو انکے عمل مین لوگون کا اختلاف ہو یعنی بعض لوگون کا انپر عمل ہو بعض کا انکے خلاف پر عمل ہو اور اس قید تعامل سے

(از صفحہ گذشتہ)

* - آپ کی تلمی تحریر کے ۲ صفحہ ہین۔ جسکو رسالہ الحق مین ۱۰ صفحہ مین چھپایا ہے۔ خانہ الحکیم

ع۔ ایسا ہی اصل مین ہے شاید مراد اس سے پناہ ہے۔

اور قوی تاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پونچا دیا ہے جسمین تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸

ان احادیث کا علیحدہ و مستثنے کرنا اسکو منظور ہے جو واقعات آیندہ اور پیشگوئیون کے متعلق ہین اور انسے عمل کرنا مقصود شارع نہین بلکہ اعتقاد مقصود ہے۔

اس مراد و مقصود کادیانی پر دو الزام قائم ہوتے ہین۔ ایک یہ الزام کہ پہر تمام احادیث کو جو عبادات و معاملات وغیرہ امور دین کے متعلق ہین قطعی کہنا اپنی جہالت کا اظہار و اقرار کرنا ہے کیونکہ احادیث متعلقہ اعمال عبادات و معاملات کا اکثر حصہ ظنی ہے نہ قطعی۔ اس الزام کی تشریح ہماری تحریر نمبر ۸ مین اور جواب تحریر دوسرا الزام یہ کہ اس صورت مین احادیث کا وہ بڑا حصہ جو متعلق اعتقاد ہے اور اسمین توحید و صفات خالق و حالات برزخ و قیامت حشر و نشر وغیرہ کی نسبت اعتقاد کی تعلیم ہوئی ہے۔ حکم قطعیت سے خارج ہوتا ہے حالانکہ اس حصہ کا خصوصیت کے ساتھ قطعی ہونا ضرور ہے۔ احادیث متعلقہ اعمال تو ظنی ہونے کے ساتھ ہی مقبول اور واجب العمل ہین۔ اس الزام کی تشریح مین جواب تحریر ہشتم کادیانی مین ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ کادیانی اور اسکے اتباع نے جو مولوی کہلاتے ہین (جیسے حکیم نورالدین بہروی جمونی اور مولوی محمد احسن امروہی) احادیث مسیح و دجال کو ظنی و محل تاویل بنانے کے لیے جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو غیر قطعی اور اپنے ظاہری معانی سے مصروف ٹہرا دیا اور حکم و رتبہ اعتقاد کا کچہ لحاظ نہ کیا۔

کادیانی پر تو چندان افسوس نہین کیونکہ وہ تو علوم دینیہ سے محض اُمّی و اجنبی ہے۔ حکیم نورالدین و مولوی محمد احسن پر سخت افسوس و تعجب ہے کہ انہون نے کادیانی کی محبت مین اندہے بہرے ہو کر اپنا تہوڑا بہت پڑہا پڑہایا سبہی بہولا دیا۔ اور اپنی مولویت کو ڈبو دیا اور علم کو خاک مین ملا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

و پیشین گوئیہای متعلقہ واقعات باثبات شہادات چارکس اہل اسلام ایک سال کے عرصہ تک بھیجتی ہین۔ اور کمیٹی ان تحریرات کے مطالب کو اپنے رجسٹرون مین درج کرکے اُن تحریرات کی رسیدین باثبات دستخط تمام ممبران یا کم سے کم پانچ اشخاص کے فریقین کو دیتے رہے اور ان تحریرات کے نتیجہ کے ظہور پر اسکو اپنے رجسٹرون مین درج کرے اور اسپر جملہ ممبران یا پانچ ممبر اپنے دستخط ثبت کیا کرین۔ ایک سال کے بعد وہ کمیٹی فریقین کے سامنے انکی بشارات اور پیشینگوئیون کے نتائج کا موازنہ و مقابلہ کرے۔ پس جس فریق کیجانب کثرت ہو یعنے اُسکی بشارتین اور پیشین گویان فریق مقابل کی نسبت زیادہ سچ نکلین سکو مومن کامل تصور کیا جائے۔

وہی کمیٹی یا (کمیٹیان) اہل حاجات مختلف مذاہب اور مختلف مصائب مین مبتلا (مثلاً کوہڑی۔ اندھے۔ لنگڑے۔ یا کسی سخت سزا عبور دریا شور یا پھانسی کی حکم یافتہ یا اپنے پیارے مفقود الخبر کی غم زدہ یا لاولد ہونے کی مصیبت مین مبتلا) لوگون کو اشتہارات کے ذریعہ سے (جنکو آپ کے مخلص حواری میان غلام قادر صاحب ایڈیٹر و مالک پنجاب گزٹ سیالکوٹ مفت چھاپ دین گے) طلب کرکے اکٹھا کرین (یہان دو باتین آپ بیان کرنا بھول گئے) اول۔ یہ کہ اگر اشتہار و اذن عام کو دیکھ کر ہزارون کوہڑی یہ جمع ہونے کو تیار ہو جائینگے۔ تو انکی سکونت کے لیے کوہڑیخانہ لاہور مین میوہاسپٹل کے قریب یا اور کہین بنوانا پڑیگا یا خود کمیٹی کو قصبہ ترنتارن ضلع امرتسر پنجاب مین جہان کوہڑی بکثرت رہتے ہین جاکر ایک مدت تک کوہڑیون کے ساتھ رہنا ہوگا۔

امر دوم۔ کہ اُن کوہڑیون کا اگر وہ لاہور مین جمع ہونا چاہینگے خرچ خوراک کون دیگا۔ کیا وہی میان غلام قادر یا ان کے ہم زلف آپکے پہلے اور بڑے حواری حکیم نورالدین جنکے ہاتھ مین خزانہ ریاست جمون کا ایک حصہ ہے یا یہ خرچ ان بیچارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ضروریات[1] دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہین۔ سو ایسی حدیثین تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہونچ گئی ہین اور جو کچہہ ان حدیثون کو قوت حاصل ہے وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہین[2] ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے اور نہ وہ راویون کے وثاقت اور اعتبار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلہ تعامل پیدا ہوئی ہے۔ سو مین ایسی حدیثون کو جہان تک انکو سلسلہ تعامل سے قوت ملی ہے ایک مرتبہ یقین[3] تک تسلیم کرتا ہون لیکن دوسرا حصہ حدیثون کا جسکو سلسلہ تعامل سے کچہہ تعلق اور رشتہ نہین ہے اور صرف راویون کے سہارے سے اور انکی راستگوی کی اعتبار پر قبول کی گئی ہین انکو مین مرتبہ ظن[4] سے بڑھکر خیال نہین کرتا اور غایت کار مفید ظن ہو سکتی ہین۔ کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہین وہ یقینی[5] اور قطعی الثبوت

---

[1] لفظ ضرورت محاورہ اہل علم مین دو معنی مین مستعمل ہوا ہے۔ ایک بمعنی حاجت دوسرے بمعنے بداہت ضد نظریت۔ مگر یہان اس لفظ کے دو نو معنی صحیح نہین ہو سکتے۔ اس کی تشریح تمہاری تحریر نمبری ۸ مین ہو چکی ہے اور کچہہ جواب تحریر ہشتم کادیانی مین ہوگی انشاء اللہ تعالے۔

[2و3] یقین یا ظن سے کس نے سوال کیا ہے؟ ہمارا سوال تو مطلق صحت یا عدم صحت سے ہے آپنے قطعی و ظنی کی بحث کو چھیڑ کر ناحق خروج از بحث کیا جسکی یہ بارہوین دفعہ ہے اور اصلی جواب کو ٹلایا اور اپنے ناظرین و معتقدین کو اصل بحث مطلوب بہلا کر دوسری طرف لیجانا چاہا ہے۔

[2و3و4و5] ان فقرات کو ناظرین خیال کرین کادیانی نے اپنی تحریر نمبر ہشتم مین انکا خلاف [illegible] مین شمار کیا ہے۔ صفحہ فلان ملاحظہ ہو

خروج دفعہ ۱۲

طریق نہین بلکہ بہت سے آوازش[1] کی جگہ ہے۔ وجہ یہ کہ ان حدیثون کا فی الواقع صحیح اور راست ہونا تمام راویون کی صداقت اور نیک چلنی[2] اور سلامت فہم[3] اور سلامت حافظہ اور تقوی[4] طہارت[5] وغیرہ شرائط پر موقوف ہے اور ان تمام امور کا کماحقہ[6] اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا اور کامل درجہ کے ثبوت پر جو حکم رویت کا رکھتا ہے پہونچنا حکم محال کا رکھتا ہے اور کسی کو طاقت نہین کہ ایسی حدیثون کی نسبت ایسا ثبوت

---

۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۔ ایسا ہی اصل مین آوازش کا لفظ ہے جسکا مطلب دربطن کا دیانی ہے شاید اسکی مراد لفظ آویزش ہو۔ ان شروط و اوصاف راوی کے بیان سے آپنے یہ جتایا ہے۔ کہ فن حدیث کے کوچہ مین بہولے سے بہی کبہی آپکا گذر نہین ہوا۔ تقوی کی صفت نیک چلنی و صداقت وغیرہ صفات کی جامع اور اسپر حاوی ہے۔ پہر اس صفت کے ساتھ نیک چلنی و صداقت کو کیون ذکر کیا ہے۔ سلامت فہم کے ظاہری معنے یہی ہین کہ فہم راوی مین غلطی نہو اور اس معنے کر سلامت فہم شرط روایت نہین ہے۔

یہ امر ہمنے اپنی تحریر ہشتم مین آپکو جتایا تو آپنے تحریر ہشتم مین اسکا ایسا جواب دیا کہ وہ عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ چنانچہ اس تحریر کے جواب مین ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

طہارت سے ظاہری مراد وضو و غسل و تیمم وغیرہ ہی ہو سکتا ہے۔ سو کسی کے نزدیک روایت حدیث مین شرط نہین۔ نہ بوقت تحمل حدیث یہ طہارت شرط ہے نہ بوقت ادائے و روایت حدیث شرط ہے۔

۵۶۔ جسقدر اطمینان عمل کے لیے بکار ہے وہ تحقیق شروط رواۃ مین حاصل ہو چکی ہے۔ آپ اس کوچہ سے نابلد ہین۔ اسلیئے اسکو محال جانتے ہین۔ ہماری تحریر نمبری ۸ مین اسکی تفصیل ہے۔

کامل پیش کرسکے۔ کیا آپ ایسی کسی حدیث کی نسبت حلفاً بیان کرسکتے ہین کہ اسکے مضمون کی صحت کی نسبت کامل اطمینان اور سکینت مجکو حاصل ہے اگر آپ حلف اٹھانے پر مستعد بھی ہون تاہم مین خیال کرونگا کہ آپ ایک پورانے خیال اور عادت سے متاثر ہوکر ایسی جرأت کرنے پر آمادہ ہوگئے ہین ورنہ آپکو بصیرت کی راہ سے ہرگز قدرت نہین ہوگی کہ کسی ایسی حدیث کے لفظ لفظ کی صحت قطعی اور یقینی کی نسبت دلائل شافیہ جو غیر قوم کے لوگ بھی سمجھ سکین پیش کرسکین سو چونکہ واقعی حالت یہی ہے۔ کہ جسقدر حدیثین تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہین وہ حسب تفاضا اور بقدر اپنے فیض یابی کے یقین کے درجہ تک پہونچ گئی ہین۔ لیکن باقی حدیثین ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہین غائت کار بعض حدیثین اکثر ظن غالب کے مرتبہ پر ہین۔ اس لیے میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے۔ جو مین نے بیان کردیا ہے۔ یعنی مراتب صحت مین یہ تمام حدیثین یکسان نہین ہین بعض بوجہ

سلہ۔ احادیث صحیحین کی صحت کی نسبت یہ اطمینان لائق عمل حاصل ہے اور اسپر قسم جائز ہے (ہماری تحریر نمبری ۸ ملاحظہ ہو)۔

عہ ۳۲۱ ۴۲ ۔ پر قطعی وظنی کی بحث کرتا ہی اپنے پیرو اور خود ہر از بحث بتایا کیا جبکی یہ تیرہوین دفعہ ہے یہان اپنے ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھہرایا ہے اور تحریر نمبر ۸ مین اسکا خلاف کیا۔

سلہ ۱۲۵ سطر آخر ۔ اس مقام مین آپنے احادیث بخاری ومسلم کی ظنی صحت ماننے والون اہل حدیث کی نسبت کیا کچھ لکھدیا۔ جو آپکو اہل حدیث سمجھکر آپکے دام مین مبتلا ہین۔

پھر ان احادیث کو مخالف قرآن ہونے کی صورت مین انکو موضوع کہنے پر مستعد ہوگیا اظہار کیا اور آیندہ کے لیے احادیث صحیحین کے لیے راستہ نکال لیا۔ جو احادیث صحیحین کی برآنچہ خود دہوان حملہ ہے۔ مگر ایک شبہ مخالفت قرآن کی اڑمین جسکے وقوع کو آپنے

خروج دفعہ ۱۳

حملہ ۱۴

تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہونچ گئے ہین اور بعض بباعث محرومی رہبر کے اس تعلق سے ظن کیحالت مین ہین۔ لیکن ہر حالت مین کسی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہو موضوع قرار نہین دیسکتا اور مین سچے دل سے ایسات کی شہادت دیتا ہون کہ حدیثون کے پرکھنے کے لیے قرآن کریم سے بڑھکر اور کوئی معیار ہمارے پاس نہین ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کی حالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لیے معیار مقرر کیا ہے لیکن کبھی اونہون نے دعوی نہین کیا کہ یہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنی کرنیوالا ہے۔ اللہ تعالے قرآن کریم مین فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا یعنی اگر کوئی فاسق کوئی خبر

ازالہ مین صفحہ ۲۲۴ سے ۲۲۹ تک بیان کر چکے ہین۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۱۳ کے صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۲۵ وغیرہ مین آپ کی عبارات منقول ہین۔

۲؎ ۔ انکا یہ دعوے طشت از بام کا مصداق ہے وہ کبھی کسی حدیث کو اصول روایت سے صحیح ہو جانے کے بعد بھی صحت کے لیے قرآن پر عرض نکرتے اور یہ ملتے پیچھے آئے ہین۔ کہ حدیث بحکم اصول روایت صحیح ہو تو پھر وہ دوسری حدیث صحیح کے مخالف نہین ہوتی۔ چہ جائے کہ مخالف قرآن ہو (مہدی تحریر نمبری ۸ ملاحظہ ہو۔)

۳؎ ۔ اس آیت کو صرف امکان صدر کذب وغیرہ ذنوب کی نظر سے ثقہ و عادل محقق الثقہ والعدالۃ راویون پر لگانا اور انکو فاسق بنانا اور صدق کو معصوم مین منحصر کرنا اپنے مشرق کا اقرار اور چھپے رفض کا اظہار کرنا۔ مسلمان اہلسنت تو ظاہر العدالۃ راوی کی روایت کو راست اور صحیح سمجھتے ہین اور امکان صدر کذب کے لحاظ سے صحیح روایت کی عدم صحت تجویز نہین کرتے۔ اپنی تحریر نمبر ۸ کا دیانی نے صحیح احادیث کے راویون مین امکان کذب کی جو وجہ بتائی ہے۔ اسکا جواب اس تحریر کے جواب مین ادھر گا

لاوے تو اسکی اچھی طرح تفتیش کر لی جاے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بوجہ اسکے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم[1] ٹہرا نہین سکتا اور امکانی[2] طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب کا ہر یک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ لہذا روایت کی حالات صدق وکذب ودیانت وخیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات[3] درکار تھی تا ان حدیثون کو مرتبہ یقین[4] کامل تک پہونچائین۔ لیکن وہ تحقیقات[5] میسر نہین آسکی کیونکہ اگرچہ صحابہ[6]

[3و۴و۵] - جسقدر کامل تحقیقات صحت احادیث کے لیئے بکار ہے وہ میسر وحاصل ہو چکی ہے۔ آپ فن حدیث سے جاہل ہونے کے سبب بار بار یقین کامل کا لفظ زبان وقلم مین لاتے ہین صحت احادیث کے لئے ظن غالب (جسکے حصول کو آپ مان چکے ہین) کافی ہے۔

[۶و۱و۲ صفحہ آیندہ] - اس قول مین صحابہ کی حالات کو اور ائمہ حدیث تک احادیث کو پہچانے والے راویون کی حالات کو آپنے روشن اور یقینی کہا ہے اور ان دونو گروہ کے درمیان کی راویون کی حالات کو آپنے غیر یقینی ومشتبہ بتایا ہے۔ اور یہ ایسا کذب اور خلاف واقع قول ہے جسکی نہ قرارداد محدثین سے موافقت ہو سکتی ہے نہ کادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے۔

کادیانی کے اپنے قول واعتقاد سے اسکی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس قول سے دو سطر پہلے یہ کہہ چکا ہے کہ بجز نبی اور کوئی معصوم نہین ہے اور امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی ممکن الوقوع ہے اور یہ بہی وہ کہہ چکا ہے۔ کہ امکان کذب قطعیت ویقین کا مخالف ہے۔ پہر اسکا صحابہ اور ائمہ حدیث تک احادیث کو پہچانے والے راویون کیحالات کو یقینی قرار دینا اپنے سابق قرارداد اعتقاد کے مخالف نہین تو اور کیا ہے اور اگر اس قول کے وقت

کی حالات روشن تھی اور اُن لوگون کی حالات بھی جنہون نے آئمہ حدیث تک حدیثون کو پہونچا دیا لیکن درمیانی لوگ جنکو نہ صحابہ نے دیکھا تھا اور نہ آئمہ حدیث انکی اصلی حالت

کا دیانی نے اُس قول و اعتقاد سے رجوع کیا اور اسکو غلط سمجھا ہے تو پھر جیسے صحابہ و آئمہ حدیث تک رواۃ کیحالات باوجود امکان صدق و کذب وغیرہ ذنوب قطعی و یقینی ہین ویسہی درمیانی لوگون کی حالات باوجود اسی امکان کے یقینی ہونی چاہیے۔ کیونکہ انکی حالات کی تفصیل و بیان حالات صحابہ و رواۃ آئمہ حدیث سے کم نہین ہین۔ جسقدر کوئی صحابہ کی حالات مین تفصیل کرے اسیقدر ہمسے درمیانی راویون کی حالات کی تفصیل سن لے۔ قرار دادہ محدثین سے اس قول کا دیانی کی عدم موافقت کی یہ وجہ ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک جسقدر تفصیل حالات درمیانی راویون کی ہونی چاہیے۔ اسقدر ان لوگون کی حالات کی تفصیل نہین ہوئی جو آئمہ حدیث سے نیچے کے لوگ ہین اور انہون نے آئمہ حدیث تک حدیثون تک پہونچا دیا ہے۔ انمین بعض تو ایسے ہین جنکی حالات قلمبند ہی نہین ہوئی اور انکو اکثر لوگ نہین جانتے اور بعض ایسے ہین جنکی حالات قلم بند ہوئے ہین مگر وہ بہت تھوڑی تفصیل سے بیان ہوئی ہین۔

ہم ان لوگون مین سے جنہون نے اپنی تصانیف کے ذریعہ سے آئمہ حدیث تک حدیثون کو پہنچا دیا ہے صرف ایک شخص مؤلف مشکوٰۃ کے حالات اور اُن لوگون مین سے جو کتب حدیث کو آئمہ حدیث سے بطور سند روایت کرتے ہیں اُن ہین چند راویون کیحالات کا دیانی اور اسکے حواریون سے پوچھنا اور سننا چاہتے ہین اگر کا دیانی اور اوس کے تمام اعوان و انصار جو اہلحدیث کہلاتے ہین اُن لوگون کی حالات آئمہ حدیث اور صحابہ کے درمیانی راویون کیحالات کا عشر عشیر بھی بیان کرین تو ہمسے ہماری حیثیت کے موافق جسقدر چاہین انعام لین۔ اور اگر

سے پوری اور یقینی طور پر واقف نہیں انکی صادق یا کاذب ہونیکی حالات یقینی اور قطعی طور پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حالات اسقدر نہ بتا سکین تو اسبات کو تسلیم کرین کہ کادیانی نے انکی حالات کے علم وتفصیل کی نسبت جو دعویٰ کیا ہے وہ محض کذب ہے اور بے خبری وجہالت پر مبنی ہے۔ اور ان لوگون کی بیان حالات کو درمیانی راویون کے بیان حالات سے وہ نسبت بہی نہین جو ایک کو سو سے ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ محدثین کے نزدیک نقل وصحت روایت کا مدار ائمہ حدیث اور انکے مشہور تصانیف ہین جنکے اوپر کے راویون کی حالات ایسی تفصیل ووضاحت سے معلوم ہو چکی ہین کہ گویا وہ چشم دید حالات ہین۔ اور ائمہ حدیث سے نیچے کے راویون کی حالات کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہین ہے اور اسوقت سلسلہ اسناد صرف تبرک کے طور پر ہے نہ تصحیح روایات کی غرض سے جو محدثین سے اوپر کے اسناد سے مقصود تہا۔

امام ابن الصلاح (جو ساتوین صدی مین گذر چکے ہین) اپنی کتاب علوم الحدیث مین فرماتے ہین۔ اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرها حدیثا صحیح الاسناد ولم نجده فی احد الصحیحین ولا منصوصا علی صحته فی شیء من مصنفات ائمة الحدیث المعتمدة المشهورة فانا لا نتجاسر علی الجزم بصحته فقد تعذر فی هذه الاعصار الاستقلال بادراك الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید لانه من اسناد من ذلك الا وتجد فی رجاله من اعتمد فی روایه علی ما فی کتابه عریا عما یشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان فآل الامر اذا فی معرفة الصحیح والحسن الی الاعتماد علی ما نص علیه ائمة الحدیث فی تصانیفهم المعتمدة التی یؤمن فیها لشهرتها من التغیر والتحریف وصار معظم المقصود بما یتداول

کیونکر معلوم ہو سکتے ہین

من الاسانید خارجا عن ذالک ابقاء سلسلۃ الاسناد التی خصت بھا ھذہ الامۃ زادھا اللہ شرفا۔ اس عبارت کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو عبارت آئندہ کا ترجمہ ہے۔

اور طیبی شارح مشکوۃ (جو آٹھوین صدی مین ہوے ہین) شرح مشکوۃ کے مقدمہ مین جو جامع ترمذی مطبوعہ مطبع احمدی کے ابتدا مین سید شریف برہانی کے نام سے ملحق ہے۔ فرماتے ہین۔

ان زمانون مین محدثین نے جملہ شروط مذکورہ سے چشم پوشی کر لیا ہے۔ اور راوی کے عدالت کی جگہ اس امر کو کافی سمجھا ہے۔ کہ وہ مستور الحال ہو یعنی اسکا کوئی عیب معلوم نہو۔ اور اسکی ضبط حدیث سے اسقدر پر اکتفا کیا ہے کہ اسکی روایت ایسے دستخطون سے لکھی ہوئی ہو جسپر اسکا اعتماد ہو۔ اور وہ روایت شیخ کے مطابق ہو۔ یہ اسلیے ہوا کہ احادیث صحیح اور حسن وغیرہ کتب حدیث مین جمع ہو چکی ہین اس سے کوئی حدیث فوت نہین ہوتی

اعرض الناس فی ھذہ الاعصار عن مجموع الشروط المذکورۃ واکتفوا من عدالۃ الراوی بان یکون مستور الحال ومن ضبطہ بوجود سماعہ مثبتا بخط موثوق بہ وروایتہ من اصل موافق لاصل شیخہ وذالک لان الحدیث الصحیح والحسن وغیرھا قد جمعت فی کتب الائمۃ فلا یذھب شیئ منہ عن جمھم والقصد بالسماع ابقاء السلسلۃ فی الاسناد الخصوص بھذہ الامۃ۔

اور اسوقت روایت سننے سے مقصود صرف سلسلۂ اسناد کو باقی رکھنا ہے۔ جو

سو ہر ایک منصف اور ایماندار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکہنا پڑتا ہے کہ بغیر ان حدیثون کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور ہوتی چلی آئی ہین باقی تمام حدیثین کسی قدر

اس امت کا خاصہ ہے یعنی اسوقت اسناد اور حالات راویون کی نظر سے تصحیح احادیث ممکن نہین ہے۔

اور اگر آنکہ حدیث نیچے کے راویون کی حالات اونکے اور صحابہ کے درمیانی راویون کی نسبت زیادہ مفصل و مبین ہوتی تو محدثین پچہلے زمانون مین اسناد کی نظر سے تصحیح حدیث کے دروازہ کو بند نکرتے بلکہ پہلے زمانہ کی نسبت اسکو اور فراخ کرتے ہین اور آسان قرار دیتے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہوا۔ امام ابن الصلاح کے قول سے امام نووی وغیرہ نے خلاف کیا ہے تو صرف اس امر مین کیا ہے کہ پچہلے زمانون مین بہی تصحیح احادیث بنظر اسانید صاحب بصیرت و اہلیت کے لیے ممکن ہے یہ کسینے نہین کہا کہ پہلے یا درمیانی زمانون کی نسبت پچہلے زمانون مین راویون کی حالات زیادہ مفصل و مشروح ہو چکی ہے اسلیے ان زمانون مین تصحیح احادیث بنظر اسناد آسان ہے۔

اس بیان سے ثابت ہو۔ کہ کادیانی نے جو اس قول مین دعوی کیا ہے وہ محض کذب ہے نہ قرارداد محدثین سے اسکی موافقت ہو سکتی ہے۔ نہ کادیانی کے اپنے قرارداد و اعتقاد سے۔

(۲) تمہارا ہی ایمان یہ گواہی دیتا ہوگا۔ کہ صحیحین کی حدیثین تاریکی مین ہین مسلمانان اہلسنت کا ایمان تو یہ فتوے دیتا ہے کہ صحیحین کی جملہ احادیث تاریکی منافی صحت سے باہر ہین۔ عبارات فقہا و محدثین ہماری تحریر نمبر ۸ مین ملاحظہ ہون۔

تاریکی سے باہر نہین اور انکی اصلی حالت بیان کرنے کے وقت ایک متقی کی یہ شان نہین ہونی چاہیے کہ چشم دید یا قطعی الثبوت خبرون کیطرح انکی نسبت صحت کا دعوے کرے بلکہ گمان صحت رکھ کر واللہ اعلم کہدیوے - اور جو شخص ان حدیثون

۱ و ۲ و ۳ - ان الفاظ سے آپنے اپنے جہوٹھ کو کسیقدر راستی کا لباس پہنانا اور اس دہوکہ کے لمعہ سے ناواقف مسلمانون کو دام مین لانا چاہا ہے - انکو بظاہر یہ کہا ہے کہ جسقدر روشنی و یقینی ثبوت و صحت تام کا دنوی قرآن کی نسبت ہو سکتا ہے اوسقدر احادیث صحیحین کی نسبت نہین ہو سکتا اور اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ صحیحین کی صحت مشتبہ و شکی ہے - اور یہ سراسر دہوکہ و مغالطہ ہے -

صحت و ثبوت کا مرتبہ صرف ایک ہی نہین ہے جو قرآن کو حاصل ہے تاکہ احادیث صحیحین مین اس مرتبہ کے مفقود ہونے سے انکی صحت مین شک و اشتباہ لازم آوے - بلکہ قرآن سے اتر کر صحت و ثبوت کے مرتبہ سات اور ہین جنمین اعلی و ارفع مرتبہ صحیحین کے متفق علیہ احادیث کو حاصل ہے اور باقی چہہ مراتب اور احادیث کو حاصل ہین -

طیبی نے شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے و تتفاوت درجات الصحیح بحسب قوۃ شروطہ وضعفہا واول من صنف فی الصحیح المجرد الامام البخاری ثم مسلم وکتاباہما اصح الکتب بعد کتاب اللہ العزیز ++ واعلی اقسام الصحیح ما اتفقا علیہ ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ مسلم ثم ما کان علی شرطہما وان لم یخرجاہ ثم علی شرط البخاری - ثم علی شرط مسلم ثم ما صححہ غیرہما من الائمۃ فہذہ سبعۃ اقسام - ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر وغیرہ مین ہے

مولویون پر جو کادیانی کے مخالف ہین ڈالا جائیگا۔ شاید ان دونو امر کی نسبت آپکو کچھ الہام نہین ہوا۔ قافیہ الہام تنگ ہوگیا تھا تب ہی انکے بیان سے تعرض نہین کیا) اور ان سب اہل مصائب کی درخواستین لیکر ایک صندوق مین (اس صندوق کی نسبت بھی الہامی بیان نہین ہوا کہ وہ کراماتی صندوق (تابوت سکینہ) ہوگا۔ یا معمولی۔ دیسی یا ولایتی لکڑی کا یا لوہے کا اور اس کا خرچ اگر ولایتی لوہے کا ہو آپکے سر پڑیگا۔ شاید اسکا خرچ آپکے تمیرے حواری میان عبدالکریم سیالکوٹی اپنے ذمہ لینگے۔ کیونکہ انکو اس صندوق سے خصوصیت کے ساتھ ذاتی جسمانی فائدہ پہنچنے کی توقع ہوسکتی ہے) جمع کرتی ہے۔ اور ان سبکے نام بعقیدہ ولدیت وسکونت وپیشہ ومذہب ودیگر خصوصیت کمیٹی اپنے رجسٹرون مین درج کرے اور ایک مہینہ کے یا جسقدر مدت کے بعد کمیٹی مناسب سمجھے درخواست کنندگان اہل مصائب کی دو فریق بناوے۔ اور انکو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کادیانی اور اسکے مخالف مولویون مین تقسیم کردے۔ جس فریق کے حصہ مین جس قدر کے اہل مصائب آوین روز تقسیم سے ایک سال تک وہ فریق ان کے حق مین دعا کرتا رہے۔ پھر جس فریق کی دعا سے کثرت سے لوگ اچھے ہون وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

اسی کمیٹی کے سامنے کادیانی اور مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معانی بیان کرین جو پہلے کسی کتاب تفسیر مین بیان نہون یعنے پہلے کسی مسلمان کو نہ سوجھے ہون۔ پس جس فریق کے بیان کردہ معارف کمیٹی کے جلسہ مین صحیح وخالی از تکلف ثابت ہون وہ مومن کامل اور صاحب علم لدنی سمجھا جائے۔

اس امتحان مین مقابلہ کی وجہ کادیانی نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ یکطرفہ نشان دکھایا گیا تو اسکے مخالف مولوی کو اعتبار نہ آئیگا۔ اور عام لوگ چونکہ مولویون کی تابع ہوتے ہین لہذا وہ بھی ان نشانون کو نہ مانینگے۔ پھر کہا ہے کہ ہان اگر مولوی لوگ وعدہ دین کہ ہم

کی نسبت واللہ اعلم بالصواب نہین کہتا اور احاطہ تام کا دعوی کرتا ہے وہ بلاشبہ جھوٹھا ہے۔ خداوند کریم ہرگز پسند نہین کرتا کہ انسان علم تام سے پہلے علم تام کا دعوی کرے اسی قدر دعوی کرنا چاہیے جسقدر علم حاصل ہو۔ پہر زیادہ اس سے اگر کوئی سوال کرے تو واللہ اعلم

کادیانی نے غضب کیا اور ناواقف مسلمانون کو سخت دہوکہ دیا ہے۔ کہ ان سب مراتب ہفتگانہ صحت سے آنکھ بند کرکے صحت وثبوت کا ایک ہی مرتبہ (جو قرآن کو حاصل ہے) مقرر کیا۔ اور احادیث صحیحین کو اس مرتبہ سے خارج کرکے اس سے انکی صحت کا شک ومشتبہ ہونا نکال لیا۔ اور صحیحین پر یہ پندرہوان حملہ کیا۔ اور طرفہ یہ کہ اپنی تحریر نمبر ۱۰ مین کادیانی نے اسکا خلاف کیا اور جملہ احادیث متعلقہ عمل کو (جنمین احادیث محل اختلاف مثل حدیث رفع یدین وغیرہ کو بھی اسنے داخل وشامل کرلیا ہے) علی اختلاف المراتب قطعی صحیح اور واجب العمل تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ عنقریب ناظرین کو اسکی تحریر سے معلوم ہوگا۔

حملہ پندرہوان

مگر اسوقت اس دجال کو بحکم "دروغ گورا حافظہ نباشد" یہ خیال نہ آیا اور یاد نرہا کہ پہلے تو قطعی صحت کا مرتبہ ایک ہی قرار دیا ہوا ہے جو قرآن کو حاصل ہے۔ پہر مین ان احادیث کی قطعی صحت علی اختلاف المراتب کیون تسلیم کرتا ہون۔

یا یہ کہ وہ دیدہ دانستہ لوگون کو دہوکہ دیتا ہے۔ جس بات سے کوئی دام مین آوے اس سے اسکو دام مین لاتا ہے اور یہین اختلاف اپنے اقوال کا بھی کچھ لحاظ نہین کرتا۔ اور یہ سمجھ رہا ہے کہ جو قول کسیکی نظر مین پڑیگا وہ اسکے دام مین آئیگا۔ دوسرا دوسرے قول کے دام مین۔ سبھی لوگ سبھی اقوال کو کہان دیکھتے ہین کہ اختلاف وتعارض کا اعتراض کرینگے۔

بالصواب کہدینا چاہیے۔ سو مین آپکی خدمت مین کہول کر گذارش کرتا ہون کہ مین حصہ دوم حدیثون کی نسبت خواہ وہ حدیثین[1] بخاری کی ہین یا مسلم کی ہین ہرگز نہین کہہ سکتا کہ وہ میرے نزدیک قطعی[2] الثبوت ہین۔ اگر مین ایسا کہون تو خدا تعالے کو کیا جواب دون۔ ہان اگر کوئی[3] ایسی حدیث قرآن کریم سے مخالف نہو تو پہر مین اسکی صحت کاملہ کی نسبت قائل ہو جاؤنگا۔ اور آپ کا یہ[4] فرمانا کہ قرآن کریم کو کیون محک صحت احادیث ٹھہراتے ہو۔ اسکا جواب مین بار بار[5] یہی دونگا کہ قرآن کریم مہیمن اور امام اور میزان اور قول فصل اور ہادی ہے۔ اگر اسکو محک نہ ٹھہراؤن تو اور کسکو ٹھہراؤن۔ کیا ہمین قرآن کریم کے اس مرتبہ پر ایمان نہین لانا چاہیے جو مرتبہ وہ خود اپنی لئے قرار دیتا ہے دیکھنا چاہیے کہ وہ صاف الفاظ مین بیان فرماتا ہے واعتصموا[6] بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا۔ کیا اس حبل[7] سے حدیثین مراد ہین۔ پہر جس حالت مین وہ اس

---

[1] و [2] ۔ قطعی ہونے سے سوال نہ تھا اور نہ جواب مین اس سے تعرض کی ضرورت تہی آپ اس قطعیت کے ذکر و تعرض سے بار بار خروج از مبحث کرتے ہین جسکی یہہ چودہوین دفعہ ہے۔

[3] ۔ یہ قول صاف مشعر ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحین آپ کو مخالف قرآن معلوم ہوگی۔ (جیسی احادیث متعلقہ حضرت مسیح دجال ہین جنکو آپ ازالہ کے صفحہ ۲۲۴ وغیرہ مین اور تحریر نمبر ہشتم مین مخالف قرار دے چکے ہین) تو اسکو موضوع کہنے کے لیے آپ مستعد و تیار ہین۔ یہ احادیث صحیحین پر اسکا سولہوان حملہ ہے۔

[4] و [5] ۔ اس پرچہ مین مجھے یہ سوال کہین نہین کیا۔ اور جو جواب آپنے دیا ہے وہ بہی کوئی نیا جواب نہین ہمین پچھلی ہی باتون کا اعادہ ہے چنانچہ اس جواب مین آپنے خود اعتراف کیا ہے کہ مین بار بار یہی جواب دونگا۔ یہ ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہے جو صفحہ ۱۱۸ مین ہم کر آئین ہین۔

[6] و [7] ۔ احادیث صحیحہ مسلم الصحت قرآن سے جدا اور اسکے مخالف نہین تو وہ بہی حبل اللہ مین داخل ہین اور ان سے تمسک بعینہ قرآن سے تمسک ہے۔

خروج دفعہ ۱۴

حملہ ۱۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حبل سے پنجہ مارنے کے لیے تاکید شدید فرماتا ہے تو کیا اسکے یہ معنی نہین۔ کہ ہم ہر ایک اختلاف کے وقت قرآن کریم کیطرف رجوع کرین اور پھر فرماتا ہے۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً ونحشرہ یوم القیامۃ اعمی یعنی[1] جو شخص میرے فرمودہ سے اعراض کرے اور اسکی مخالف کیطرف مائل ہو تو اسکے لیئے تنگ معیشت ہے یعنی وہ حقائق اور معارف سے بے نصیب ہے اور قیامت کو اندھا اٹھایا جائیگا۔ اب ہم اگر ایک حدیث[2] کو صریح قرآن کریم کے مخالف پائین اور پھر مخالفت کی حالت مین ہی اسکو مان لین اور اس مخالف کچھ بھی پروا نکرین تو گویا اسبات پر راضی ہوگئے کہ معارف حقہ سے بے نصیب رہین اور قیامت کو آندھی اوٹھائے جائین پھر ایک جگہ فرماتا ہے فاستمسک بالذی اوحی الیک انہ لذکر لک ولقومک یعنی[3] قرآن کو ہر ایک امر مین دستاویز پکڑ تم سب کا اسی مین شرف ہے۔ کہ تم قرآن کو دستاویز پکڑو اور اسی کو مقدم رکھو اب ہم مخالفت[4] قرآن اور حدیث وقت مین قرآن کو دستاویز نہ پکڑین تو گویا ہماری یہ مرضی ہوگی کہ جس شرف کا ہمکو وعدہ دیا گیا ہے۔ اس شرف سے محروم رہین۔ اور یہ فرماتا ہے ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین۔ یعنی جو شخص[5] قرآن کریم سے اعراض کرے

---

[1] - حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین ہوتی تو پھر رجوع بحدیث رجوع بقرآن ہے نہ اعراض از قرآن۔

[2] و [3] - حدیث صحیح قرآن کے مخالف نہین بلکہ موافق اور اسکے اجمال کی مبین ہوتی ہے۔ تو دستاویز حدیث عین دستاویز قرآن ہے اور عین شرف جس کا اس آیت مین ذکر ہے۔

[4] و [5] - حواشی نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ صفحہ ہذا۔ و نمبر ۶ و ۷ صفحہ سابق ملاحظہ ہون۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جو چیز اسکے صریح مخالف ہے اُسکی طرف مائل ہو۔ ہم اُسپر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ اور حق سے اسکو پھیرتا ہے۔ اور نابینائی اسکی نظر میں آراستہ کرتا ہے۔ اور ایک دم اُس سے جدا نہیں ہوتا۔

اب اگر ہم کسی ایسی حدیث کو قبول کرلیں جو صریح قرآن کے مخالف ہے تو گویا ہم چاہتے ہیں کہ شیطان ہمارا دن رات کا رفیق ہو جائے اور اپنے وساوس میں ہمیں گرفتار کرے اور ہم پر نابینائی طاری ہو۔ اور ہم حق سے بے نصیب رہ جائیں۔ اور یہ فرماتا ہے اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔ یعنی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ مُتَشَابِهًا یشبه بعضه بعضًا لیس فیه تناقضٌ ولا اختلافٌ مَّثَانِیَ فیه کل ذکر لیکون بعض ذکرٍ تفسیرٌ بعضه تقشعر منه جلود الذین یخشون

---

۳۲ - اس آیت اور اس کی تفسیر سے (جو آپنے کی ہے) گو یہ ثابت ہو کہ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہیں ہے اور آپنے خود ہی اس آیت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا بلکہ دل زبان سے یہ قرار کرلیا ہے کہ عوام الناس کو سمجھانے کے لیے احادیث ہی بھی قرآن کی تفسیر ہوئی ہے۔ اور اس آیہ یا اسکی چار آیتوں سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ سبعت احادیث کا سماعت آیات شریفہ سے۔ پھر ان آیات کو اس مدعا کے ثبوت کے لیے پیش کرنے سے بجز تکرار بلا طائل و تطویل بلا طائل کیا مقصود ہے۔ آخری آیہ کی تفسیر میں جو آپنے حالات باطنی کی تشریح کی ہے یہ محض اجنبی ہے جسکو نہ ہمارے سوال سے کوئی تعلق ہے نہ آپکے جواب سے۔ لہذا اسکے بیان سے اپنے پندہ ہوئے وقوع خروج از مبحث کا ارتکاب کیا و معہذا اپنے آپکو اس ارتکاب سے مرتکب کیا۔ کیونکہ اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ربهم یعنی یستولی جلالته وهیبته علی قلوب الخاشعین تقشعر جلودهم من کمال الخشیة والخوف یجاهدون فی طاعة الله لیلاً ونهاراً لتحریك تاثیرات جلالیة وتنبیهات قهریة من القرآن ثم یبدل الله حالتهم من التالم الی التلذذ فیصیر الطاعة جزء طبیعتهم وخاصة فطرتهم فتلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله یعنی یسیل الذکر فی قلوبهم سیلان الماء ویصیر منهم کل امر فی طاعة الله بکمال السهولة والصفاء لیس فیه ثقل ولا تکلف ولا ضیق فی صدورهم بل یتلذذون بامتثال امر ربهم ویجدون لذةً وحلاوة فی طاعة مولاهم وهذا هو المنتهی الذی ینتهی الیه امر العابدین والمطیعین ویبدل الله الاهم بالذات۔

تشریح کا مضمون اپنے تفسیر رحمانی وغیرہ سے لیا مگر انکا حوالہ نہیں دیا بلکہ یہ جتایا کہ یہ آپکا ایجاد وطبعزاد ہے۔

ونیز اس تشریح مین مسلمانون کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا ہے کہ اس مضمون کے مصداق خود بدولت ہین اور اس مین کذب محض سے کام لیا۔ انکو خشیت ہیبت الٰہی ومعارف وحقائق قرآنی سے کیا تعلق۔ اطاعت وعبادت وذکر سے کیا نسبت اور جو یاتین آپ قرآن سے نکالتے ہین انکو دین سے کیا مناسبت۔ وہ تو ملحدانہ ومنافقانہ مفتریات ہین نہ معارف قرآنیہ ونکات (فتوی علماء ہندوستان ومنجاب باشاعۃ السنۃ نمبر ۱۳ جلد ۱۳ ص ۱۵۵ تا ۱۵۸ نمبر ۱۰ جلد ۱۴ ص ۲۹۲ تا ۲۹۵)

آپکی اطاعت وعبادت وذکر کا یہ حال کہ مدت العمر جمعہ جماعت کا التزام نہین رہا۔ آپ سے اور ذکر کیا ہوگا۔ نماز کے بعد تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ دفعہ سبحان اللہ والحمد للہ کہنا آپکو نصیب نہین ہوتا۔ آپکو دس ہزار روپیہ مالیت کی ملکیت کا دعوی ہے مگر کبھی زکوۃ نہین دی۔ ساٹھ ۶۰ سال عمر کو پہنچے مگر ابتک حج کعبہ کی توفیق نہ ملی۔ اخلاق کا یہ حال ہو کہ بازاری فحش اور عامیانہ گالیون سے آپکا قلم وزبان

اب ان تمام مجاہدسے جو قرآن کریم اپنی نسبت بیان فرماتا ہے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد عظیمہ کی آپ تفسیر فرماتا ہے اور اسکی بعض آیات بعض کی تفسیر واقعین یہ نہیں کہ وہ اپنی تفسیر مین بھی حدیثون کا محتاج ہی بلکہ صرف ایسے امور جو سلسلۂ تعامل کے محتاج تھے وہ اس سلسلہ کے حوالہ کر دی گئے ہین۔ اور باسوا ان امور کے جسقدر امور ہین انکی تفسیر بھی قرآن کریم مین موجود ہے ہان باوجود اس تفسیر کی حدیثون کے رد سے بھی عوام کے سمجھانے کے لیے جو لایعنیہ کی گردہ مین داخل ہین زیادہ تر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے لیکن جو اس امت ہین۔

تہین بچ سکتے آپ کا رسالہ شحنہ حق و فیصلہ اسمانی وغیرہ تصانیف اور ہمارا جواب فیصلہ اسمانی وغیرہ پڑھے اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ و ۱۳ ناظرین ملاحظہ فرمائینگے تو اس بیان کی پوری تصدیق و تائید کرین گے۔ ایسے اعتقادات و اخلاق و عبادات و طاعات والے اشخاص انکشاف معارف قرآنی کے محل ہون تو پردہ معارف یقیناً رحمانی نہین شیطانی ہونگے۔

۱ و ۲ و ۳ ۔ ان چار ون فقرون مین کادیانی نے عجب روباہ بازی کی ہے۔ اور کید کادیانی کی پوری داد دی اور شتر مرغی کر دکھائی ہے۔ پہلے فقرہ مین اسنے قرآن کا اپنی تفسیر مین محتاج احادیث ہونا بیان کیا ہے۔ دوسرے فقرہ مین اسکو تعامل کا جو احادیث متعامل* دسنن متواترہ مین پایا جاتا ہے۔ محتاج بنایا۔ تیسرے فقرہ مین دبی زبان سے حدیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم کیا۔ چوتھے فقرہ مین بجسر حقیقۃً انکا مفسر قرآن ہونا ظاہر کیا۔

اس روباہ بازی و شتر مرغی سے اسکا مقصود یہ ہے۔ کہ اگر جانب ثانی نے حدیث کا مفسر قرآن ہونا ثابت کر دیا تو مین کہونگا کہ مین نے حدیث کو مفسر قرآن ہونے

* یہ کادیانی ہی کے الفاظ ہین اسکی شتر مرغی سے کا حصہ وغیرہ مین ملاحظہ ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الا المطہرون کا گروہ ہے۔ وہ قرآن کریم کی تفسیروں سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے لیکن اس امر کا زیادہ کہنا چنداں

کب انکار کیا ہے (اور ایسا ہی آپ ہے وقوع میں آیا ہے نمبر ۸ میں جسنے حدیث کا مفسر قرآن ہونا بشہادت قرآن و حدیث و آثار ثابت کیا تو اسکے جواب میں آپنی تحریر نمبر ۸ میں آپنے صاف کہدیا کہ میں نے کہاں اور کس جگہ کہا ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر نہیں الخ) اور اگر جانب ثانی نے امکان ثبوت پیش نہ کیا تو اس انکار کے ذریعہ سے ان احادیث کو اڑا دیا جائیگا جنکو تفصیل نزول حضرت مسیح وغیرہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اسکے اس کلام سے اسکی غرض و مقصود کے مخالف نتیجہ نکال سکتے اور اسکو الزام دے سکتے ہیں۔ اسکے پہلے فقرہ کی نظر سے اسکو حدیث کے مفسر قرآن ہونے سے منکر ہونے کا الزام دے سکتے ہیں (چنانچہ نمبر ۸ میں جسے وقوع میں آیا ہے) اور اسکے تیسرے فقرہ کی نظر سے اسکو حدیث کے مفسر قرآن ہونیکا قائل بنا کر اسپر ان احادیث سے الزام قائم کر سکتے ہیں جو نزول مسیح وغیرہ میں قرآن کی تفسیر کر رہے ہیں۔ فقرہ سوم کے برخلاف دوسرے اور چوتھے فقرہ میں جو کادیانی نے قرآن کا امور غیر متعاملہ میں اپنا مفسر آپ ہونا امین حدیثوں کیطرف محتاج نہونا بیان کیا ہے۔ وہ محض غلط و خلاف واقعہ ہے۔ امور غیر متعاملہ کا بڑا حصہ وہ اعتقادیات ہیں جو حالات برزخ اور قیامت حشر و نشر و صفات بہشت و دوزخ میں وارد ہیں انکی تفصیل و تفسیر جو احادیث میں وارد ہے۔ اور اہل اسلام کے مختلف فرقوں میں وہ اتفاق کے ساتھ مسلم چلے آئے ہیں۔ وہ قرآن میں کہیں نہیں ہیں کادیانی وہ تفاصیل و تفاسیر قرآن سے نکالدی تو ہر ایک امر کی تفصیل پر ہمسے پانچ روپیہ انعام لے ورنہ ندامت کے ساتھ ان فقرات (۳ و ۴) کو واپس لے۔

ضروری نہیں ضروری امر تو صرف اسی قدر ہے کہ ہر یک حدیث مخالف ہونے کی حالت میں قرآن کریم پر پیش کرنی چاہیے چنانچہ یہ امر ایک مشکوٰۃ کی حدیث سے بھی حسب منشار ہمارے بخوبی طے ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی فاخبرتہ فقال اوقد فعلوھا قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انھا ستکون فتنۃ قلت ما المخرج

کادیانی اور اسکے اتباع نے صرف احادیث متعلقہ نزول مسیح کو ناقابل تفسیر قرآن بنانے کی غرض سے تفسیر قرآن ہونے کے لیے احادیث متعلقہ اعمال کو مخصوص کیا اور جملہ احادیث متعلقہ اعتقاد کو ناقابل تفسیر قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس اصول پر جملہ احادیث متضمنہ تفاصیل برزخ و حشر و نشر و احوال جنت و احوال دوزخ مہمل انکار ہو جائے گی۔ افسوس! افسوس۔ افسوس۔

۵۱۔ اسبات میں جو کچھ آپنے لکھا ہے۔ وہ کونسا ضروری امر تھا۔ اسکے بیان میں ہی آپنے خروج از اصل بحث و مطلب کیا جسکی یہ دوسری دفعہ ہے۔

۵۲۔ مخالفت معلوم و ثابت ہو جائے تو پھر عرض کی کیا حاجت ہے۔ عرض تو فاکلین عرض کے نزدیک بھی قبل از علم مخالفت و عدم موافقت ہونا چاہیے۔ آپ کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ سخن فہمی میں ایسے طاق ہیں کہ اپنی کلام کا مطلب بھی نہیں سمجھتے اور پر یہ دعویٰ کہ الہام و تفہیم الٰہی پر بھی شامل حال ہے اور روح القدس آپکا رہبر ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

کادیانی کی آنکھ ہے اور کانے ہو کر تقلب کرنے والے اور اسکی ان چھ سو یک مضمون سے لکھا ہوا و موئد من اللہ ہونا ثابت کرنیوالے اسکا اس قول کو بھی بخوبی سمجھ لیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عنها یا رسول اللہ ص قال کتاب اللہ فیہ نباء ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبار قصمه اللہ ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله اللہ وهو حبل اللہ المتین ..... من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حکم به عدل ومن دعا الیه هدی الی صراط المستقیم۔ یعنی روایت ہی حارث اعور سے کہ مین مسجد مین جہان لوگ بیٹھے تھے اور حدیثون مین خوض کر رہے تھے گذرا سو مین یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثون مین کیون لگ گئے۔ علی کے پاس گیا اور اسکو جا کر یہی خبر دی علی نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کی خوض مین مشغول ہین اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہین۔ مینے کہا کہ ہان۔ تب علی نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا یعنی دینی امور مین لوگون کو غلطیان لگینگی اور اختلاف مین پڑین گے اور کچھہ کا کچھہ سمجھ بیٹھین گے۔ تب مین نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی۔ تب آپنے فرمایا کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی اسمین تم سے پہلون کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگون کی بہی خبر ہے اور جو تم مین تنازعات پیدا ہون انکا انمین فیصلہ موجود ہے۔ وہ قول فصل ہے ہزل نہین جو شخص اسکو چہارونمین سے ترک کریگا خدا تعالے اسکو ہلاک کرے گا اور جو شخص اسکے غیر مین ہدایت ڈہونڈھے گا اور اسکو حکم نہین بنائیگا خدا تعالی اسکو گمراہ کردیگا

---

۱ و ۲ و ۳ و ۴ ۔ اس حدیث کا ہماری تحریر ہشتم مین کافی جواب دیا گیا ہے۔ یہان ناظرین اسکے ترجمہ کے الفاظ نمبر ۲ و ۳ و ۴ کو دیکھین کہ انمین احادیث سے احادیث نبویہ مراد بتائی ہے۔ اور اس سے پوری تحریف جو یہودیت کہلاتی ہے اختیار کی ہے اس تحریف سے آپنے وہ نتیجہ نکالا ہے جسکا ذکر حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۱۳۹ مین ہے۔

وہ حبل اللہ المتین ہے جسنے اسکے حوالہ سے کوئی بات کہی اُسنے سچ کہا اور جسنے اسپر عمل کیا وہ ماجور ہے اور جسنے اسکے رو سے حکم کیا اُسنے عدالت کی اور جس نے اسکی طرف بلایا اُسنے راہِ راست کیطرف بلایا رواہ الترمذی والدارمی۔

اب ظاہر ہے کہ اسحدیث مین صاف اور صریح طور پر خبر دی گئی ہے کہ اس اُمت مین فتنہ ہو جائیگا اور لوگ طرح طرح کے مذاہب نکال لینگے اور انواع اقسام اختلافات اس اُمت مین باہم پڑ جائینگے تب اس فتنہ سے مخلصی پانے کے لیے قرآن کریم ہی وسیلہ ہوگا۔ جو شخص اسکو محک اور معیار اور میزان قرار دیگا وہ بچ جائیگا اور جو شخص اسکو محک قرار نہیں دیگا وہ ہلاک ہو جائیگا۔

اب ناظرین انصاف فرماوین۔ کیا یہ حدیث باآوازِ بلند نہین پکارتی کہ احادیث وغیرہ مین جسقدر اختلافات باہمی پائے جاتے ہین انکا تصفیہ قرآن کریم کے رو سے کرنا چاہیئے ورنہ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اسلام مین تہتر فرقے ہو گئے ہین ہر ایک اپنی طرز حدیثین پیش کرتا ہے اور دوسرے کی حدیثون کو ضعیف یا موضوع قرار دیتا ہے۔ چنانچہ دیکھنا چاہیئے کہ

سلہ۔ اس نتیجہ کا ماخذ و مولد وہی تحریف ہے جو لفظ احادیث کے ترجمہ مین آپنے کی ہے اور درحقیقت کسی مسلمان کے نزدیک احدیث مین لفظ احادیث۔ نمبر ۱ (جو دعوی غیر مسلمہ ہوتی ہے) مراد نہیں بلکہ احادیث کے لغوی معنے لوگون کی باتین جو قرآن حدیث کے برخلاف۔ وہ اسوقت کر رہے تھے مراد ہین اسکی تفصیل تمہاری تحریر نمبر ۸ مین ہے۔ اور لفظ حدیث کو لغوی معنے تفصیل تشریح حواشی نمبر ۲ و ۳ تحریر نمبر سوم کا دیانی مین صفحہ ۲۱۹ شاملہ سنہ نمبر ۴ جلد ۱۳۔ مین ہو چکی ہے۔

سلہ۔ یہ محض غلط و مغالطہ ہے جو اختلافات اُمت محمدیہ کے بہتر فرقون نے فرقہ اہلسنت و جماعت نے کیا ہے وہ احادیث طرق جمع کرنے پر مبنی نہین ہے۔ بلکہ وہ اختلاف احادیث کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کرنے پر (جیسا کہ آجکل کا دیانی کر رہا ہے) مبنی ہے۔

کا دیانی کا یکطرفہ نشان دیکھکر اسکو مسلمان مان لینگے تو یکطرفہ نشان دکھانیکو ہی آپ حاضر ہین اس فیصلہ کے دنبالہ مین کا دیانی نے علمی مباحثہ کیطرف بھی اپنے مخالفون کو بلایا اور یہ کہا ہے کہ میرے مخالف میرے دعوے وفات مسیح مین مجھ سے بحث نہ کرسکے اور اس بحث کو جائز شروط پیش کرکے نہ۔ چکے تو مین نے یہ آسمانی گولہ چلایا ہے وہ اب بھی لاہور مین اگر مجھسے بحث کرین تو مین مباحثہ کے لیے بھی حاضر ہون۔ اور اسکے حواری اسپر یہ حاشیہ چڑھاتے پھرتے ہین کہ حضرت کا دیانی صرف اسی غرض سے لاہور مین آئے ہین کہ وہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے انکے بٹالہ چلے جانے سے پہلے بحث کرین۔ حضرت کا دیانی کو انکے بٹالہ چلے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ ہی لاہور مین نہ آتے۔ کئی ضروریات انکو اس مقصد سے مانع تھی یہ انکا ملتوی کرکے وہ لاہور مین اس غرض مباحثہ سے آئے ہین۔

اس دنبالہ کے اخیر مین آپنے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ دعوی وفات مسیح مین قرآن اور حدیث آپکے ساتھ ہے قرآن مین یہ کہین نہین لکھا کہ آنے والا مسیح حقیقی طور پر صلیب توڑے گا۔ قتل خنزیر کا حکم دیگا اور اسلامی حکم جزیہ کو منسوخ کرے گا اور کتاب صحیح بخاری مین یہ نہین لکھا کہ آنے والا مسیح ناصری نبی اسرائیلی ہوگا بلکہ اسمین یہ لکھا ہے کہ وہ تم مین سے اور تمہارا ایک امام ہوگا۔ اور لکھا ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہین۔ یہ ہے آپکے فیصلہ اور اسکے حاشی اور دنبالہ کا خلاصہ ہے اب اسمین ترمیم اور بجاے اسکے فیصلہ کی آسان تجویز بالتقسیم پیش کی جاتی ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ فیصلہ بوجوہ ذیل لائق نسخ و ترمیم ہے۔

وجہ اول یہ کہ قرآن مجید نے امتحان ایمان طریق یہ نہین بتایا کہ مدعی ایمان کو ان چار گانہ علامتون سے آزمایا جائے۔ انمین اسکا نمبر کم رہے تو اسکو کافر تصور کیا جائے۔ بلکہ امتحان ایمان کے لیئے آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ آسمانی قرآن اور آسمانی وحی

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

خود حنفیوں کی بخاری

معتزلہ جو سعافی گناہوں کے لیے شفاعت انبیاء سے منکر ہیں وہ

لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ (البقرہ ع ۳۴)	اس انکار پر اُن آیات قرآن سے تمسک کرتے ہیں جنہیں قیامت کے دن شفاعت بنو نیکا ذکر ہے اور اگر وہ جواب میں حدیث کیطرف رجوع کرتے اور اسمیں یہ صاف تصریح پاتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے اذن سے شفاعت کرینگے۔ اور آپ کی شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جو مشرک نہ ہو اور آپکی شفاعت آپکی اُمت یعنی مسلمان گنہگاروں کے لئے ہے۔ تو وہ انکار شفاعت سے بچ جاتے اور آیات نفی شفاعت سے یہ معنے کرتے کہ وہ کافروں سے مخصوص ہیں جنکے لیے خدا تعالےٰ اذن شفاعت نہ دیگا اور نہ انبیاء اور نکے لئے شفاعت کرینگے
++ استاذن علی ربی فی داره فیؤذن لی علیه فاذا رایته وقعت ساجدًا فیدعنی ما شاء الله ان یدعنی فیقول ارفع محمد واسك وقل تسمع اشفع تشفع متفق علیه۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۸)	
اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمۃ من قال لا الٰہ الا اللہ خالصًا من قلبه او نفسه رواه البخاری۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۱)	
شفاعتی لاهل الکبائر من امتی رواه الترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۶)	

شیعہ وغیرہ جو قیامت کے دن دیدار خدا سے منکر ہیں وہ اُنکے انکار پر اس آیہ قرآن

لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار (انعام ع ۱۳)	سے تمسک کرتے ہیں جسمیں ذکر ہے کہ خدا تعالےٰ کو کوئی آنکھ نہیں پا سکی اور

وسلم کی

اگر وہ اسباب بین حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اسمین یہ تصریح پاتے کہ تم خدا کو ایسا دیکھوگے جیسا چودھوین رات کے چاند کو دیکھتے ہو جسکے دیکھنے مین ایسین تم ازدحام نہین کرتے تو خدا کے دیدار کے قائل ہوجاتے اور اس آیۃ کے یہ معنے کرتے کہ دنیا کی آنکھین خدا کو نہین دیکھتی یا اسکے گنہ کو نہین پاسکتین۔

قال جریر بن عبد الله کنا عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ نظر الی القمر لیلة البدر فقال اما انکم سترون ربکم کما ترون هذا لا تضامون فی رویته (بخاری ص۱۰۸)

خوارج جو گناہ کے سبب مسلمانون کو کافر کہتے ہین تو وہ اس تکفیر پر اس آیۃ قرآن سے تمسک کرتے ہین جسمین ذکر ہے کہ جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے وہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا۔

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم خالدا فیها۔ (نساء ع ۱۳)

اور اگر وہ اسباب بین حدیث کی طرف رجوع کرتے اور اسمین یہ تصریح پاتے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہیگا اور اوسکے دلمین ذرہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نکالا جائیگا اور بہشت مین داخل ہوگا تو وہ مومن کو گناہ کے سبب کافر خارج از ملت نہ کہتے اور اس آیۃ کے سنے وہ یہ کرتے کہ جو شخص مومن کو اسکے مومن ہونے کی نظر سے مارے اور ایمان کو برا سمجھے وہ ہمیشہ آگ مین رہیگا۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ویخرج من النار قال لا الٰه الا الله وفی قلبه وزن ذره من خیر۔ فقال ابو عبد الله قال ابان حدثنا قتاده حدثنا انس عن النبی صلعم من کان مکان خیر (بخاری ص۱۱)

تحقیق

معتزلہ جو الہامات وغیرہ کرامات اولیا سے منکر ہین تو وہ اس انکار پر اس

ولا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدًا (سورۃ الجن ع ۲)

آیہ قرآن سے تمسک کرتے ہین جسمین بیان ہے کہ خدا تعالے اپنے غیب پر بجز رسول کسیکو مطلع نہین کرتا۔ اور اگر وہ حدیث کی طرف رجوع کرتے اور انمین بہت سے مواقع مین غیر نبی کا بعض امور غیب پر خدا کی طرف سے مطلع کیا جانا (جیسے حضرت عبد اللہ والد جابر کا جنگ احد مین سب سے پہلے اپنے شہید ہونے پر مطلع ہونا یا حضرت عمر کا کئی منزلون کے فاصلہ سے حضرت ساریہ کے جنگ مین بے موقعہ کھڑا ہونے کو دیکھ لینا وغیرہ وغیرہ) اور دیگر برکات وکرامات اولیاء کرام کو دیکھتے

عن جابر قال لما حضر احد دعانی ابی من اللیل فقال لا ارانی الا مقتولًا فی اول من یقتل من اصحاب النبی صلعم وانی لا اترک بعدک اعز علی منک غیر نفس رسول اللہ صلعم وان علی دینا فاقض واستوص باخواتک خیرا فاصبحنا فکان ابی اول قتیل رواہ البخاری

وعن ابن عمر ان عمر بعث جیشا واحمر علیہم رجلا یدعی ساریہ بینما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساری الجبل فقدم رسول

تو الہامات وکرامات اولیاء اللہ کے قائل ہو جاتے اور اس نفی کو جو آیہ سے مفہوم ہوتے ہی اس حالت وکیفیت پر جس سے انبیا مطلع کئے جاتے ہین یعنی وحی بحراست ملائکہ پر محمول کرتے۔ اسکے نظائر اور بہت ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ہاے ضالہ سے جو فرقہ گمراہ ہوا ہے وہ اسی سبب سے گمراہ ہوا ہے کہ اس فرقہ نے حدیث شارح قرآن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کیا ہے

احادیث

من الجیش فقال یا امیر المؤمنین لقینا عدونا فهزمونا فاذا یصائح یصیح یا سارق الجیل فاسندنا ظهورنا الی الجبل فهزمهم الله تعالیٰ رواه البیهقی فی دلائل النبوة - (مشکوٰة ص ۵۳۸ ج ۲)

اور انکے مقابلہ مین فرقہ اہلسنت وجماعت اس ضلالت سے اسی سبب سے بچے رہے۔ کہ وہ قرآن مسائل مین احادیث کیطرف رجوع کرکے قرآن کا وہ مطلب سمجھتے ہین جو اسکے شارح و مفسر احادیث سے ثابت و مفہوم ہوتا ہے اور وہی مطلب قرآن اس وقت کے سلف صحابہ کی جماعت نے سمجھا ہے۔ اور اس وجہ سے اس فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت رکھا گیا ہے۔ اس نام مین سنت سے مراد آنحضرتؐ کا قول و فعل و تقریر ہے جسکا دوسرا نام حدیث قولی و فعلی و تقریری ہے اور جماعت سے صحابہ کی جماعت مراد ہے جنکے اقوال افعال و تقریرات کتب حدیث مین مروی ہین۔

اس بیان سے صاف اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسوقت اور آیندہ بھی اس ضلالت سے وہی شخص بچیگا جو ذو الوجوہ آیات قرآن کا مطلب حدیث صحیح سے سمجھیگا اور جو شخص احادیث کو چھوڑ کر ایسی آیات کا مطلب اپنے فکر نارسا و فہم نارسا سے کچھ قرار دیگا وہ یقیناً گمراہ ہوگا اور سزاے جہنم کو جائیگا۔

اسی نظر سے حضرت فاروق اعظم نے فرمایا ہے چنانچہ سنن دارمی مین آیا ہے۔ کہ جو لوگ قرآن کی متشابہ آیتین پیش کرین انکو احادیث سے پکڑو کیونکہ حدیث والے قرآن خوب جانتے ہین۔

عن عمر بن الخطاب قال انه سیاتی ناس یجادلونکم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب الله تعالیٰ

اور سعید بن جبیر نے ایکدن ایک حدیث

وعن سعید بن جبیر انه حدث یوما

پرکس قدر

بحدیث عن النبی صلعم فقال رجل فی کتاب اللہ ما یخالف ھذا قال الا ارانی احدثک عن رسول اللہ وتعرض فیہ بکتاب اللہ کان رسول اللہ صلعم اعلم بکتاب اللہ منک (دارمی ص۲۸ و ۷۷)

بیان کی تو ایک شخص نے کہا کہ قرآن مین اس حدیث کا خلاف ہے تسپر اونہون نے فرمایا مین آن حضرت ؐ کی حدیث پڑہتا ہون اور تو اسکے مقابلہ مین قرآن پیش کرتا ہے رسول اللہ (جنہون نے یہ حدیث فرمائی ہی) تجہسے پڑہکر قرآن جاننے والے تھے یعنی یہ حدیث مخالف قرآن ہوتی تو آپ نفرماتے۔

اور اسی نظر سے امت محمدیہ کا اسپر اتفاق ہوا ہے چنانچہ شعرانی منہج

اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ۔ (منہج شعرانی)

مین نقل کیا ہے۔ کہ سنت کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنیوالی ہے۔

اور حضرت امام ابوحنیفہ کے پاس حدیث پڑہی جارہی تہی۔ ایک شخص

دخل علیہ مرۃ رجل والحدیث یقرء عندہ فقال الرجل دعونا عن ھذہ الاحادیث فزجرہ الامام اشد الزجر وقال لولا السنۃ ما فہم احدنا القرآن۔ (میزان کبری صفحہ ۶۳ ج ۱)

(کادیانی کا کوئی بہائی ہوگا) وہان آیا اور کہنے لگا ان احادیث کو چہوڑ دو تسپر حضرت امام ابوحنیفہ نے اوسکو سخت جہڑکا اور فرمایا کہ حدیث نہوتی تو ہم قرآن نہ سمجہتے۔

کادیانی نے جو اسوقت قرآن قرآن کہکر لوگون کو حدیث سے مستغنی و بے اعتقاد کررہا ہے اور حمقا و جہلاء فرقہ اہلحدیث کو دام مین لارہا ہے تو اس کا اصل مقصود یہی ہے۔ کہ لوگ قرآن کی ذوالوجوہ آیات کے جو معنے چاہین کرین اور اصلی دین قدیم وصراط مستقیم کو جسپر اہلسنت وجماعت کو چلنے کی توفیق ملی ہے چہوڑکر ملحد و مرتد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اعتراض ہین۔ تو اس حالت مین کون فیصلہ کرے۔ آخر قرآن کریم ہی ہے۔ کہ اس گرداب سے اپنے مخلص بندون کو بچاتا ہے۔ اور اسی عروہ وثقےٰ کے پنہ سے اسکو سچے طالب ہلاک ہونے سے بچ جاتے ہین۔

اور آپنے جو یہ دریافت فرمایا ہے۔ کہ اس مذہب مین تمہارا کوئی دوسرا ہمخیال بھی ہے۔ تو اسمین یہ عرض ہے۔ کہ تمام لوگ[۲] جو اس بات پر ایمان لاتے ہین کہ قرآن کریم درحقیقت حکم اور رہنما اور امام اور مہیمن اور فرقان اور میزان ہے وہ سب میرے ساتھ شریک ہین۔ اگر آپ قرآن کریم کی ان عظمتون پر ایمان لاتے ہین تو آپ بھی شریک ہین۔ اور جن[۳] لوگون نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہو جائین اور کم سے کم اہل بدعت وضلالت تو بنین ورنہ درحقیقت اسکو قرآن سے بھی کوئی اعتقاد نہین ہے قرآن کو وہ سچا اور لائق اتباع سمجھتا تو اسکی متعدد آیات متعلقہ معجزات مسیح وغیرہ کو صرف عقل کے مخالف سمجھکر کیون ترک کرتا (فتوی علماء ہندوستان پنجاب ملاحظہ ہو۔ جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ و ۵ وغیرہ جلد ۱۲ مین ہے

سلہ۔ محض کذب صریح مغالطہ ہے۔ حنفیہ کی مخالفت احادیث بخاری سے وجوہ اجتہادیہ پر مبنی ہے (چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ مین مفصل بیان ہوا ہے) کادیانی مین کچھ شرم وحیا ہے تو بتادے کہ علماء حنفیہ کو بخاری کی کس حدیث کی صحت پر اعتراض ہے۔ اور وہ کیا ہے۔

سلہ۔ یہ بھی محض کذب وصریح مغالطہ ہے قرآن مجید کو عام مسلمان حکم۔ رہنما۔ مہیمن فرقان وغیرہ جانتے ہین مگر خاص کر ان باتون مین کے فیصلہ کے لیے جو لوگ اپنی رای سے کرین اور انمین انکا باخود اختلاف ہو نہ حدیث صحیح نبوی مسلم الصحت کی صحت پرکھنے کے لیے جو وحی غیر متلو کہلاتی ہین اور وہ ہمیشہ موافق ومثل قرآن ہوتی ہے نہ مخالف قرآن۔ آپ بار بار یہ دعوی قلم مین لاتے ہین تو ہمکو بھی بار بار اسکا یہی جواب دینا پڑتا ہے

سلہ۔ اس حدیث مین یہ بیان نہین ہے کہ حدیث صحیح کے فتنہ سے بجز ذریعہ قرآن نجات ممکن نہین ہے۔

فرمایا ہے کہ ایک فتنہ واقعہ ہونیوالا ہے اس سے خروج بحجر ذریعہ قرآن کریم ممکن نہیں وہ لوگ بھی میرے ساتھ شریک ہیں اور عمر فاروق جنسے کہا تھا حسبنا کتاب اللہ وہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں اور دوسرے بہت سی اکابرین جنکے ذکر کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ صرف نمونہ کے طور پر لکھتا ہوں۔

تفسیر حسینی میں زیر تفسیر آیت وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کہا ہے کہ کتاب تیسیر میں شیخ محمد بن اسلم طوسی سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک حدیث مجھے پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کچھ مجھ سے روایت کرو اوسکو پہلے کتاب اللہ پر عرض کرو۔ اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو وہ حدیث میری طرف سے ہوگی ورنہ نہیں۔ سو میں اس حدیث کو کہ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔ قرآن سے مطابقت کرنا چاہا اور تیس سال اس امر سے میں فکر کرتا رہا۔ تو مجھے یہ آیہ ملی واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ اب چونکہ آپنے فرمایا تھا کہ پہلو نہیں سے کسی ایک کا تو نام لو۔ جو قرآن کریم کو محک جراتا ہے۔ سو مینے بحوالہ مذکورہ بالا ثابت کر دیا۔ تو اب اگر ضد نہ ہو تو کرمان لینا چاہیے۔

یہ مطلب اپنے لفظ حدیث کے معنے میں تحریف والحاد اختیار کر کے نکالا ہے۔ لہذا احادیث کے بیان کرنیوالے (گو کیسے ہی قوی یا ضعیف ہوں) آپکے ساتھ نہیں ہیں۔

۱۵۔ حضرت عمر فاروق کے قول مذکور کے یہ معنی نہیں کہ حدیث چھوڑ کر قرآن کافی ہے (چنانچہ ہماری تحریر نمبر ۸ میں اسکی تفصیل ہوئی ہے) لہذا حضرت عمر بھی آپکے ساتھ نہیں ہیں۔

۱۶ و ۱۷ و ۱۸۔ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ طوسی نے نہ حدیث مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ کی صحت لفظی کو قرآن سے ثابت کیا ہے۔ اور نہ اسکو عام مہمل ٹھہرایا چنانچہ تحریر نمبر ۸ میں تفصیل ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا یہ دو صاحب بھی آپکے موافق نہیں ہیں اور انکے فعل و قول سے آپکا مذہب ثابت نہیں ہوتا۔ اب آپ ہی کو مناسب ہے کہ اپنی ضد چھوڑ دیں۔

اور صاف ظاہر ہے۔ کہ چونکہ وہ تمام حدیثیں جو سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہیں صرف ظن یا شک[۱] کے درجہ پر ہیں فن حدیث کی تحقیقات[۲] ان کو ثبوت کامل کے درجہ تک نہیں[۳] پہونچا سکیں اس صورت میں اس محک مقدس سے انکی تصحیح کے لیے رد و نہ لیں۔ تو گویا ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ حدیثیں صحت کامل کے درجہ تک پہونچ سکیں۔

میں متعجب ہوں کہ آپ اس بات کے ماننے سے کیوں اور کسی وجہ سے رکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی احادیث کے لیے محک و معیار ٹھہرایا جائے کیا آپ قرآن کریم کی ان آیتوں کے بارے میں کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے کچھ شک[۴] میں ہیں۔

آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ اب آنکو بھی آنکھیں بند کر کے صحیح مان لینا چاہیے۔ لیکن میں سمجھ نہیں سکتا کہ یہ اجماع کن لوگوں نے کیا ہے اور کس وجہ سے واجب العمل ہو گیا ہے۔

۱۔ شک کے لفظ کو ناظرین دیکھیں اور پھر جملہ احادیث پر (جنمیں صحیحین داخل ہیں بلکہ وہ خاص مقصود بالحکم ہے) آپکے شکی ہونے کا حکم لگانے کو ملاحظہ فرماویں۔ یہ صحت صحیحین پر آپ کا سرحوان حملہ ہے۔

۲۔ وہ تحقیقاتیں جنکو صحت کامل نہیں تو پھر موافقت قرآن جو ایک موضوع حدیث کو بھی وصل ہو سکتی ہے۔ انکو کامل صحت تک کیونکر پہنچا سکتی ہے۔

۳۔ یہ آپ لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ورنہ آپ خوب جانتے ہیں۔ اور پرچہ نمبر ۵ میں مان چکے ہیں کہ بکو قرآن کی خوبیوں کی تسلیم میں کچھ شک نہیں بلکہ اسکا اقبال ہے (آپکی تحریر نمبر ۱ اور ہماری تحریر نمبر ۸ ملاحظہ ہو)۔

۴۔ حدیث صحیحین کے واجب العمل ہونے کو تو آپ بار ہا مان چکے ہیں۔ اب تمہارے کہنے سے ہم

دُنیا میں حنفی لوگ پندرہ کروڑ کے قریب ہیں وہ اس اجماع سے منکر ہیں۔
ماسوا اسکے آپ صاحبان بھی فرمایا کرتے ہیں کہ حدیث کو بشرط صحت ماننا چاہیے اور قرآن کریم بغیر کسی شرط کے ایمان لانا فرض ہے اب اگرچہ یہ بات پر تو ہمارا ایمان ہے کہ جو حدیث ثابت ہو جائے وہ واجب العمل ہے لیکن یہ بات ہرگز نہیں کیونکر ایمان لے آویں کہ ہر ایک حدیث بخاری و مسلم کی بغیر کسی شک و شبہ کے واجب العمل ماننی چاہیے یہ وجوب کس سند شرعی یا نص صریح سے پیدا ہوتا ہے کچھ بیان تو کیا ہوتا۔
تفسیر فتح العزیز میں زیر تفسیر آیہ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے

وغیرہ میں جلی قلم سے لکھ چکے ہیں کہ ہم صحیحین کو مانتا ہوں۔ بخاری کو ہم اکثر بعد کتاب اللہ یقین کرتے ہیں اور واجب العمل مانتا ہوں۔" اگر شک ہے تو وجوب عمل میں ہے نہ وجوب عمل میں تو فرمائیے کہ جائز ہے یہ پر یہ سوال صاف ہے یا وہ بھی ملتوی رہا۔ بینوا توجروا۔ اسکے جواب میں جو شق اختیار کریں گے اس سے آپکی ملمعی کھلیگی۔ کیا یہ کہنا کہ حدیث صحیح واجب العمل ہے کہ وہ کس سند کے ساتھ ثابت ہوا ہے؟ اور اسکا اقرار بشہادت یکم اگست ۹۱ء دلی قرار ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۲۰۵ - ان مغالطات کا مفصل جواب تحریر نمبر ۸ میں دیا گیا ہے۔

۳۰۵ - یہ آپکا بخاری و مسلم کو شکی ہونے پر کہنا اور انکے واجب العمل ہونے پر ایمان نہ لانے کا اقراری ہونا صاف یقین دلاتا ہے کہ بشہادت یکم اگست ۹۱ء وغیرہ میں آپنے وجوب عمل کا اقرار کیا ہے وہ منافقانہ اقرار ہے اور درحقیقت آپ اون کتابوں کی جلد حدیثوں کو واجب العمل نہیں سمجھتے اور وجوب عمل کے قائل ہونے کو ایک غلط دلی دلیل امر جانتے ہیں۔ یہ صحیحین پر آپکا اٹھارہواں حملہ ہے۔

حملہ ۱۸

لکہا ہے۔ کہ چنانچہ عبادت غیر خدا مطلق شرک و کفرست اطاعت غیر او تعالیٰ نیز بالاستقلال کفرست[1] و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ ربقہ تقلید او در گردن اندازد و تقلید او لازم شمارد با وجود ظہور مخالفت حکم او بحکم او تعالےٰ۔

اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بھی اپنے ایک خط[2] مین جو آپ ہی کے نام ہے جو لاہور کی گول سڑک کے باغ مین آپنے مجھے دیا تھا۔ قرآن کریم کی نسبت چند سطرین اسی امر کی تائید مین لکھتے ہین اور وہ یہ ہین۔ کہ فقیر را از ابتداء حال میلان بکلام رب عزیز بود

---

[1] ۔ یہ کہلم کہلا اشارہ ہے کہ محدثین کی تقلید بے دلیل سے احادیث صحیحین کو صحیح ماننے والے کافر ہین۔ کیونکہ وہ اس تسلیم و صحت مین غیر خدا کے اطاعت کرتے ہین۔ جسمین حکم خدا یعنی قرآن کی مخالفت پائی جاتی۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی بہت سی حدیثین مخالف قرآن ہین۔ یہ بخاری و مسلم پر کادیانی کا انیسوان حملہ ہے۔ جسمین اسنے بخاری و مسلم کی صحیح ماننے والون کو بہی شامل کرلیا ہے۔

کادیانی کو اہلحدیث جاننے والو! اب تو کادیانی کی اتباع سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ تمکو تسلیم صحت صحیحین کے سبب اپنا کافر ہونا ماننا پڑیگا۔ یا بخاری و مسلم کی تسلیم صحت سے دست بردار ہونا۔

[2] ۔ حضرت شیخنا و مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کے خط مین یہ تصریح کجا اشارہ بہی پایا نہین جاتا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث صحیح مِنْ دُوْنِہٖ مین داخل ہے۔ صحیحین کو اور دوسری کتب کیحدیث احادیث صحیحہ کو وہ نصب العین رکھتے۔ اور مدت العمر اپنا دستور العمل بنائے ہوئی تہی۔ کسی حدیث صحیحین کو انہون نے مخالف قرآن قرار دیکر مِنْ دُوْنِہٖ مین کبہی داخل نہین کیا۔ یہ امر انکے احباب و اصحاب و اولاد مین سے کسینے انسے نقل نہین کیا۔ کادیانی نے (جو انکی فیض صحبت سے محروم رہا ہے) خاکسار کے ذریعہ انکا یہ خط پاکر انپر افترا کیا ہے۔

حملہ نمبر ۱۹

خفی حدیث نبوی پر مدعی ایمان کے اقوال وعقائد کو عرض کیا جائے۔ پس اگر وہ اقوال وعقائد قرآن وحدیث کے مطابق ہوں تو اسکو مومن تصور کیا جائے ورنہ کافر۔

سورہ ممتحنہ میں ارشاد ہے تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آویں تو

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن واٰتوھم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذٰلکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم وان فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاٰتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن الآیۃ (ممتحنہ ع ۲)

(اے ایمان والو (ایمان کے دعوے والو) جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آویں تو (اِنکے ایمان) کا امتحان کرو خدا تعالےٰ کو اُنکے ایمان کا خوب علم ہے۔ تم اون کو مومن جانو تو اُنکو کافروں کیطرف نہ پھیرو۔ وہ اُنکے لیے حلال نہیں اور نہ وہ اُنکے لیے حلال ہیں اور ان (کافروں) کو (اُنکے) جو (مہر) دیا تھا۔

اور ارشاد ہے کہ اے نبی جب تیرے پاس مومن عورتیں اس پر بیعت کرنے کو آویں کہ وہ شرک نہ کرینگی چوری نہ کرینگی زنا نہ کرینگی اپنی اولاد قتل نہ کرینگی اور نہ بہتان لاینگی اور کسی امر معروف (حکم شرعی) میں تیری نافرمانی نہ کرینگی تو انسے بیعت کرلے

اور صحیح بخاری میں عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرنے والی عورتوں کا امتحان ایمان خدا تعالےٰ کے اس قول سے جسمیں شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار لیا گیا ہے کرتے ہر جو عورت اقرار کرتی اسکو فرما دیتے کہ میں نے تجھسے بیعت لی

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرتہ ان رسول اللہ کان یمتحن من ھاجر المؤمنات بھذہ الآیۃ بقول اللہ یا ایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک الی قولہ غفور رحیم قالت عائشۃ ممن اقر بھذا الشرط

ودعا کردم کہ یا آلہ العالمین دروازہ ہائے کلام خود برین عاجز باز کنید۔ سالہا شد ومصیبت بسیار شد تا بحدے کہ ہر جا کہ میرفتم بلا میشد ودل تنگ شد ناگاہ القا شد قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضاها۔ بعد ازان رو بقرآن شد وآیا تیکہ در باب بوجھ بقران بود القا شد اتبعوا ما انزل الیکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء وامثال آن تا بحدے کہ یکے وزدیدم کہ قرآن مجید پیش رویم نہادہ شد والقا شد ھذا کتابی وھذا عبادی فاقرء کتابی علی عبادی۔ پس یہ آیہ کہ مولوی صاحب اپنے القار کی رو سے ذکر فرماتے ہین کہ اتبعوا ما انزل الیکم کیسی فیصلہ کرنے والی آیت ہے۔ جس سے صریح اور صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اول توجہ مومن کی قرآن کریم کیطرف ہونی چاہیے پھر اگر اس توجہ کے بعد کسی حدیث[1] یا قول کو من وعن دونون مین داخل دیکھے تو اس سے مونہہ پھیر لیوے۔

پھر آپ مجھسے دریافت فرماتے ہین بلکہ مجھے الزام دیتے ہین کہ مینے مسلم کی حدیث کو اس وجہ سے ضعیف ٹھہرایا ہے کہ بخاری نے اسکو چھوڑ دیا ہے۔ اسکے جواب مین میری طرف سے یہ عرض[2] ہے۔ کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے اور اوس کا ضعیف ہونا اور بات اور چونکہ دشقی حدیث ایک ایسی حدیث ہے جو اسکے متعلق کی حدیثین بخاری نے اپنی کتاب مین لکھی ہین مگر اس طولانی حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اسلیے بوجہ تعلقات خاص اس حدیث کے جو دوسری حدیثون سے ہین یہ تک ہرگز نہین ہو سکتا۔ کہ بخاری صاحب اس حدیث کے مضمون سے بے خبر رہے ہین بلکہ ذہن اسی بات کیطرف انتقال کرتا ہے کہ انہون نے اپنی راے مین اسکو ضعیف

[1] ہماری تحریر نمبر ۵ مین تفصیل ثابت ہے کہ ضعیف و موضوع ہونا آپکے نزدیک ایک ہے اور آپ مسلم کی اس حدیث کو موضوع جانتے ہین۔

قرار دیا ہے سو یہ میرے طرف سے ایک اجتہادی امر ہے۔ اور میں ایسا ہی سمجھتا ہوں اسکو موضوع ہونے سے گو تعلق نہیں اور یہ بحث اصلی بحث سے خارج ہے۔ اسلیے میں اسمیں طول دینا نہیں چاہتا۔ آپکا ضیاع ہے جو جاہیں رائے قائم کریں پر کہنے والے خود میری اور آپکی رائے میں فیصلہ کرلینگے میرے پر اس امر کا کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا اور پہلے آپنے ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۲۶ کا حوالہ دیکر ناحق ایک طول اپنی کلام کو دیا ہے میری اس تمام کلام کا ہرگز یہ مطلب[1] نہیں ہے۔ کہ میں نے فیصلہ کے طور پر کسی حدیث مسلم یا بخاری کو موضوع قرار دیدیا ہے بلکہ میرا مطلب صرف تناقض کو ظاہر کرنا ہے اور یہ دکھلانا ہے کہ اگر تناقض کو دور کیا جائے تو پھر دو طور کی حدیثوں میں سے ایک کو موضوع ماننا پڑیگا سو میرے اس بیان میں فیصلہ کے طور پر کوئی حکم قطعی نہیں کہ درحقیقت بلاریب فلاں حدیث موضوع ہے بلکہ میرا تو ابتدا سے یہ مذہب ہے کہ اگر حدیث کی قرآن کریم سے کسی طور سے تطبیق نہو سکے تو وہی حدیث موضوع ٹھہرے گی یا وہ حدیثیں جو سلسلہ تناقل متواترہ حدیثوں سے یا جو ایسی حدیثوں سے مخالف ہوں جو کمی اور کیفی طور پر اپنے ساتھ کثرت اور قوت رکھتی ہیں وہ موضوع ماننی پڑے گی۔ اگر میں کسی حدیث کو مخالف قرآن ٹھہراؤں اور آپ اسکو موافق قرآن کرکے دکھلادیں تو میں اگر فرض کے طور پر اسکو موضوع بھی قرار دوں تب میں عند المطابق اپنے مذہب سے رجوع کرونگا میری غرض تو صرف اسی قدر ہے کہ حدیث کا قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہیے۔ ہاں اگر سلسلہ تناقل[2] کی رو سے کسی حدیث

---

[1] یہ مطلب ہے اور آپنے اچھے طور سے احادیث صحیحین متعلقہ رجال کو موضوع قرار دیا ہے۔
ہماری تحریر پر نظر غور سے ملاحظہ ہو۔

[2] احادیث سلسلہ تناقل سے آپ کی مراد وہ احادیث ہیں جو متعلق عمل ہیں جنمیں احادیث متعلقہ فروعات اختلافی ہی داخل و شامل ہیں۔ ایسی احادیث کو باوجود مخالف قرآن قطعی وحجت

کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر منافی[1] معلوم ہو تو اوسکو بھی تسلیم کر سکتا ہون کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ میرے نزدیک بہتر ہے۔ کہ آپ ان باتون کے ذکر کو جانے دین اور اس ضروری بات پر توجہ کرین کہ کیا ایسی حالت مین جبکہ ایک حدیث صریح قرآن کریم کے مخالف معلوم ہو اور سلسلہ تعامل سے باہر تو اسوقت کیا کرنا چاہیے۔ مین آپ پر اپنا اعتقاد بار بار ظاہر کرتا ہون کہ مین صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثون کو یون ہی بلا وجہ ضعیف اور موضوع قرار نہین دے سکتا بلکہ میرا انکی نسبت حسن ظن ہے ہان جو حدیث قرآن کریم کی مخالف معلوم ہو اور کسی طرح اس سے مطابقت نہ کہا سکے مین اسکو ہرگز منجانب رسول کریم یقین نہین کرون گا جب تک کوئی مجکو مدلل طور پر سمجھا نہ دیوے کہ درحقیقت کوئی مخالفت نہین ہان سلسلہ تعامل کی حدیثین[2] اس سے مستثنے ہین۔ پہر آپ فرماتے ہین کہ قرآن کریم کو حدیث کا معیار صحت ٹھرانے مین کوئی علمائے مین سلف مین سے تمہارے ساتھ نہین سو حضرت مین تو حوالہ دے چکا آپ ماننا نہ ماننا آپکے اختیار مین ہے۔

پہر آپ مجھسے اجماع کی تعریف پوچھتے[3] ہین مین آپ پر ظاہر کرتا ہون کہ میرے نزدیک

قوی ماننا۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو (کہ از انجملہ احادیث نزول مسیح و خروج دجال ہین) مخالف قرآن قرار دیکر غیر قطعی قرار دینا آپ ہی کا کام ہے جو نہ قطعی و یقینی کے معنے جانتے ہین۔ نہ تفاوت مراتب احکام و عقائد سے واقف ہین۔ اس امر کی تشریح کا دیانی تحریر نمبر ۸ کے جواب مین ہم کرین گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

[3] ۔ مینے آپ سے یہ نہین پوچھا کہ آپکے نزدیک اجماع کی تعریف کیا ہے۔ بلکہ یہ تین سوال کئے تھے۔ (۱) تعریف اجماع جو آپنے کی تہی وہ کس کتاب مین ہے۔ (۲) بعض صحابہ کے اتفاق کو اجماع کون کہتا ہے۔ (۳) باقی صحابہ کی سکوت پر نقل کی شہادت کہان ہے۔

آپنے ان سوالات کا جواب کچھ نہ دیا بلکہ سوالات کو بہلا دینے کی نیت سے جواب سوالات مین

اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے کہ جب صحابہ مین سے مشاہیر صحابہ ایک اپنی راے کو شائع کرین اور دوسرے باوجود سننے اس راے کے مخالفت ظاہر نہ فرماوین تو یہی اجماع ہے اسمین کچھ شک نہین کہ ایسے صحابے نے جو امیر المؤمنین تھے ابن صیاد کے دجال معہود ہونے کی نسبت قسم کہاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی راے ظاہر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار نہین کیا اور نہ کسی صحابی نے اور پھر اسی امر کے بارے مین ابن عمر نے بھی قسم کہائی اور جابرؓ نے بھی اور کئی اور صحابیون نے بھی راے ظاہر کی تو ظاہر ہے کہ یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہین رہا ہوگا سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے اور کون سی اجماع کی تعریف مجھسے آپ دریافت کرنا چاہتے ہین۔ اگر آپکے نزدیک باجماع نہین تو آپ جسقدر ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر صحابہ نے قسمین کہاکر اسکا دجال معہود ہونا بیان کیا ہے یا بغیر قسم کے اسبارے مین شہادت دی ہے دونو قسم کی شہادتین بالمقابل پیش کرین اور اگر آپ پیش نکر سکین تو آپ پر بن حل بوجہ ثابت ہو کہ ضرور اجماع ہوگیا تھا کیونکہ اگر انکار پر قسمین کہائی جائین تو ضرور وہ بھی نقل کیجاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم کو سنکر چپ رہنا ہزار اجماع سے افضل ہے اور تمام صحابہ کی شہادت سے کالتر شہادت ہی پر اگر یہ چیڑ جھاڑ فضول نہین تو اور کیا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہین کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر کب آنحضرت نے اپنی زبان سے اپنا ڈر ظاہر فرمایا ہے۔ مین کہتا ہون کہ تمام باتین تصریح سے ہی ثابت نہین ہوتین اشارہ سے بھی ثابت ہو جاتی ہین۔

پہلی بات کا اعادہ کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ سائل کو اسکا سوال بھلا دینا اور اسکو دوسری طرف لیجانا آپکی خبر تھا۔ مگر یہان مصرع ہر رنگے کہ ای شناسم کے مشاق و مصداق ہین۔ آپ کی ہر بول پہلیان ہین نہین بوجھتے۔ دیکھو تحریر نمبر ۸ مین آپکے اس جواب کی جیسی کیسی خبر لی گئی ہے جس سے آپکی یہ دھوکہ بازی خوب ظاہر ہوئی ہے۔

۵ یہ سلم ہے مگر جوابات آنحضرتؐ کا اشارہ سے ثابت ہونا کہ ہر قول نبوی آخر کہا نہین دیا جاتا اور اسکی نسبت

جس حالت مین صحابی کا یہ قول ہے کہ جس وقت تک آنحضرت ؐ بعد دیکھنے ابن صیاد کے زندہ رہے اسبات سے ڈرتے رہے کہ وہی دجال معہود ہوگا جبکہ لم یزل کے لفظ سے ظاہر ہے اس صورت مین کوئی دانا خیال کرسکتا ہے کہ اس طول طویل مدت کا ڈر ایک احتمالی بات تہی اور اس لمبی مدت مین کبہی آنحضرت نے اپنے مونہہ سے نہین فرمایا تہا۔ جس حالت مین آنحضرت ؐ آپ فرماتے ہین کہ ہر ایک نبی دجال سے ڈراتا رہا ہے اور مین بھی ڈراتا ہون تو اس صورت مین کیونکر سمجہ آسکتا ہے کہ جو ڈر[1] آنحضرت کے دلمین مخفی تھا وہ کبہی اس مدت مین کسی صحابی پر ظاہر نہین کیا۔ ماسوا اسکے جب ایک آدمی قال سے ایک بات بیان کرکے اسکا قائل ٹہرتا ہے ایسا ہی اپنے اشارات اور ایمارات اور حالات سے اسکو ادا کرکے اسکا قایل قرار[2] پاتا ہے سو

نہین کہا جاتا کہ آنحضرت ؐ نے وہ بات خود فرمادی ہے جیسا کہ آپنے کہا اور رسول اللہ صلعم پر افترا کیا آپکی تحریرات نمبر ۴ و نمبر ۵۔ اور ہماری تحریرات نمبر ۵ و ۶ و نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

[1] دیکہو دجال کا حال۔ آنحضرت کے دلمین کس دجال کا خوف تہا اور اسنے اسکو کس کا خوف نیا دیا۔ پہر اسکا ظہور لازمی ٹہرادیا۔ بے شک آنحضرت ؐ دجال موعود سے ڈرتے اور اس ڈر کا بارہا اظہار کرتے اور لوگون کو اس سے ڈراتے مگر وہ دجال آپکے نزدیک ابن صیاد ہرگز تہا وہ ہوتا تو آپ صاف فرمادیتے کہ یہی ابن صیاد دجال موعود ہے اس سے مین ڈرتا ہون اور اس سے پہلے انبیا ڈرتے چلے آئے ہین۔ اور اسکی علامات ایسی بیان نفرمائی جنکا ابن صیاد مین نام و نشان بہی پایا نہ جاتا تھا جیسے اسکے ساتہ آگ و پانی کی نہرین ہونا۔ اور اسکا ایک آدمی کو قتل کرکے زندہ کردینا وغیرہ وغیرہ جو نہ صرف صحیح مسلم مین بلکہ صحیح بخاری مین بھی مروی ہین۔ بلکہ وہ دجال اور ہے جسکا تفصیلی حال آنحضرت نے صحیح حدیثون مین فرمادیا ہے۔

[2] ہان قرار پاتا ہے مگر اس معنے کر کہ وہ اسکا معتقد ہے اور اس بات کو جائز رکہتا ہے یا پسند کرتا ہے نہ اس معنے کر کہ اسنے یہ بات بتصریح کہدے اور فرمادی ہے۔ اشارہ کو صریح قول قرار دینا تو محض کذب کہلاتا ہے جو آپسے وقوع مین آیا ہے آنحضرت نے

یہ کونسی بڑی بات ہے جسکی وجہ سے آپ مجکو مفتری قرار دیتے ہین۔ آپکو ڈرانا چاہیے انسان جو بے وجہ اپنی بہائی کی نسبت تجویز کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی جناب مین اس لائق ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا وہی تہمت اسپر کرے۔

خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے[1]۔ کہ مجکو پختہ طور پر اس بات پر یقین ہے۔ کہ اگر لم یزل کا لفظ حدیث مین صحیح اور مطابق واقعہ ہے تو اس کا مصداق بجز دنگرانی حالات ہرگز نہین ٹہر سکتا مثلاً[2] اگر کوئی شخص کہے کہ مین زید کو دس برس سے برابر دیکھتا ہون کہ وہ دہلی مین جانے کا

تو بقول آپکے ابن صیاد کے دجال ہونے کیطرف صرف اشارہ کیا تہا مگر آپنے اس اشارہ کو صریح قول نبوی سے تعبیر کیا اور اپنی تحریر نمبری ۵ مین لکہدیا۔ کہ آنحضرت نے آپ ہی فرمایا ہے کہ مین اپنی امت پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتا ہون اور آپنے ازالہ کے صفحہ ۵۵ مین لکہ دیا ہے کہ آنحضرت کیون فرماتے۔ کہ ہمین اسکے (یعنی ابن صیاد کے) حال مین ابہی شک و اشتباہ ہے۔ ان فقرات مین آپکا اشارہ نبوی کو جو آپکے نزدیک (نہ نفس الامر اور واقع مین) ثابت تہا۔ قول نبوی سے تعبیر کرنا اور اس تعبیر کیلیے اتنی لمبی عبارت از خود بنا لینا آنحضرتؐ پر افترا نہین تو پہر معلوم نہین افترا کس جانور کا نام ہے۔

[1] ۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ کہ آپ کو اپنے جہوٹ بولنے اور آنحضرتؐ پر افترا کرنیکا یقین ہو گیا ہے۔ مگر اب اس افترا پردازی کے اقبال سے آپکا منصب دجالیت مانع ہے۔ آپ یقین رکھتے ہین کہ مین نے اپنے کذب یا غلطی کا اعتراف کیا تو میرے دعویٰ پیغمبری و الہام و عصمت مین فرق آجائیگا۔ اور آپکی دجالیت کا پردہ پہٹ جائیگا۔

[2] نمبر ۱ صفحہ ۵ ۔ اس مثال اور احتمال کا مفصل جواب ہماری تحریر ہشتم مین ناظرین ملاحظہ کرین۔

ہمیشہ ارادہ رکھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائیگا کہ زید نے کبھی زبان سے مدت دس برس مین دہلی جانے کا ارادہ ظاہر نہین کیا۔ اور بفرض محال اگر یہ احتمالی امر ہے تو جیسا احتمال اسبات کا ہے کہ زبان سے کہنہ نکلا ہو یہ احتمال بھی تو ہے کہ زبان سے کہا ہو۔ لیکن لم یزل کا لفظ احتمال کے امر کو دور کرتا ہے۔ ایک مدت تک کسی امر کی نسبت وہ حالت بتائی رکھنا جسکا ادا کرنا زبان کا کام ہے صریح اسبات پر قوی قرینہ ہے کہ اتنی لمبی مدت مین کبھی تو زبان سے بھی کام لیا ہوگا۔

پھر آپ فرماتے ہین کہ تمہارا یہ کہنا کہ اگر آپ ابن عربی کی مخالف تھے تو کیون ناحق اونکا ذکر کیا باطل ہے کیونکہ میری کلام کے صریح منطوق سے مخالف ہے۔ مین کہتا ہون کہ آپکے کلام کا آپکے ابتدائی بیان مین یہ صریح منطوق بھی پایا جاتا ہے۔ کہ آپ ابن عربی کے مؤید ہے۔ اگر آپ مؤید نہین تو آپنے صحیح بخاری کی حدیث کیون نقل کی ہے جسمین لکھا ہے۔ کہ محدث بھی نبی کیطرح مرسل ہے۔ اور آپنے کیون محمد اسمٰعیل صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ محدث کی وحی نبی کیطرح دخل شیطان سے منزہ ہے اگر آپ بخاری کی حدیث کو نہین مانتے تو گذشتہ راصلوٰۃ ابھی اقرار کرین کہ مین محدث کی وحی کو دخل شیطان سے منزہ ہونیوالی نہین سمجھتا۔ تعجب ایکطرف تو آپ بخاری بخاری کرتے ہین اور

---

۳۰۲ - تائید صرف الہام رمفرتیہ کی ثبوت و وجودگی کی ہے نہ اس امر کی کہ علم و محدث کا قول دوسرے پر حجت ہوتا ہے اور نہ اس امر کی کہ اگر کسیکو احادیث صحیحہ اتفاقیہ کے برخلاف الہام یا تحدیث ہو تو وہ واقعی محدث اور منجانب اللہ ملہم ہے۔ ایسا شخص تو یقیناً شیطان کا مخاطب ہے۔ ہماری تحریر پشتم ملاحظہ ہو۔

۳۰۳ - مرد آدمی کہی تو امام بخاری کا صحیح نام محمد بن اسمٰعیل ہونہ سے نکال۔ اسمٰعیل امام بخاری کے والد کا نام ہے۔ نہ انکے نام کا جز۔ یہ علم و معلومیت اور یہ دعوی بینبری و تفہیم الہام الہی لاحول ولا قوۃ

بھر حرف سے بر مخالف ہوتے ہیں۔ پہ جبکہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی
حدیث صحیح میں تو اس صورت میں ہم آپکو ہمارے مذہب سے اتفاق کرنا پڑیگا۔ کیونکہ
آپکی مسلمہ پر یہ کہنا ہے کہ فلاں مسئلہ موضوع ہے اور وہ بناوٹ کی رو سے
اسپر قائم کیا جائے تو کیا آپ جس منشا سے ہماری یہ اعتقاد نہیں کرینگے کہ محدث کو وہ
حدیث موضوع مان لینی چاہیے۔ پھر جبکہ آپکا یہ قاعدہ ہے تو ہم نے آپ پر کیا افترا کیا۔
حضرت مولوی صاحب آپ ایسے الفاظ نہ لکھیں استعمال کرتے ہیں (اتقوا اللہ) کے
مضمون کو کہیں اپنے اندر قائم نہیں کرتے۔ منقری طعن اور ہنسی سے خارج
ہوتے ہیں۔ اور بناوٹی طور پر کسی بات کو کسی نہج سے گو غلط کیوں نہ ہو سمجھ لینا اور پھیرنا
اور بنا ڈالنا ایک اقعہ مسلمہ الحقیقت کے برخلاف کچھ بڑا ہنر نہیں ہے۔

آپکے خلاصہ سوال کی نسبت میرا یہی بیان ہے کہ میں اس طرح سے کہ جیسے حنفی لوگ
امام اعظم صاحب پر محض تقلید کے طور پر ایمان رکھتے ہیں بخاری و مسلم کی
کی صحت کو ظن کے طور پر مانتا ہوں اور تقلید نہیں کرتا ہوں۔ پھر کسی
روایت کی نسبت جو ہم نے نہیں کی ہے کہ مخالف کتاب ہوگا تو ہم نہیں ہوں گے اور نہ ہم
ہرگز اسکو قول رسول کریم نہیں سمجھونگا گو حدیث صحیح ہی ہو۔ اور قرآن کی جہاں تک
میں پہلے عرض کر آیا ہوں اور سب کچھ بیان کر چکا ہوں جب تک آپ نہیں کہتے کہ

---

۱۵ - مجتہد مین محض کرنے افترا ہے خصوصاً اسحاب مین کہ علمی قوی جانی جاتی ہے پھر آپ نہیں مانتے۔

۱۵ - اگر نفی صحت کہاں ہے آپ تو صحت صحیحین کو نکوں کو مستند قرار دیتے ہیں۔ حاشیہ ۱۲ و ۱۳ و غیرہ غیرہ ملاحظہ ہو۔

۱۶ - حدیث صحیحین کی قرآن سے مخالفت جو بیان کرنا اور اس خبط سے اسکی قول رسول ہونے سے انکاری ہونا ذکر کیا ہے
کے برابر ہو کہ صحت صحیحین کا کہ مسلم ہے نہیں مدعی صحیحین پر آپ کا بلیسوان ملاحظہ ہو۔

۱۷ - کیون صاحب ایک تو آپنے کسی بات کا اعادہ نہیں کیا۔ فھو شوم شوم۔ اس جواب مین آپنے وہ کونسی
نئی بات کہی ہے جو پہلے جوابون مین نہو۔ اب بھی اعادہ مین کیا کر رہی ہے تو کچھ اور
بھی فسر دیجیے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۲۱ جولائی

تحریر نمبر ہشتم از جانب خاکسار سنہ

افسوس۔ آپنے پھر بھی میرے اصل سوال کا جواب صاف اور قطعی نہ دیا اور نفرمایا کہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث جملہ صحیح ہین یا جملہ موضوع یا مختلط یعنی بعض صحیح ہین بعض موضوع۔ باوجودیکہ میرا سوال آپنے شروع تحریر مین نقل دیا۔ جس سے یہ گمان کرآپنے مطلب سوال نہ سمجھا ہو رفع ہوگیا۔ ہر چند آپنے یہ بات بصیغہ گہدی ہے۔ کہ اگر مین کسی حدیث صحیح بخاری و مسلم کو کتاب اللہ کے موافق نپاؤنگا تو اوسس کو موضوع نہ ٹھہراؤنگا کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ٹھہرونگا اور اپنے پرچہ نمبر ہم مین آپ صاف کہہ چکے ہین کہ ان کتابون کے ۔۔۔ مقامات ۔۔۔ تعارض ہے ۔۔۔ تو لغو ہے ۔۔۔ نہین۔ مگر اسمین یہ بات نہین ہے کہ صحیح بخاری

---

* ۔ مرزا صاحب کے جوابات ہمارے سوالات کے مقابلے مین بعض اوقات نوبادی نے سنو نواسکی نظر پر ایک لطیفہ یاد آیا وہ حکایت بیان کی اس حکایت کو اس مقام مین نقل کرنا لطف سے خالی نہیں۔ رئیس نکہ نے بیان کیا کہ ایک رسالہ کی ایک کمان افسر نوجوان صاحب نوجوانوں کو دو گھنٹہ دربار کرتے۔ اور اسمین اپنی فوج کے سرداران اور رسالہ کے بومیہ واقعات سنتے۔ ایک دن ایک سوار کی اونٹنی کھوئی گئی۔ صاحب کمان افسر کو یہ حال معلوم ہوا تو انہون نے رات کے دربار مین سردار اونٹنی سے ایک سے کہا۔ کہ سردار صاحب اس واقعہ کے متعلق مجھے آپ صرف تین باتون کا جواب دین اور کچھ نفرماوین۔ یہ اس لیئے کہدیا تھا کہ صاحب بہادر کو اس بات کا علم تھا کہ سردار صاحب بڑی باتونی ہین وہ مطلب کی بات کا جواب جلد نہ دینگے۔

و صحیح مسلم مین ایسی کوئی حدیث ہے یا نہین جسکو آپ اس اصول کی شہادت سے موضوع قرار دیتے ہین۔ اور طرفہ یہ کہ ان مقامات ازالۃ الاوہام مین جو میرے پرچہ نمبری (۷) مین منقول ہوئے ہین۔ آپ صحیحین کی بعض احادیث کو موضوع قرار دے چکے ہین۔ مگر اب پرچہ نمبر ۷ مین اس سے انکار کرتے اور یہ فرماتے ہین کہ "جو کچھ مینے وہان کہا ہے شرطیہ طور پر کہا ہے کہ بشرط تعارض و عدم موافقت و مطابقت وہ احادیث موضوع ہین۔ میرا وہ قطعی فیصلہ نہین ہے"

باوجودیکہ ان مقامات مین آپنے یہ شرط نہین لگائی۔ بلکہ ان احادیث کا باہم تعارض خوب زور سے ثابت کیا اور پھر اونکو موضوع قرار دیا ہے۔ آپکے میرے اصل سوال کا جواب نہ دینے اور ازالۃ الاوہام کی تصریحات مذکورہ پر چھ نمبر سے انکار کر جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ اس سوال کے دو نو شق جواب مین پھنستے ہین۔ اور کوئی شق قطعی طور پر اختیار نہین کر سکتے اگر آپ بہ شق جواب اختیار کرین کہ وہ احادیث سب کی سب صحیح ہین تو اس سے آپ پر سخت مصیبت عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ

نقد ماہنامہ ۱۵۵

وہ تین باتین یہ تہین کہ اونٹنی کس پڑاؤ پر کہوئی گئی اور کس تاریخ اور کسوقت۔ سردار صاحب نے یہ تہید شروع کی کہ حضور وہ اونٹنی جسنے ۲۵ روپے کو خریدی تہی اور اسکے ۵۰ روپے مانگے جاتے تھے۔ صاحب نے کہا سردار صاحب جسنے یہ بات آپسے نہین پوچھی جو جسنے پوچھا ہے اوسکا جواب دین۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ حضور وہ اونٹنی جسنے بکانیر کی منڈی سے خریدی تہی۔ پھر صاحب بہادر نے فرمایا کہ سردار صاحب یہ میرے سوال کا جواب نہین ہے۔ آپ میرے سوالات کا جواب دین۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ ہان حضور جواب دیتا ہون وہ اونٹنی سو کوس روز چلتی پھر صاحب نے پھر وہی عذر کیا کہ سردار صاحب زحمت نکرین صرف میرے سوالات کا

من المؤمنات قال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بايعتك كلاما (صحيح بخاری ص ۷۲۶)

اختلف فيما كان يمتحنهن به فقيل كان يستحلفن بالله ما خرجن من بغض زوج ولا رغبة من أرض الى أرض ولا لالتماس دين بل حبا لله ولرسوله ورغبة في دينه فاذا حلفت كذلك اعطى النبي صلى الله عليه وسلم زوجها مهرها وما انفق عليها ولم يردها اليه وقيل الامتحان هو ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فاذا علموا ان ذلك حق منهن لم يرجعن الى الكفار واعطى بعلها في الكفار الذين عقد لهم رسول الله صلعم صداقها الذي اصدقها واحلهن للمؤمنين اذا اتوهن اجورهن قاله ابن عباس وقيل ما كان الا امتحان الا بان يتلو عليهن رسول الله صلعم الاية وهي يا ايها النبي اذا جاءك المؤمنات الى اخرها۔ (فتح البيان ص ۲۹۸ ج ۹)

تفسیر فتح البیان وغیرہ مین لکہا ہے کہ اس امتحان کی تفسیر مین بعض علما کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان مہاجر عورتون کو قسم دیکر پوچھتے کہ وہ خاوند سے ناخوش ہوکر اور ہر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو پسند کرکے تو نہین آئین بلکہ محض خدا رسول کی محبت اور دین اسلام مین رغبت کے لیے آئین ہین۔ جب وہ اس پر قسم کہا لیتین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو کافر شوہرون کیطرف نہ پہیرتے اور ان کے مہر انکو واپس دیتے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ امتحان یون ہوا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑہتین جب اس کلمہ سے معلوم ہوتا کہ وہ مسلمان ہین تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو واپس نہ کرتے بلکہ انکی مہر واپس کردیتے۔

بعض کا یہ قول ہے کہ امتحان صرف اسطرح ہوا تھا کہ آپ ان کے سامنے وہ آیت قرآن جس مین شرک وغیرہ گناہ نہ کرنے کا اقرار ہے پڑہ دیتے۔

یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اقوال

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث آپکے عقائد مخدشہ جدیدہ کے صریح خلاف ہیں۔ ان احادیث کو صحیح مانکر آپکا کوئی عقیدہ جدیدہ قائم و ثابت نہیں رہ سکتا۔ اس وجہ سے آپنے یہ مذہب اختیار کیا ہے۔ کہ احادیث صحیحین کو بلا تدقیق و نظر صحیح تسلیم کرنا ان دین اور تقلید جاہلیہ ہے۔ اور اگر آپ یہ حق جوابا اختیار کریں کہ احادیث صحیحین سب کی سب موضوع یا ان میں بعض صحیح اور بعض موضوع ہیں تو اس سے عام اہل اسلام اور خصوصاً اہل حدیث جنکے بعض عوام آپکے پنجہ یا دام میں پھنس گئے ہیں آپسے بے اعتقاد ہوتے ہیں اور کذب یا فسق اور عیب کا فتوے لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ میرے سوال کا صاف اور تاملی جواب نہیں دیتے۔ صرف اس قدر لکھتے ہیں کہ اگر یہ احادیث صحیح مسلم کی احادیث کو موافق قرآن پائیں تو ہمیں بخوشی قبول ہیں۔ اور اگر نہ پائیں تو ہمیں بکار نہیں ہیں سے خوش نہیں ہیں۔ میں خواہ مخواہ یعنی قبل از وقت و بلا ضرورت انکی احادیث کو موضوع قرار دینا نہیں سمجھتا۔ ضرورت ہوگی یعنی تو ان سے انکی موافقت نہ ہو سکی تو موضوع قرار دونگا۔

ہر چند آپ سے میرا سوال جواب پوچھنا محض لغو و بیہودہ ہے کیونکہ میں آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ولیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ میرے سوال کا جواب دینے سے قطعی بری ہو گئے ہیں۔ اور میں وہ بھی جان بوجھ کر آپ سے ایسا سوال پوچھتا ہوں کہ آپ ۲۶ صفحہ بالا سے دو چند ۵۲ صفحہ میں ایسی ہی لایعنی اور فضول باتوں کا

جواب دین۔ اس پر بھی سر دست صاحب نے ان ہشتاد سوالوں کا کوئی جواب نہ دیا اور اپنی اونٹنی کی رفاقت عمری تمام کرنا شروع کیا۔ یہانتک کہ دربار کا وقت مقرری گذر گیا اور ان سوالات تحفہ کا جواب نہ دیا۔

اعادہ کرین گے جو اسوقت تک مکرر سہ کرر تحریر کر چکے ہین جن سے آپ کا تو یہ فائدہ ہے۔ کہ آپکے مرید حاضر مجلس یہ کہینگے اور کہہ رہے ہین کہ سبحان اللہ ہمارے حضرت مسیح اقدس کسقدر طولانی تحریرات کرتے ہین اور کتنے صفحہ کاغذات پر کرتے ہین۔ اور بیسیون آیات قرآن تحریر فرماتے جاتے ہین اور یہی فائدہ اس تحریر سے آپکو پیش نظر ہے۔ مگر میرے اوقات کا کمال حرج ہے مجھے اس بحث کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم کام دامن گیر ہین۔ لہذا اب مین آپ سے اس سوال کے جواب کا مطالبہ نہین کرتا۔ اور ناظرین و سامعین کو آپ کی طولانی تحریرات کے وہ نتائج بتانا چاہتا ہون۔ جن نتائج کے جتانے کی غرض سے مین ابتک آپ کے جواب پر نکتہ چینیان کرتا رہا ہون۔

میرا یہ مقصود ہوتا تو جو بات مین آپکے پرچہ نمبر ۳ کے جواب مین لکھ چکا تھا۔ کہ آپنے قبولیت حدیث کی شرط بتائی ہے۔ مگر یہ ظاہر نہین کیا۔ کہ یہ شرط احادیث صحیحین مین پائی جاتی ہے یا نہین۔ و بناءً علیہ وہ احادیث صحیح ہین یا نہین۔ اس پر اکتفا کرتا۔ اور اسیکے جواب دینے پر آپکو مجبور کرتا۔ اور دوسری کوئی بات آپ کی نہ سنتا۔ کیونکہ ہر شخص جسکو فن مناظرہ سے ادنیٰ مس ہو یہ بات سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب کوئی اپنے مناظر و مخاطب سے اصول تسلیم کرانا چاہے۔ و بناءً علیہ کوئی اصول پیش کرکے اوس سے دریافت کرے کہ آپ اس اصول کو مانتے ہین یا نہین تو اسکے مخاطب کا فرض صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اسکو تسلیم کرے یا اوس سے انکار کرے اس سے زیادہ کسی اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم کی وجہ بیان کرنا اوس کا فرض نہین ہوتا۔ یہ اس صورت مین اور اوسیوقت ہوتا ہے جبکہ اسکا مقابل صاحب تمہید اسکی تسلیم یا عدم تسلیم کے خلاف کا مدعی ہو اور اپنے ممہد اصول پر دلائل قائم کرے۔

آپنے میرے اصول کی نسبت تسلیم یا عدم تسلیم تو قطعی طور پر ظاہر نہین کی مگر ان

اصول کا خلاف ثابت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ سو بہی ایسے طور پر کہ اصل سوال سے غیر متعلق واجبی باتون مین خامہ فرسائی شروع کر دی۔ اس صورت مین مجہپر لازم نتہا کہ مین آپ کی کسی بات کا جواب دیتا یا اوس پر کوئی سوال کرتا مگر اسی غرض سے ابتک آپکے جوابات کے متعلق خدشے و سوالات کرتا رہا ہون کہ آپ کی کلام سے وہ نتائج پیدا ہون جنکو مین عام اہل اسلام پر ظاہر کرنا چاہتا ہون اس غرض سے مین اب آپکی تحریرات حال و سابقہ پر تفصیلی نکتہ چینی کرتا ہون جسکا وعدہ اپنی تحریرات سابقہ مین دی چکا ہون اس نکتہ چینی مین بالاستقلال تو آپکا پرچہ نمبر ۸ نشانہ ہوگا مگر اس کے ضمن مین آپکی جملہ تحریرات سابقہ کا جواب آجائے گا۔ بحول اللہ وقوتہ۔

آپ لکہتے ہین کہ احادیث کے دو حصے ہین اول وہ حصہ جو تعامل مین آچکا ہے اسمین تمام ضروریات دین اور عبادات اور معاملات اور احکام شرع داخل ہین یہ حصہ بلاشبہ صحیح ہے مگر اسکی صحت نہ روایت کی مدد سے ہے بلکہ تعامل کے ذریعہ سے دوسرا وہ حصہ جسپر تعامل نہین پایا گیا یہ حصہ یقیناً صحیح نہین ہے کیونکہ اس کا مدار صرف اصول روایت پر ہے اور اصول روایت سے صحت کا ثبوت اور کامل اطمینان نہین ہو سکتا۔ ہان۔ اس حصہ کی قرآن کریم سے موافقت ثابت ہو تو یہ بہی یقیناً صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اس قول سے ثابت ہے اور یہی جتانا اسوقت مدنظر ہے کہ آپ فن حدیث اور اصول روایت اور قوانین درایت سے محض ناواقف ہین اور مسائل اسلامیہ سے ناآشنا۔ آپ یہ نہین جانتے کہ ضروریات دین اصطلاح علماء اسلام مین کسکو کہتے ہین اور تعامل کی کیا حقیقت ہے اور وہ جملہ احادیث معاملات و احکام سے متعلق کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اہل اسلام کے نزدیک اصول تصحیح روایت کیا ہین۔ خاکسار ہر ایک امر سے آپکو اور دیگر ناواقف ناظرین کو مطلع کر کے یہ جتانا چاہتا ہے کہ جو کچہ آپنے کہا ہے۔ وہ

ناواقفی پر مبنی ہے اور وہ میرے سوال کا جواب نہیں ہو سکتا۔

پس واضح ہو کہ ضروریات دین وہ کہلاتے ہیں جو دین سے ضرورۃً یعنی بداہۃً اور بلا نظر و فکر معلوم ہوں نہ وہ امور جنکی طرف دین کی ضرورت یعنی حاجت متعلق ہو۔ ضرورت سے مراد امور متعلقہ حاجت ہوں۔ پس اس سے آنحضرت ؐ کی کوئی حدیث خارج و مستثنیٰ نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دین میں فرمایا ہے۔ وہ دینی حاجت و ضرورت کا متعلق ہے۔ اس صورت میں دوسرا حصہ احادیث جس کو آپ بیان صحیح نہیں جانتے۔ ضروریات دین میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ضروریات سے میری مراد وہی ہے جو تمتے بیان کی ہے کہ جو ہر جملہ احکام معاملات و مقصود کو ضروریات میں شامل کرنا غلط قرار پاتا ہے۔ احکام متعلقہ معاملات مکیہ عبادات جملہ ایسے نہیں جو بداہۃً دین سے ثابت ہوں۔

کہتا ہوں کہ [illegible] یہ صورت ہے۔ کہ ہر ایک شخص یا گروہ کے عمل میں آنے سے پہلے ہر ایک حکم شرع سے متعلق اس کو ضرور ہے۔ بعد اتفاق امور کو ضروریات دین سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے نماز پنجگانہ یا صوم کے تفاصیل ارکان و شرائط و قیودات و خصوصیات کے کہ ان امور فرعیہ دینیہ والی ہو یا ملا فرع امور اصلیہ دینیہ سے ہو جاوے ضروریات دین سے ہونا ضروری نہیں ہے۔ [illegible] کا نام تعامل کا اوعار محض غلط ہے۔

اور کوئی فریق یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارا طریق تعامل تمام اہل اسلام سے ثابت ہے۔ ان امور پر تعامل عام ہوتا تو اسمیں اختلاف ہرگز واقع نہ ہوتا جو لوگ کے نزدیک وضع و عدم صحت کی دلیل ہے۔ لہٰذا آپکا یہ کہنا کہ احادیث کا حصہ متعلقہ عبادات و معاملات تعامل سے ثابت ہے محض ناواقفی پر مبنی ہے اور اگر تعامل سے آپکی مراد

ف ۱ اس تحریر کے جواب میں جو آپنے تحریر نمبر ۳ میں تعامل کی تشریح کی اس سے آپکے

خاص خاص فرقون یا شہرون یا اشخاص کا تعامل ہے اور اس تعامل کو آپ قطعی صحت کی دلیل سمجھتے ہین تو آپ پر سخت مصیبت پڑے گی۔ کیونکہ یہ تعامل خاص ہر ایک قوم و شہر و مذہب کا باہم مختلف ہے۔ یہ موجب یقین ہو تو چاہئے۔ کہ جملہ احادیث مختلفہ جنپر یہ تعامل ہائے خاص خاص پائے جاتے ہین یقینی اور صحیح ہون اور یہ امر نہ صرف آپکے مذہب کے بالکل مخالف ہے بلکہ حق اور نفس الامر کے بھی مخالف ہے۔ اصول تصحیح روایت محققین اہل اسلام کے نزدیک یہ نہین جو آپنے قرار دیا ہے کہ وہ توافق قرآن ہے یا تعامل امت بلکہ وہ اصول شروط صحت ہین جنکا مدار چار امور ہین۔ عدل۔ ضبط۔ عدم شذوذ۔ و عدم علت۔ ان شروط مین جو آپنے سلامت فہم راوی کو داخل کیا ہے۔ یہ بھی آپکی فنون حدیث سے ناواقفی پر دلیل ہے فہم معانی ہر ایک حدیث کی روایت کے لئے شرط نہین ہے۔ بلکہ خاصکر اوس حدیث کے لئے شرط ہے جسمین بالمعنے حکایت ہو۔ اور جس حدیث کو راوی بعینہ الفاظ سے نقل کردے اوسمین راوی کو فہم معانی کو کوئی شرط نہین ٹھراتا۔ کتب اصول حدیث شرح نخبہ وغیرہ ملاحظہ ہون اسکے جواب مین شاید آپ کہین گے کہ احادیث سبھی بالمعنے روایت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ کے مقتدا سید احمد خان نے (جنکی تقلید سے آپنے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھرایا ہے چنانچہ عنقریب ثابت ہوگا)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

یہی مراد ثابت ہوتے ہین۔ لہذا جو اعتراض اس مراد پر وارد ہوتا ہے۔ وہ یقیناً آپ پر وارد ہے۔ تحریر نمبر ۸ کادیانی کا جواب ملاحظہ ہو۔

۲ و ۳ ۔ اس امر کا ثبوت پیش کرنے کا ہمکو تحریر نمبر ہشتم مین طوالت تحریر کے سبب موقعہ نہین ملا۔ وہ ثبوت اب پیش کیا جاتا ہے۔

احادیث مسلم الصحت کو صحیح اور درحقیقت قول نبوی قرار دینے کے لئے

کہا ہے تو آپکو اسپر اہل اسلام جو فن حدیث سے واقف ہین محض ناواقف کہینگے
سلف نے احادیث نبویہ کو بعینہ الفاظ سے نقل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض روایات

موافقت قرآن کو شرط ٹہرانے مین آپنے سرسید کی کاسہ لیسی کی ہے۔
اس مسئلہ کی کیا خصوصیت ہے جو بات آپنے تمام مسلمانون کے برخلاف اسلام
مین نکالی ہے اسمین سرسید کی متابعت و شاگردی اختیار فرمائی ہے۔
اس مسئلہ مین جو آپنے کہا ہے وہ ناظرین تحریرات فریقین پر مخفی نہین ہے۔
اب ناظرین آپکے پیر و مرشد سرسید کا کلام سنین اور فرع کی اصل سے فقرہ بفقرہ
مطابقت کرلین۔

سرسید نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲۰۔ جلد ۲ مطبوعہ یکم ذی الحجہ ۱۲۸۸ھ
مین ایک مضمون نمبر ۶۱ بعنوان "اقسام حدیث" شائع کیا ہے۔ اسکی تمہید مین
آپنے کہا ہے۔ انسان کی روحانی ترقی اور دنیاوی بہبودی اور حسن معاشرت اور
علم و تجربہ کا کمال بہت کچھ اسکے مسائل مذہبی کی تنقیح پر موقوف ہے۔ اوہام مذہبی کی
تاریکی انسان کے دل کو سیاہ اور اسکے دماغ اور عقل کو کند اور خراب کردیتی ہے۔
اس لئے جو لوگ مسلمانون کی ترقی علوم اور ترقی تہذیب و شایستگی پر بحث کرتے
ہین اونکو ایسے مسائل سے بحث کرنا جو غلطی سے ان چیزون کے مانع خیال کئے جاتے
ہین ناگزیر ہوتا ہے۔

(۲) منجملہ ان ہی موانع کے بہت سے مسائل ہین جنکی بنیاد غلط یا نامعتبر حدیثون
پر بہی ہوتی ہے۔

(۳) مسلمانون مین یہ ایک عام خیال ہوگیا ہے۔ جو بات کسی حدیث مین آئی
ہے اس سے انکار کرنا کفر یا خوف معصیت ہے۔ مگر اس بات پر خیال نہین جاتا کہ جب

نوٹ ان فقرات پر جو نمبر لگائے گئے ہین وہ سب ہماری طرف سے ہین۔

مین شک راوی موجود ہے۔ اگر صحابہ وغیرہ رواۃ سلف مین حکایت بالمعنے کا رواج ہوتا تو دو ہم معنے لفظون کو جیسے لفظ مومن و مسلم ہے شک سے بلفظ مومن او مسلم

ہم یہ بات سنین کہ فلان بات کسی حدیث مین ہے تو اول اس بات کی بہی تحقیق کرلین کہ آیا وہ حدیث بہی معتبر ہے یا نہین۔ اور درحقیقت وہ قول یا فعل یا تقریر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا نہین۔

(۴)۔ غالباً لوگ یہ سمجہتے ہونگے کہ تحقیق حدیث کا زمانہ گذر گیا۔ اور جو کچہ کہ اگلے علماء تحقیق کر کر لکہہ چکے ہین وہی احادیث محققہ ہین۔ اب ہمارے لئے صرف اتنی بات کا جاننا کافی ہے کہ وہ حدیث کتب حدیث مین مندرج ہے اور علماء نے اسکو صحیح کہا ہے۔

(۵)۔ ہمارا بہی مطلب اس مقام پر کسی نئی تحقیق سے نہین ہے۔ بلکہ ہم ان ہی حدیثون کی نسبت جو کتب حدیث مین مندرج ہین یہ بات دیکہنی چاہتے ہین۔ کہ ان مین کونسی حدیث درحقیقت قول یا فعل یا تقریر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور کونسی انکی نہین۔ بلکہ دوسرے شخص کی ہے۔ تاکہ ہم اپنے رسول مقبول کی کلام کو دوسرے شخص کی کلام سے بالکل جدا کرلین۔ پس اس مراد سے ہم اقسام حدیث کو جو علماء حدیث نے بیان کئے ہین اس مقام پر لکھتے ہین۔ اسکے بعد آپنے ایک قسم[1] حدیث بالمعنے بیان کیا ہے (یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے نقل نہ کیا ہو۔ بلکہ اپنے الفاظ سے آنحضرت ؐ کی مراد کو بیان کیا ہو) دوسرا قسم حدیث در حکم مرفوع (یعنی وہ حدیث جسکو بتصریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ صحابی کے ایسے قول کو جو عقل سے نہ کہا جاسکتا ہو

روایت نکیا جاتا اس مسئلہ کی تحقیق کتب اصول فقہ و اصول حدیث مین ہو اور ہماری تالیفات اشاعۃ السنۃ وغیرہ مین بھی ہے۔ آپ انکو ملاحظہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے سموع قرار دیکر حدیث نبوی قرار دیا گیا ہو) ۔
گیارہویں قسم حدیث معنعن (یعنی وہ حدیث کہ راوی حدیث نے بلفظ عن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو) بارہویں قسم حدیث مؤنن (یعنی وہ حدیث جسکو راوی نے بلفظ ان نقل کیا ہو) اور دیگر تمام حدیث موقوف۔ مقطوع معلق۔ مرسل یا منقطع۔ معضل۔ مدلس۔ مضطر (مضطر حدیث بھی تو کوئی نہین دیکھی نہ سنی شاید اس سے آپ کی مراد مضطرب ہو)
(۶)۔ اسکے بعد کہا ہے۔ یہ بارہ قسمین حدیث صحیح کی (یہ محض غلط و لبس ہے قسم سوم سے دہم تک کو محدثین صحیح و لائق دست آویز نہین سمجھتے۔ بلکہ ضعیف و ناقابل اعتماد قرار دے چکے ہین اور ان تمام کی حدیثون کو کہ کتب حدیث معتبر المصحہ کے مقاصد مین نہین لائے) جو بھی بیان کی ہین ایسی ہین کہ ہر عاقل شخص یہ بات کہیگا کہ انہین سے حدیث نبوی ہونا بھی ممکن ہے۔ اور انہین سے کسیکا بھی بالیقین حدیث نبوی ہونا ثابت نہین۔ پھر آپ فرماتے ہین
(۷)۔ علماء متقدمین نے جو کچھ کہا ہے اسکی نسبت قائم کی ہے وہ صرف ان کی رائے ہے کوئی حدیث یا حکم منجانب شارع اسپر نہین لیکن ہمارا بھی یہی مقصود ہے کہ جہانتک ممکن ہے ہم بھی ان راویون اور بزرگون کا ادب ملحوظ رکھین اور ہمیشہ دل سے حسن ظن انکی طرف رکھین۔ مگر ایسا کرنے مین بالکل اندیشہ نہو جاویگا اور کچھ بھی خیال نکرین بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان حدیثون کی حدیث نبوی ٹھہرانے کے لئے کوئی عمدہ اصول قرار دین پس وہ اصول یہ ہے۔

فرماوین۔ آپ شروط صحت کی تحقیق و ثبوت کو شکی فرماتے ہین و بنا علیہ صرف اصول روایت کو مثبت صحت قرار نہین دیتے یہ امر بہی فن

اول ہمکو دیکہنا چاہیئے کہ آیا وہ حدیث احکام قرآن مجید کے برخلاف ہے یا نہین اگر ہو تو ہمکو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ حدیث نبوی نہین۔ اسکے بعد چھ اصول آپنے اور بیان کئے ہین جو نیچری اصول ہین۔ اور پہر کہا ہے۔

(۸) اقسام مذکورہ بالا کی حدیثین تمام کتب مین یہانتک کہ بخاری و مسلم مین بہی موجود ہین پس ہم جو کچہ کہتے ہین وہ اسیقدر کہتے ہین کہ اس قسم کی حدیثون مین سے کسی حدیث کو صرف اسی وجہ سے کہ فلان حدیث کی کتاب مین (مثلاً بخاری مین یا مسلم مین کیونکہ بخاری و مسلم کا نام اوپر صراحۃً کے ساتھ لے چکے ہین) مندرج ہے حدیث نبوی کہنا نہین چاہیئے بلکہ ان اصول ہفتگانہ سے اسکا امتحان کرنا لازم ہے اسمین بہی وہ ٹہیک اور پوری اتری اسوقت اسکی نسبت حدیث ہونے کا ظن غالب رکہنا چاہیئے کیونکہ اس امتحان کے بعد بہی اس سبب سے کہ اس حدیث کی روایت ہی اس قسم کی ہے جس سے حدیث نبوی ہونے کا ثبوت نہین ہے اس حدیث کو بالجزم اور بالیقین حدیث نبوی نہین کہہ سکتے"

اس کلام کا فقرہ اولے تمہیدی ہے باقی فقرات مین جو کہا گیا ہے۔ وہ کادیانی کی کلام مین موجود ہے۔

فقرہ دوم و سوم مین جو احادیث کو غلط و نامعتبر کہا گیا ہے اور انکے درحقیقت قول و فعل و تقریر نبوی ہونے سے انکار کیا گیا ہے یہ آپ بخاری و مسلم کی نسبت بارہا کہہ چکے ہین اور ان احادیث کے درحقیقت احادیث نبوی ہونے سے انکار کر چکے ہین۔ فقرہ چہارم و پنجم و ہفتم و ہشتم مین راویان حدیث کی نسبت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حدیث سے آپکی ناواقفی کا مثبت ہے۔ مہربان من شروط کے تحقیق وثبوت مین محدثین نے ایسی تحقیق کی ہے۔ کہ اس سے علم طمانیت حاصل

حسن ظن وادب کا بھی اظہار کیا ہے اور انکے اصول روایت اور تحقیق کو مانکر انکی احادیث کو بظن غالب صحیح قرار دیا ہے ومعہذا اون احادیث کی بالتحقیق صحیح مان لینے کو اندراین قرار دیکر موافقت قرآن سے اُن کی صحت کا امتحان ضروری ٹھرایا ہے۔ یہ کادیانی کی اکثر تحریرات سابقہ وتحریر حال پسندہ نمبر ۸ مین پایا جاتا ہے۔ فقرہ ہشتم مین اور فقرہ ششم کے آخر مین جوان احادیث کا بالجزم والیقین کلام نبوی ہونا بیان کیا گیا ہے یہ بھی آپکی ہر ایک تحریر مین موجود ہے۔

ناظرین تحریرات کادیانی کو بغور وتوجہ ملاحظہ فرمائین گے تو یقین وایمان لائین گے کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کو مخالف قرآن ہونے یا غیر قطعی ہونے کے بہانہ سے رد کرنا۔ کادیانی نے سرسید سے سیکھا ہے اور جو کچھ اسباب مین اسنے کہا ہے وہ سرسید ہی کا اوجھ ہے۔

رہا بیان اس امر کا کہ سرسید کی ان باتون کا جنمین کادیانی نے اُن کی تقلید وشاگردی کی ہے کیا جواب ہو۔ سو اس مکان مین اجنبی ہے۔

یہ بیان ہمارے مضمون "حدیث نبوی اور نیچری وعیسائی" مین جو اشاعۃ السنہ جلد پنجم کے متعدد نمبرون مین (۲ سے ۵ تک) درج ہے شائع ومشتہر ہو چکا ہے۔ ناظرین ان نمبرون کو ملاحظہ فرماوینگے تو جان لینگے کہ ان تمام باتون مین سرسید احمد نے دہوکا کھایا۔ اور کادیانی وغیرہ اتباع وتلامذہ کو دہوکے کے گرداب مین ڈال دیا۔

علمار است محمدیہ بالاتفاق ناطق ہین۔ کہ امتحان ایمان کے لیے آسمانی اور قرآنی فیصلہ وہی ہے جو اُپر بیان ہوا ہے۔ کہ مدعی ایمان کے اقوال واعتقادات کو قرآن وحدیث پر عرض کیا جائے۔ نہ یہ کہ علامات چہار گانہ مجوزہ کادیانی سے اسکو آزمایا جائے کادیانی نے علامات مذکورہ سے امتحان کرنے کو قرآنی فیصلہ قرار دینے مین نہ صرف انصاف کا خلاف کیا بلکہ خدا اور قرآن پر صریح افترا کیا ہے قرآن مین اسکی تجویز کا کہین نام ونشان نہین ہے۔

اب کادیانی کے اس افترا سے تائب ہو۔ اور امتحان ایمان کا محک ومعیار قرآن وحدیث سیدالابرار کو تسلیم کرکے قرآن وحدیث سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے۔

ہر چند کادیانی نے زبان سے کلمہ شہادت پڑہتا اور منہ سے یہ بھی اقرار کرتا ہی کہ قرآن وحدیث مین جو امور ایمان قرار دیئے گئے ہین مین انکو مانتا ہون۔ ولیکن چونکہ اسکی تصنیفات مین اس اقرار کے مخالف صریح انکار پایا جاتا ہے لہذا اسکا صرف کلمہ شہادت پڑہنا اور زبان سے امور ایمان کو تسلیم کرنا لائق اعتبار نہین۔ اور یہ اس تسلیم واقرار کی مانند ہے۔ جو منافقین زمانہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع مین آیا۔ اور قرآن مجید نے اسکو صحیح وستبر نہین سمجھا۔ چنانچہ آیت منقولہ حاشیہ مین بیان ہوا ہے کہ جب منافق تمہارے پاس (اے رسول مقبول) آتے ہین تو یہہ کہتے ہین ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ خدا کے رسول ہین۔ یہ بات خدا تعالے بھی جانتا ہے (مگر) خدا گواہی دیتا ہے کہ منافق (اس گواہی دینے مین) جھوٹے ہین وہ جو کہتے ہین دل سے نہین کہتے۔

اذا جاءک المنفقون قالوا نشهد انک لرسول الله والله یعلم انک لرسوله والله یشهد ان المنفقین لکذبون

بنا علیہ کادیانی کو لازم ہے کہ اگر اسکا یہ اقرار اور کلمہ پڑہنا دل سے ہے تو وہ اپنے اس انکار سے رجوع مشتہر کرے اور ان کتابون کے (جنمین وہ انکار پایا جاتا ہے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جاتا ہے - محدثین نے ہر ایک راوی کے تحقیق حال مین کہ وہ کب پیدا ہوا - کہان کہان سے سفر کر کے اوس نے حدیث حاصل کی - کس کس سے حدیث

یہ احادیث صحیحہ کو ظنیت و مخالفت قرآن کے بہانہ سے رد کرنے مین کادیانی کے شاگرد ی سرسید کا ثبوت ہے - اب اور مسائل مخالفہ اسلام مین آپ کا شاگرد سید ہونا ثابت کیا جاتا ہے -

ان سب مسائل کو تفصیل و استیعاب سے اس مقام مین نقل کرنے کی گنجایش نہین - اس تفصیل کے لئے مستقل مجلد بکار ہے - اس مقام مین صرف چند مسائل بطور تمثیل ایک نقشہ کے ضمن مین نقل کئے جاتے ہین - جو تصانیف سرسید اور تصانیف کادیانی مین ان مسائل کا پتہ بتاوے - اور رسالہ اشاعۃ السنۃ مین ان مسائل کے مواضع جواب کی بہی نشان دہی کرے - وہ یہ ہے -

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے -	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	رسالہ اشاعۃ السنۃ مین اسکا محل جواب
۱	اپنے خیالی نیچر کو خدا کی قدرت کا قانون قرار دینا - اور اوسکی دستاویز سے عقائد اسلام کو رد کرنا -	توضیح مرام صفحہ ۶ و ۹ ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۵ و ۱۴۶ جنکی اصل عبارات رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۳ مین بضمن فتوے منقول ہین	تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ جلد ۵ تہذیب نمبر ۲ جلد ۶ - و تہذیب ماہ رجب ۸۶ھ	نمبر ۳ ج ۶ نمبر ۸ ج ۲ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۳ و نمبر ۸ ج ۴ *

* نوٹ - اس نمبر مین یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نیچر کوئی شخص و مقرر امر نہین ہے

سنی کس کس نے اوس سے حدیث سنی کونسی حدیث مین وہ متفرد رہا۔ کس حدیث مین اوسے وہم ہوگیا ہے۔ کس شخص نے اوسکی حدیث کو بلحاظ تحقق شروط

	مضمون سلسلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے۔	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۲	حضرت مسیح کے معجزات خلق طیور و احیائے موتے وغیرہ کے حقائق مشہورہ سے انکار کرنا اور انکو مسمریزم یا عمل الترب قرار دینا۔	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۰۳ و صفحہ ۳۰۵ و صفحہ ۴۴۲ و صفحہ ۲ وغیرہ جنکی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ جلد ۱۳ مین منقول ہوئی	تفسیر القرآن جلد ۲ سید احمد خان صفحہ ۲۲۵ و صفحہ ۲۲۶ و صفحہ ۲۲۷ وغیرہ۔	جلد ۱۴ کے متعدد نمبر جو ہنوز زیر طبع ہین۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۷۰

اسکا تقرر و تشخص انسانی قدرت سے باہر ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ کادیانی نے خود اس امر کو سرمہ چشم آریہ مین ثابت کیا ہے اور اسکے صفحہ ۱۳ سے ۲۴ تک یہ بیان کیا ہے کہ اپنے مشاہدات و تجربہ کو خدا کی قدرت کا قانون و معیار ٹھہرانا کامل درجہ کا کفر و بے ایمانی و ادبی ہے۔ اور اسکے صفحہ ۴۷ سے ۵۲ تک ایسے نظائر بیان کئے ہین جسکو بظاہر قانون قدرت کے مخالف سمجھا جاتا ہے اور درحقیقت وہ قانون قدرت کے مخالف نہین ہین۔

صحیح کہا کس نے ضعیف قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ دفترون کے دفتر لکھدیئے ہین۔ وبناءً علیہ ہر ایک حدیث کی نسبت جس کو ائمہ محدثین خصوصًا امامین ہمامین بخاری

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے۔	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ۔	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ۔	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب۔
۳	حضرت مسیحؑ کا صلیب پر چڑہایا جانا	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۷۱ سے صفحہ ۳۸۲	تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۴۵۔ *	بشرح نمبر ۲

* نوٹ۔ ان دونو حوالون کی مصدق عبارات مضمون نمبر ۴ کے حوالجات مین منقول۔

ناظرین اصل ازالہ کادیانی وتفسیر سید احمد خانی مین ان عبارات کو تمام وکمال ملاحظہ فرمائینگے تو یقین لائینگے کہ کادیانی نے جو کچہ لکہا ہے وہ تفسیر سید احمد خان سے سرقہ ہے۔ ہر چند انجیلون مین بہی واقعہ صلیبی کا قصہ مذکور ہے۔ مگر اس قصہ مین جو اکاذیب کا نون مرچ کادیانی نے ملایا ہے۔ وہ نہ انجیلون مین ہے نہ کسی اور آسمانی یا اسلامی کتاب مین ہے۔ وہ صرف سرسید ہی کی تفسیر مین ہے۔ اور اسی سے اوس نے اخذ کیا ہے۔ مگر اسکو کسیقدر تقدیم تاخیر وکمی بیشی کا رنگ دیدیا ہے۔ آپکے ایک سادہ لوح حواری مبارک علی سیالکوٹی نے (جو ہمارا ایک عاق ونافرمان شاگردان شاگرد ہے) اشاعت عام رسالہ ازالہ سے پہلے اسکے بعض مضامین باطلہ کو بغرض امتحان ردّ وقبول اپنے رسالہ قول جمیل کے ذریعہ سے شائع کیا تو ازالہ کے اس مضمون واقعہ صلیب کو سید احمد خان کی تفسیر سے ماخوذ سمجہ کر اسکی تفصیل کو سرسید ہی

ومسلم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور عام اہل اسلام نے اوسکو صحیح تسلیم کرلیا ہے

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ۔	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۴	حضرت مسیح کے حق مین جو قرآن مین وَمَا صَلَبُوهُ فرمایا گیا ہے۔ تو اُس سے یہ مراد ہے کہ وہ صلیب پر فوت نہین ہوئے۔ نہ یہ مراد کہ وہ صلیب پر چڑہائے ہی نہین گئے۔	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۷۸ جسکی عبارت* یہ ہے قرآن کریم کا منشا مَا صَلَبُوهُ سے یہ ہرگز نہین کہ وہ مسیح صلیب پر چڑہایا نہین گیا۔ بلکہ منشا یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑہانے کا اصل مدعا تہا یعنی قتل کرنا اس سے خدا نے مسیح کو محفوظ رکہا۔"	تفسیر القرآن صفحہ ۴۹ جلد ۲ جسکی عبارت* یہ ہے وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ پہلے مانافیہ سے قتل کا سلب مراد ہے اور دوسرے سے کمال کا کیونکہ صلیب پر چڑہانے کی تکمیل اسوقت ہوتی جب صلیب کے سبب موت واقع ہوتی حالانکہ صلیب پر موت واقع نہین ہوئی۔"	بشرح نمبر ۳

بقیہ نوٹ صفحہ سابق

کی تفسیر کی بعینہا عبارت والفاظ سے نقل کردیا اور یہ جتایا کہ آپکے پیرومرشد نے بہی اس مضمون کو اسی تفسیر سے اخذ کیا ہے۔ ان اکاذیب کی تفصیل حاشیہ مضمون نمبر ۴ مین ہوگئی۔

* نوٹ۔ یہ وہ عبارات ہین جنکا نوٹ سابق مین وعدہ دیا گیا تھا اور تفصیل واقعہ صلیب ازالہ کے صفحہ ۳۸۱ مین ہے اور تفسیر سید کے صفحہ ۴۳ جلد ۲ مین ان عبارات مین جو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت نہونا۔ بیان کیا ہے یہ کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی مین پایا نہین جاتا۔ قرآن نے تو سرے سے حضرت مسیح کے

ظن غالب صحت حاصل ہو جاتا ہے۔ بلکہ ابن الصلاح وغیرہ ائمہ حدیث کے نزدیک

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۵	صلیب سے اترنے کے بعد حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دینا	فتح۔ توضیح۔ ازالہ و اشتہار ۲ مئی ۹۱ء جنکی اصل عبارات اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۳ مین بضمن فتوی منقول ہین	تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶ سے ۵۰ تک	نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴ وغیرہ کے نمبرہا جو زیر طبع ہین

صلیب پر چڑہائے جانے کی نفی کی اور یہ بات فرمادی ہے۔ وَمَا صَلَبُوْهُ "یعنے یہود نے مسیح کو صلیب پر نہین چڑہایا۔ چارون انجیلون مین انکے صلیب پر چڑہائے جانے کا ذکر ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بہی ان چارون مین تصریح ہے۔ کہ حضرت مسیح نے صلیب پر جان دیدی اور اسکی تجہیز و تکفین دستور یہودیون کے مطابق ہوئی۔ انجیل متہی کے باب ۲۷ مین ہے ۵۰۔ تب یشوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چہوڑ دیا + + + ۵۷ جب شام ہوئی یوسف نامی ارمتیا کا ایک دولتمند جو یشوع کا بہی شاگرد تہا آیا۔ ۵۸۔ اسنے پلاطس کے پاس جاکر لاش مانگی۔ تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دین۔ ۵۹۔ یوسف نے لاش لیکر سوتے صاف چادر مین لپیٹی اور اپنے نئی قبر مین جو چٹان مین کہودی تہی رکہی۔ اور ایک بہاری پتہر قبر کے منہ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شیخین کی اتفاقی حدیث جسپر کسی نے کچھہ کلام نہین کیا مفید یقین ہے۔

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اثناعشریہ مین اسکا حل جواب
۶	یہ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ - مین ایمان	ازالہ کادیانی صفحہ ۳۶۹ سے صفحہ ۳۷۶ تک بعض فقرات یہ ہین کہ یکون	تفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ جسکی اصل عبارت یہ ہی نہین کوئی اہل کتاب ہے کہ یقین کرے	بشرح سابق

رہلکا کے چلا گیا۔ اور انجیل مرقس کے باب ۱۵۔ مین ہے ۳۷ تب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم چھوڑ دیا ++ ۴۳ یوسف آرمتیا آیا اور دلیری کے ساتھ پلاطس کے پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی ۴۴ تب پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبیدار کو بلا کے پوچھا۔ کیا یہ ہوئی کہ وہ مر گیا جب صوبیدار سے ایسا معلوم کیا تو لاش یوسف کو دلائی اور اسنے مہین سوتی کپڑا مول لیا اور اسی اتار کے اس کپڑے مین کفنایا۔ (تا آخر مطابق بیان سابق)۔ اور انجیل یوحنا باب ۲۳ مین ہے ۴۲ اور یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ اے باپ مین اپنی روح تیرے ہاتھون مین سونپتا ہون۔ اور یہ کہکے دم چھوڑ دیا۔ ۵۷ جب شام ہوئی یوسف نامی آرمتیا کا ایک دولتمند جو یسوع کا بھی شاگرد تھا آیا۔ ۵۸ سنتے پلاطس کے پاس جا کے لاش مانگی تب پلاطس نے حکم دیا کہ لاش اسے دین ۵۹۔ یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر مین لپیٹی اور اپنی نئی قبر مین جو چٹان مین کھودی تھی رکھی۔ اور انجیل یوحنا باب ۱۹ مین ہے ۳۰ تب یسوع نے سر جھکا کے جان دی +++ ۳۷ مگر جب انھون نے مسیح کی طرف آ کے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اسکی ٹانگین نہ توڑین

آپ یقین کو مانین خواہ نہ مانین ظن غالب سے تو انکار نہین کر سکتے - کیونکہ

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی سے سرسید نے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	رسالہ اشاعۃ السنۃ مین اسکا محل جواب
"	سے حضرت مسیح کے صلیب پر مارے نہ جانے پر ایمان مراد ہے	گروہون سے مسیح کے مصلوب ہونے پر یقین نہین (ازالہ صفحہ ۳۷۵) کوئی اہل کتاب ایسا نہین جو	ساتہ اسکے یعنی حضرت عیسے کے صلیب پر مارے جانیکے قبل اپنے مرنے کے یعنی بعد مرنے کے	

پر سپاہیون مین سے ایک نے بہالے سے اسکی پسلی چہید دی - ۴۰ پہر انہون نے یشوع کی لاش لیکے سوتی کپڑے مین خوشبوؤن کے ساتہ جسطرح دفن کرنے مین یہودیون کا دستور ہے کفنایا - ۴۱ - اور جس جگہہ کہ اسنے صلیب دی تہی ایک باغ تہا اور اس باغ مین ایک نئی قبر تہی جسمین کوئی نہ دہرا گیا تہا - سو انہون نے یشوع کو یہودیون کی تیاری کے دن کے باعث وہین رکھا - کیونکہ یہ قبر نزدیک تہی -

ان تصریحات و نصوص اناجیل اربعہ سے پہلے سرسید نے آنکہہ بند کر کے اپنی تفسیر مین مسیح کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا - اور دلیری و بہادری کے ساتہ یہ کہدیا کہ کسی کتاب سے بہی معلوم نہین ہوتا کہ کوئی رسم تجہیز و تکفین کی حضرت عیسے کے ساتہ عمل مین آئی تہی - پہر انکی تقلید و پیروی مین کادیانی نے اپنے آپ کو اندہا کر کے صلیب پر حضرت مسیح کے فوت ہونے سے انکار کیا اور جو سرسید نے کہا تھا سو کہا اور اسکے ساتہ ایک اور دلیری کر کے یہ دعوی کیا کہ اس واقعہ کے متعلق جو کچہہ آپنے دروغ بے فروغ ملایا ہے وہ انجیلون مین لکہا ہوا ہے - اور خوف خدا و ننگ دنیا

Digitized by Khalsa Library Rabwah

اپنی تحریرات مین اسکا اقرار کر چکے ہین اسپر جو آپنے باستدلال آیت

نمبر شمار	مضمون سلسلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	انشاء اللہ سنہ مین اسکا مکمل جواب
۱	〃	جو ہمارے اس بیان پر جو ہمنے اہل کتاب کی حالات کی نسبت ظاہر کئے ہین ایمان نہ رکھتا ہو (ازالہ صفحہ ۳۷۲) *	وہ جان لیگا کہ صلیب پر حضرت عیسے کا مرنا غلط تہا *	〃

کو پیش نظر کہکر اتنا نہ سوچا کہ چاروں انجیلون مین تو حضرت مسیح کا صلیب پر فوت ہو جانا - یہ دستور یہودیون کے مطابق کفنایا دفنایا جانا بتصریح بیان کیا گیا پہر میرا یہ جہوٹ کب تک چہپا رہیگا کوئی انجیلون کو نکالکر دیکہیگا تو مجہے کیا کہیگا۔

کادیانی مین کچہ شرم و حیا ہوتا تو اپنے اس بیان سراپا بہتان کا انجیلو مین پایا جانا نہ بتاتا صرف یہ کہتا کہ مینے سید حمد خان کی تفسیر مین ایسا پایا ہے - اور کسی کتاب آسمانی یا تصنیف اسلامی مین اسکا اثر نہین دیکہا مگر اسکو شرم کہان ہے - اور سرسید کی شاگردی کا الہام کی جرأت کہان - وہ تو سرسید کے کام سے اپنا نام کرانا اور خود استاد بننا چاہتا ہے اور اس وجہ سے اسکی اتباع سے عار و انکار کرتا ہے اور نمک خوردن و نمکدان شکستن پورا کار بند ہو رہا ہے - مگر خدا نے اسکا ہانڈا پہوڑ دیا اور انشاء اللہ سنہ کے ذریعہ سے کسی و نکس کو بتا دیا کہ یہ سرسید کا چور ہے اور اسکا شاگرد ہے مگر نا شکرہ۔

* - ناظرین! دیکہو یہ دونو عبارتین کیسی صاف بتا رہی ہین کہ انمین سے اول الذکر کا ثانی

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ اعتراض کیا ہے وہ بھی آپکے اصول

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا۔	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۷	روح القدس جبرئیل وغیرہ انسان کی صفت ہے جو خدا کی محبت اور انسان کامل کی محبت کے ملنے سے متولد ہوتی ہے۔	توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ مین ہے "ان دو محبتون کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہین ایک تیسری پیدا ہو جاتی ہے جسکا نام روح القدس ہے" اور اسکے صفحہ ۲۵ مین ہے "کیفیت دونون محبتون کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اسکو روح امین بولتے ہین اسکا نام شدید القوی بھی ہے اسکا نام ذوالافق الاعلے بھی ہے۔"	تفسیر القرآن کی جلد اول کے صفحہ ۴۹ مین ہے "ان باریک باتون پر غور کرنے سے اور اسبات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالے جو اپنی جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتون سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتون کا قرآن مین ذکر ہے اسکا کوئی اصلی وجود نہین بلکہ خدا تعالے کی بے انتہا قدرتون کے ظہور کو اور ان قوی کو جو خدا تعالی نے اپنی مخلوق مین مختلف قسم کے پیدا	اشاعۃ السنہ نمبر جلد

کئے ہین ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جنمین ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑون کی قوت صلابت پانے کی رقت۔ درختونکی قوت نمو۔ برق کی قوت جذب و دفع غرض تمام قوی جنسے مخلوقات موجود ہوئے ہین اور جو مخلوقات مین نہین وہی ملائک یا ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہوتا ہے۔

مسروق یا ماخوذ ہے۔ اور اس ایسی تاویل و تحریف مین کادیانی نے سرسید کی شاگردی کی ہے پھر کادیانی کی اس جرأت کو ملاحظہ کرو کہ اسنے اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۷۶ مین یہ ادعاء سراسر افترا کیا ہے

دین سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ مہربان من ظن غالب عملیات مین لائق اعتبار ہے

نمبر شمار	مضمون مسئلہ کادیانی نے سرسید سے لیا ہے	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اس کا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین اسکا محل جواب
۸	آنحضرت وغیرہ انبیا وصلحا جو ملائکہ کی صورتین دیکھتے یا اون کی آوازین سنتے یہ انکی خیالی صورتین تہین نہ	توضیح مرام کے صفحہ ۷۰ مین ہے جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کو قریب اپنے تئین رکہ دیتا ہے معاً اس نالی مین سے فیض وحی اسکے اندر گر جاتا ہے یا یون کہو کہ اسوقت جبرئیل اپنا نورانی سایہ اس مستعد دل پر ڈالکر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر لکہدیتا ہے تب جیسے اس فرشتہ کا جو آسمان پر مستقر ہے جبرئیل نام ہے اس عکسی تصویر کا نام بہی جبرئیل ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو اس عکسی تصویر کا نام بہی روح القدس ہی رکہا جاتا ہے۔ سو یہ نہین	تفسیر القرآن جلد ۲ کے صفحہ ۳۲ مین ہے تمام یہودی یقین رکہتے ہین کہ انمین ایک مسیح پیدا ہونیوالا ہے جو یہودیون کی بادشاہت کو پہر قائم کریگا اسلئے یہودی اور یہودی عورتین بیٹا ہونیکی نہایت آرزو رکہتی تہین اور دعائین مانگتی تہین اور عبادتین کرتی تہین کہ وہ شخص ہمارا ہی بیٹا ہو۔ ایسی حالتون مین اس قسم کی خوابون کا دیکہنا یا بن بولنے والی آوازون کا سننا یا متخیلہ مین کسی مجسم شے کا دکہلائی دینا ایسا امر ہے جو بمقتضاے فطرت انسانی واقع ہوتا ہے۔"	"

کہ ان معنے کا انکشاف مجہے بذریعہ وحی والہام ہوا ہے۔ ہم کہتے ہین سچ ہی یہ الہام ہوا ہے مگر نہ خدا تعالی کیطرف سے بلکہ سرسید اور انکی تفسیر سے یا معلم الملکوت کیطرف سے۔ کما قال اللہ وان الشیطین لیوحون الی اولیاءھم۔ وقال اللہ تعالی یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔

[1] خدا تعالے نے فرمایا ہے شیطان سے ایکدوسرے کو وحی کرتا ہے۔ اور فرمایا انمین سے ایک دوسرے کو طمعہ کی بات وحی کرتا ہے دہوکہ دینے کو۔

پڑھنے سے لوگون کو روک دے۔ یا مجمع علماء مین حاضر ہوکر اس انکار کے ایسے معنے بتادے جو اس اقرار سے موافق و مطابق ہو سکین۔

وجہ دوم۔ یہ کہ صورت مجوزہ کادیانی سے ایمان کا امتحان بعض اوقات اور بعض حالات مین بحکم عقل ناممکن ہے جسکے عدم امکان پر قرآن کی شہادت بہی موجود ہے۔ کیونکہ صورت مجوزہ کادیانی سے آسمانی نشان کے ظاہر ہونے مین کادیانی نے بعض اوقات و حالات کی استثناء لگادی اور یہ بات بتصریح کہدی ہے کہ بعض اوقات مومن کو بشارتین نہین ملتین اور اسپر واقعات آیندہ اور معارف قرآنی نہین کھلتے اور دعاء کی نسبت تو اس نے یہانتک کہدیا ہے کہ "جو تقدیر حقیقی اور واقعی طور پر مبرم ہو وہ مومن کامل کی دعاؤن سے ہرگز نہین بدلتی۔ اگرچہ مومن کامل نبی یا رسول کا رتبہ رکھتا ہو۔" اور اس استثناء سے حالت مقابلہ کی استثناء کہین ثابت نہین۔ یعنے یہ بات قرآن و حدیث مین کہین نہ آئی کہ اگر مومن کامل کسی کافر یا مومن ناقص کے مقابلہ مین آسمانی نشان دکھانا چاہیگا تو اس حالت و صورت مین نشان دکہانے کا قاعدہ کلیہ اور دائمی رہیگا۔ اور اس استثناء کا جسکو بعض حالات مین کادیانی نے تسلیم و تجویز کیا ہے اسمین دخل نہوگا۔ بلکہ قرآن مجید سے اسکا خلاف ثابت ہے۔ اور بعض اوقات عین مقابلہ کی حالت مین نشان دکہانے سے انکار ثابت ہوا ہے اگرچہ اکثر اوقات مقابلہ کے وقت نشان دکھانا بہی قرآن سے ثابت ہے۔

مقابلہ کیحالت مین نشان دکہانے کی تمثیلات کی نقل تفصیلی اسمقام مین ضروری نہین ہے۔ کیونکہ فریقین کو اسپر اتفاق ہے۔ اور وہ تمثیلات شہرہ آفاق ہین جیسے مشرکین مکہ کے مقابلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کو دو ٹکڑے کر دکھانا۔ اور بدر کی لڑائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے فرشتون کا نازل ہونا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کف دست مٹی اور سنگریزہ پھینکنے سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور دیگر آیات مین جہان ظن کے اتباع سے

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا ہے	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنۃ مین اسکا محل جواب
۷	انکے وجود سے خارج ملائکہ کی اصلی صورتین	کہ فرشتہ انسان کے اندر گہس آتا ہے۔ بلکہ اسکا عکس انسان کے آئینہ قلب مین نمودار ہوجاتا ہے مثلاً جب آئینہ تم اپنے مُنہ کے سامنے رکھ دوگے تو ہماری شکل کا عکس اوسمین پڑیگا یہ نہین کہ تمہارا مونھ اور سر گردن سے ٹوٹ کر الگ ہوکر آئینہ مین رکھ دیا جائیگا اور اس کے صفحہ ۷۹ مین ہے۔ پس جب جبریلی جنبش مین آتا ہو تو معاً اسکے ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کے بہی نام سے موسوم کرنا چاہئے۔ محب صادق کے دل مین منقش ہوجاتی ہے اور اسکی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹہر جاتی ہے تب یہ قوت خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور اسکے	اس عبارت مین اور کادیانی کی عبارت مین گو اس خیالی صورت کے جو انبیا و صلحا دیکہتے تہے پیدا ہونے کا موجب جداگانہ بیان ہوا ہے۔ مگر اس صورت کو خیالی قرار دینے مین دونون عبارتون کا اتفاق ہے۔ ایسا ہی اس سے پہلے مضمون کی مصدق عبارات کا گو کسیقدر اختلاف ہے۔ مگر قوی پر ملائکہ کا اطلاق کرنے مین دونو کا اتفاق ہے۔ اس سے ناظرین بآنکین سمجہ سکتے ہین کہ کادیانی نے مضمون نمبر ۷ و ۸ سرسید سے لیا ہے مگر اسکی ادا کی طرز بیان کو بدل دیا ہے۔	″

الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کی پیہ کو زور کے ساتہہ الہامی خط پر چلاتی ہے۔ یہ قوت جو روح القدس سے موسوم ہے ہر ایک دل مین یکسان نہین ہوتی۔

ممانعت وارد ہے اس سے

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اسکا حوالہ	اشاعۃ السنہ مین مین اسکا محل جواب
۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم سے معراج نہین ہوا*	ازالہ کادیانی صفحہ ۴۷ وغیرہ	تہذیب الاخلاق نمبر ۱۱ جلد ۵ بابت شعبان ۹۱ھ	بشرح بالا

* ۔ اس مسئلہ کے اخذ و شاگردی مین شاگرد صاحب اوستاذ سے بڑھ گئے اوستاد صاحب (سرسید) نے تو دور اندیشی سے کام لیا۔ اور جسمانی معراج کو بحکم عقل محال و ناممکن قرار نہین دیا تہا۔ اور اُس انکار پر بزعم خود صرف نقلی دلائل قرآن و حدیث و اقوال بعض صحابہ سے (جو اوس معراج کو ایک خواب قرار دیتے ہین) استدلال کر کے اپنے اصل مذہب اور اوسکی عقلی وجہ انکار پر پردہ ڈالدیا تھا۔ مگر شاگرد صاحب کادیانی کوتاہ ایشی سے کہل کہیلے اور جسمانی معراج کو عقلاً ناممکن و محال قرار دیکر عقلی وجوہات اور نیچرل استدلال سے اسکے مبطل ہوئے ہین۔ استاذ کا اصل کلام جو پرچہ مذکور مین ہے نسبت معراج رسول خدا صلعم کے تین مذہب ہین۔ اول مذہب حضرت عائشہ صدیقہ اور بعض صحابہ کا جو اسبات کے قائل ہین۔ کہ معراج روحانی ہے نہ جسمانی۔ دوسرا مذہب چند اکابر دین کا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ معراج بیت المقدس تک جسمانی تہی۔ اور وہان سے ملاء الاعلیٰ تک روحانی تیسرا مذہب عام جو سب مین مشہور ہے۔ کہ تمامہ معراج جسمانی تہی۔

میری یہ رائے ہے۔ کہ جہانتک اس مسئلہ پر اور قرآن مجید اور احادیث پر

اعتقاد کے متعلق ظن مراد ہے۔

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی جہاں کا پتہ	تصانیف سرسیدین اور کا حوالہ	اشتاذ کے غور کرنے کا محل جواب
۱۰	بنی اسرائیل کا مقتول جسکا ذکر آیۃ وادّٰرءتم نفسًا فادّٰرءتم مین ہے درحقیقت زندہ نہین ہوا تھا	ازالہ کادیانی صفحہ ۴۹۷ جسکی اصل عبارت	تفسیر القرآن جز ۱۔ صفحہ ۱۲۰ وصفحہ ۱۲۱ وغیرہ جسکے	بشرح بالا

غور کیا جاتا ہے۔ تو مذہب حضرت عائشہ کا ٹھیک اور درست معلوم ہوتا ہے وہی مذہب مین نے اختیار کیا ہے"۔

شاگرد صاحب کا اصل کلام (جو بظاہر حضرت مسیح کے عروج آسمانی پر ایک حملہ ہے۔ مگر اسمین آپنے آنحضرت صلی اللہ کی معراج کو بھی لپیٹ لیا ہے) یہ ہے جو ازالہ کے صفحہ مذکورین ہے۔ "اسواسکے اور کئی طریق سے ان پرانے خیالات پر سخت سخت اعتراض عقل کے وارد ہوتے ہین جنسے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہین آتی۔ + + + از انجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے۔ کہ کوئی انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کے نئی تحقیقاتین اس بات کو ثابت کر چکے ہین۔ کہ بعض بلند پہاڑون کی چوٹیون پر پہنچکر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوتی ہے کہ جسمین زندہ رہنا ممکن نہین ہے۔ اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا۔ انسجگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے۔ تو آنحضرت

کیا آپ کو یہ مسائل معلوم نہیں

۱	مضمون مسلمہ جو کاذبانی سے سر سید نے لیا	تقسیم تصنیف دین میں آکا پتہ	تقسیم تصنیف کفر و ہدیں اور دنیا حوالہ	رشتہ تم سے نہیں ہمکا محل جواب
۲	″	″	″	″

صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج اس جسم خاکی کے ساتھ ہوا اور مکاشفہ جو سب سے کہ سیر معراج اس جسم تخیف (یہ لفظ آنحضرت صلعم کے جسم شریف و تخیف کی نسبت اوسیکے منہ سے نکل سکتا ہے۔ جبکہ دشمن آنحضرت صلعم کا جسم کی بھلوق تنظیم ہو) کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جسکا درحقیقت بیداری کہنا چاہیئے۔ ایسی کشف کیساتھ یہ جسم خاکی ہرگز ساتھ نہیں استعداد نفس ناطقہ آپنے کے آسمان کی سیر کر سکتا ہے۔ +++ اور اس قسم کی کشفو نہیں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے"۔

اس کلام کو ناظرین غور سے دیکھیں۔ اسمیں آپنے کیسی نیچرل و جوہات ہے جسمانی معراج نبوی کا بزعم خود ابطال کیا ہے۔ اور جس قسم کا روحانی اور کشفی معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجویز کیا ہے۔ اسمیں آپنا حصہ ہی رکھ نہیں۔ اور صاف یہ دعوے کیا ہے۔ کہ ایسا معراج کشفی مجھے خود ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اس کلام کو دیکھ کر ہی کوئی شخص۔ آپکے نیچری ہونے میں شک ظاہر کرے۔ تو سمجھا جاوے گا۔ کہ وہ خود نیچری ہے۔ جو ایسے ایمانی امور متشابہ الحقیقت مجہول الکنہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

بقیہ نوٹ صفحہ سابق

یا کسی عالم سے نہیں سنے کہ

نمبر شمار	مضمون مسئلہ جو کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی میں اوسکا پتہ	تصانیف سرسید میں اوسکا حوالہ	انشاء اللہ تعالیٰ میں اوسکا محل جواب
//	//	ایسی قصوں ہیں		//

قرآن شریف کی کسی عبارت سے نہیں نکلتا۔ کہ فی الحقیقت کوئی مردہ زندہ ہوگیا تھا۔ اور واقعی طور سے قالب میں جان پڑگئی تھی۔ بلکہ اس آیۃ پر غور کرنیسے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے ایک خون کرکے چھپا دیا تھا۔ اور بعض بعض پر تہمت خون لگاتے تھے۔ سو خدا تعالیٰ نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی تھی۔ کہ تم ایک گائی ذبح کرکے اوسکی بوٹیوں کو اوس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جنپر شبہ تھا۔ اون بوٹیوں کو نوبت بنوبت اوس لاش پر ماریں۔ تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگیگی۔ تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی۔ جس سے خونی پکڑا جاوے۔ اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی۔ تا چور بے دل ہوکر اپنے تئیں ظاہر کردے۔ لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کرتے ہیں۔ کہ جنکو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جسکے بعض خواص یہ ہیں۔ کہ

نظرات یہود ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کے دلمیں یہ بات ڈالی تاکہ سب لوگ جو موجود ہیں اوی ان ہی میں سے ہی ہے منقول کر اعضاء سے منقول کو مایز جو لوگ درحقیقت قاتل نہیں وہ یہ سب بیقین اپنے بے بڑی سے

اگر نماز مین بھول ہوجاوے کہ

نمبر	مضمون جسکا کادیانی نے سرسید سے لیا	تصانیف کادیانی مین اوسکا پتہ	تصانیف سرسید مین اوسکا حوالہ	اشاعۃ السنۃ مین اسکا محل جواب
۱	″	بھاگنے یا مردہ حیوانات مین ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہوکر اوس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ جاتا ہی۔ ہمین چاہیئے کہ کسی بجائی کو ضائع نہ کرین۔ اور ہر یک وہ حقیقت یا خاصیت جو عین صداقت ہے۔ اسکو خدا تعالی کیطرف سے سمجھین۔ علم عمل الترب ایک عظیم الشان ہے جو طبعی کا ایک روحانی حصہ ہی۔ تا آخر صفحہ ۷۵۳ جو ملاحظہ ناظرین کی لائق ہے*	ایسا کرنے مین کچھ خوف نکرینگے مگر اہل قائل یہ سبب خوف اپنے جرم کے جواز دینے فطرت انسان کو دلیل بالتخصیص جہالت کو زمانہ مین اس قسم کی باتون سے دلمین ہوتا ہے۔ ہرگز ایسا نہین کرینگا اور اوسوقت معلوم ہوجائیگا۔ اس قسم کے حیلونسے اس زمانہ مین بہت سی چیز معلوم ہوجاتے ہین۔ اور وہ بسبب خوف پکڑے جرم کے ایسا کام جو دوسرے لوگ بلاخوف کرتے ہین نہین کرسکتے۔ بس یہ ایک تدبیر قائل کے معلوم کرنے کی تہی۔ اس سے زیادہ کچھ نہ تہا۔	″

* ۔ اس مسئلہ کے اخذ شاگردی مین ہی شاگرد صاحب (کادیانی) اپنے استاذ (سرسید) سے بڑہ گئے۔ اوستاد صاحب نے تو مقتول بنی اسرائیل کے زندہ ہونے سے انکار پر یہ پردہ ڈالا تہا کہ جو کام اس مقتول کی نسبت بحکم الٰہی کیا گیا تہا۔ وہ صرف ایک دھمکی تہی

رکعت ایک پڑہی یا دو۔ تو نمازی

ان امثلہ کی نظائر کادیانی کی کلام مین اس کثرت سے ہین۔ کہ ان سب کو اس پرچہ مین شمار کرنا گویا دریا کو کوزہ سے ماپنا ہے (جیسے کادیانی کا حضرت مسیح کی نسبت یہ سوالات کرنا۔ کہ اگر وہ جسم کے ساتہ آسمان پر ہین۔ تو کبہی سوتے کبہی جاگتے ہون گے دنیوی طعام و شراب پینے کہاتے ہونگے۔ اوقاتِ ضرورت مین پاخانہ پیشاب کرتے ہونگے۔ اور ناخن اور بال کٹواتے ہونگے۔ اون کے لیٹنے کے لئے کوئی چارپائی بستر ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکہو ازالہ کادیانی صفحہ ۷۴۱ وغیرہ) اور تفسیر لیلۃ القدر مین اور اسکا یہ کہنا کہ اس سے کمال درجہ کی ظلمت مراد ہے۔ نہ درحقیقت کوئی رات۔ (فتح الاسلام صفحہ ۵۴) اور تفسیر سورۃ الشمس مین اوسکا یہ کہنا۔ کہ ناقۃ اللہ سے

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۸۵

شاگرد صاحب نے اس پردہ کو جبر جبرا سمجہکر اس انکار زندگی مقتول پر یہ پردہ ڈالا کہ وہ مسمریزم کا عمل تہا۔ جو نئی روشنی نئی تہذیب والون کی نظرون مین خوشنما معلوم ہوا۔ مگر اس سبقت کے ساتہ جو اونہون نے اپنے اوستاد پر دہمکی کی تجویز کے سبب یہ طعن کیا ہے۔ کہ وہ علم عالم ملکوت اور عمل الترب سے بے نصیب ہین۔ اسمین اوستاد کی ناشکری و کفران نعمت کا ارتکاب کیا۔ اور بیت مشہور ہے

؎ کس نیاموخت علم تیر از من ✤ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد +

کا پورا عمل کرکے دکہا دیا اور یہ خیال نہ فرمایا۔ کہ عمل مسمریزم کا مسئلہ تو مین نے سرسید ہی سے سیکہا ہے۔ چنانچہ مین صـــ مین بیان ہوا ہے۔ پہر اون کو اس عمل کے علم سے بے نصیب قرار دینا۔ ناشکری نہین تو کیا ہے۔

ہان یہ سچ ہے۔ کہ اس آیت کی تاویل و تحریف کیوقت یہ تجویز عمل مسمریزم استاد کو

تحری کرے اور جو ظن غالب ہو اوسپر

نفس انسانی مراد ہے۔ اور سقیا سے یاد الٰہی اور معارف کا چشمہ۔ (توضیح المرام صـ۶۵)
اور تفسیر علامات قیامت مین اوسکا یہ کہنا۔ کہ دابۃ الارض سے علماء ظاہر
مراد ہین۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۳) اور دخان سے یہ قحط مراد ہے۔ جو اسوقت اس ملک
مین پڑا ہوا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۱) اور مغرب سے طلوع آفتاب سے یورپ مین اسلام
کا پہیلنا مراد ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۱۵) اور خروج یاجوج وماجوج سے روس انگریزون
کا باہم جنگ کرنا۔ (ازالہ صفحہ (۵۰۸) اور دجال سے پادری وغیرہ انگریز مراد ہین۔
(ازالہ صفحہ ۱۴۹، صفحہ ۴۹۵ وغیرہ) اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ (ازالہ
صفحہ ۱۴۶ وغیرہ) **اور ان چیزون کے حقائق مشہورہ کو ہنسی اور ٹھٹھے مین اوڑانا**
چنانچہ ازالہ کے صفحہ ۵۰۵ مین لکہا ہے۔ مولویصاحبان کوشش کرکے کوئی یاجوج
ماجوج کا آدمی یا دجال کی جساسہ یا ابن صیاد کو ہی کسی جنگل سے پکڑ کر لے آوین۔ پہر
کیا بات ہے۔ سب مان جائینگے۔ کہ اسیطرح حضرت مسیح بہی اسمانپر زندہ ہین۔ اور مفت

بقیہ حاشیہ نوٹ صفحہ ۱۸۶

یاد نہ آئی۔ مگر اس سے اونکی بے علمی و بے نصیبی ثابت نہین ہوتی۔ یہ تو صرف
بہول ہے۔ جو بڑے بڑے اوستادون سے ہوجاتی ہے۔ اس بہول پر آپ کا
اونکو بے علم و بے نصیب کہنا۔ اور اس بات پر جو اُن ہی سے سیکہی ہوئی ہے۔
فخر کرنا۔ ہرگز مناسب نہ تہا۔

لطیفہ اعجوبہ اس عبارت کے آخر مین آپنے علم مسمریزم یا عمل الترب کو
عظیم الشان کہا ہے۔ اور آپنے ازالہ کے صفحہ ۲۰۹ مین جسکی اصلی عبارت تمہاری
فتوی کے صفحہ ۲۰۲ صفحہ ۱۳۰ مین منقول ہے۔ مکروہ اور قابل نفرت کہا ہے

عمل کرے یا اگر وضو کے ٹوٹ

مین فتح ہو جائے گی - حضرات اب ہمت کیجئے - کہین سے دجال شریر کے جساسہ کو ہی پکڑئے - حوصلہ نہ ہارین - آخر یہ سب زمین پر ہی ہین - ابن تمیم* کی حدیث کو مسلم مین پڑہکر اس پتہ سے جساسہ دجال کا سراغ لگا لئے - یا خبیث دجال کو ہی جو زنجیرون مین جہکڑا ہوا ہے - بچشم خود دیکہہ کر پہر اورون کو دکہلا لئے - تو خوب ہے انگریزون نے ہمت اور کوشش کر کے نئی دنیا کا سراغ لگا ہی لیا - آپ اس ایک ناکارہ کام مین ہی کامیابی دکہلا لئے - شاید ان لوگون مین کسی کا پتہ چلے - ؎

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد + اگر خارے بود گلدستہ گردد +

بقیہ حاشیہ نوٹ صفحہ ۱۸۷

اس سے آپنے مثل مشہور "دروغ گو حافظ نباشد" کو سچ کر دکہایا - اور یہ بتایا ہے - کہ علم عمل الترب کی نسبت آپکو کچہہ واقفیت اور دلی یقین نہین ہے - اور کچہہ اوس کے متعلق آپنے کہا ہے - اوسمین لاف زنی کی ہے - اور کذب سے کام لیا ہے یہی وجہ ہے - کہ آپکے قلم سے اسکے متعلق کہین کچہ نکل گیا ہے کہین کچہہ

* - ابن تمیم نہین - تمیم نام ہے - کادیانی حدیث سے خود تو جاہل محض ہے - حکیم نورالدین وغیرہ سے سنی سنائی باتین نقل کر دیتا ہے - پس جو خیال ابن تمیم سو لکہہ مارا - یہ حدیث تمیم داری کی وہ حدیث ہے جو معہ ترجمہ صفحہ ۲ وغیرہ مین نمبر ۸ جلد ہذا نے منقول ہوئی -

ناظرین خیال فرماوین کہ اسمقام مین اس حدیث کے مضمون پر کادیانی نے کیسی ہنسی اوڑائی ہے - اور طرفہ یہ ہے - کہ اس ہنسی اوڑانے کے لئے احادیث متعلقہ دجال وابن صیاد ویاجوج وماجوج مین اُسنے بہت سی باتین خارج

جانے مین شک واقع ہو تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اگر ایسا نہین کروگے۔ تو پہر خیر اسمین ہے۔ کہ ان بیہودہ خیالات سے باز آجاوین +++ یہ تحقیق اور تدقیق کا زمانہ ہے۔ اسلام کا ایسا خاکہ کہینچکر نہ دکہلائیے۔ جسپر بچہ بچہ ہنسی کرے۔ غور کرکے سوچیئے۔ کہ یہ کروڑہا انسان جو صدہا برسون سے زندہ فرض کئے گئے ہین۔ جو ابتک مرنے مین نہین آتے۔ کس ملک کس شہر مین رہتے ہین۔ تعجب ہے۔ کہ معمورہ دنیا کی حقیقت بخوبی کہل گئی۔ اور پہاڑون اور جزیرون کا حال بخوبی معلوم ہوگیا۔ اور تفتیش کرنیوالون نے یہان تک اس تفتیش کو کمال تک پہنچایا۔ جو ایسی آبادیان جو ابتداء دنیا سے معلوم نہین وہ اب معلوم ہوگئین۔ مگر ابتک اس جساسہ اور دجال اور ابن صیاد مفقود الخبر اور دابۃ الارض اور یاجوج وماجوج کے کروڑہا انسانونکا پتہ نہین ملتا" اور اپنے ازالہ کے صفحہ ۲۶۸ مین اوسنے کہا ہے۔ کہ اُس فلسفی الطبع زمانہ مین جو عقلی شایستگی اور ذہنی تیزی اپنے ساتہ رکہتا ہے۔ ایسے عقیدون کے ساتہ دینی کامیابی کی امید رکہنا ایک بڑی بہاری غلطی ہے۔ اگر افریقہ کی ریگستان

بقیہ نوٹ حاشیہ صفحہ سابقہ

از قیاس از خود ملادی ہین۔ جیسے اوسکا یہ کہنا کہ یہ کروڑون انسان یاجوج وماجوج صدہا برسون سے زندہ ہین مرنے مین نہین آتے۔ اور ابن صیاد اور دابۃ الارض بہی زندہ موجود ہین وغیرہ وغیرہ جنکا کسی حدیث مین ذکر نہین اور نہ کوئی مسلمان قائل ہے۔ اس طعن وتمسخر کے ساتہ اوسکا یہ کہنا کہ مین نیچری نہین ہون۔ کیونکہ نیچریونکے دلمین حدیث کی عظمت نہین۔ اور مین حدیث کو مانتا ہون اور صحیح بخاری اور مسلم کو اصح الکتب جانتا ہون۔ کذب ونفاق اور مسلمانکو

تمام مشرکین کی آنکھون اور نتھنونکا خاک اور کنکرونسے پر ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

اس مقام مین ایک ایسی مثال کی تفصیل کیجاتی ہے جسمین آنحضرتؐ کا مشرکین کے مقابلہ کے لیے آسمانی نشان چاہنا اور اسپر نشان دکہانے سے انکار پایا جانا ثابت ہے۔ سورۂ انعام مین ارشاد ہے۔ کہ اگر تجہ پر (اے رسول مقبول) مشرکین مکہ کا (اسلام سے) منہ پہیر نا ناگوار ہو تو اگر تجہے زمین مین سرنگ نکالکر یا آسمان مین سیڑہی لگا کر کوئی نشان (جو وہ چاہین) دکہانے کی طاقت ہے تو انکو نشان لادے۔

وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بایۃ ۔ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکونن من الجاھلین (سورہ انعام ۳۶)

خدا تعالے چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر اکٹہا کر دیتا۔ تو اس حرص یا سوال سے نادان نہ ہو جائیو۔

تفسیر معالم مین لکہا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو اپنی قوم کے مومن ہو جانے کی کمال حرص تہی وہ جب کوئی نشانی مانگتے تو آپ خدا تعالے سے چاہتے کہ وہ انکو نشان دکہاوے اس طمع سے کہ وہ لوگ مومن ہو جائین جسپر خدا تعالے نے یہ ارشاد فرمایا۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرص علی ایمان قومہ اشد الحرص وکانوا اذا سألوا آیۃ احب ان یریھم اللہ تعالی ذلک طمعا فی ایمانھم فقال اللہ عز وجل۔ فان استطعت الآیۃ (معالم ص۳۰۸)

بیضاوی مین آخر آیۃ کی تفسیر مین لکہا ہے جو امر نہو اسکی حرص سے نادان نہو۔

من الجاھلین بالحرص علی ما لا یکون (بیضاوی ص۲۵۳)

اس قسم کی آیات قرآن مجید مین اور بہی ہین جنمین مقابلہ کیحالت مین انبیاء

ظن غالب پر عمل کرے اسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عرب کی صحرا نشین امیون اور بدؤن مین یا سمندر کے جزیرون کے اور وحشی لوگون کی جماعتون مین یہ بے سر و پا باتین پہیلائین تو شاید آسانی سے پہیل سکین۔ لیکن ہم ایسی تعلیمات کو جو عقل اور تجربہ اور طبعی فلسفہ سے بکلی مخالف ہین۔ تعلیم یافتہ لوگون مین ہرگز پہیلا نہین سکتے اور نہ یورپ اور امریکہ کے محقق طبع لوگون کی طرف جو اپنے دین کی لغویات سے دست بردار ہو رہے ہین۔ بطور ہدیہ بہیج سکتے ہین۔ جن لوگون کے دماغ کو نئے علوم کی روشنی نے انسانی قوی مین ترقی دیدی ہے۔ وہ ایسی باتون کو کیونکر تسلیم کرین گے۔ جسمین سراسر خدا سے تعالی کی توہین اور اوسکی توحید کی اہانت اور اسکے قانون قدرت کا ابطال اور اوسکے کتابی* اصول کی تنسیخ پائی جاتی ہے۔ ایسے ہی بے حد و بے شمار نظائر تصانیف کادیانی مین اور پائے جاتے ہین۔ جو بعینہا یا انکا اصول سرسید کی کلام مین موجود ہے۔ ان نظائر کی نظر سے ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہین۔ کہ کادیانی نے جو نئی بات نکالی ہے۔ وہ سرسید سے لی ہے۔ اور اوسمین انکی شاگردی اختیار کی ہے۔ گو بعض باتون مین شاگرد نے اوستاد پر سبقت حاصل کرلی ہے۔

* ۔ کتابی اصول اور توحید کو آپ نے صرف مسلمانون کو دام مین لانے کے لئے شامل کرلیا ہے۔ آپکا اصل استدلال اسی قانون قدرت یعنی نیچر سے ہے لہذا اسی کے ذکر پر اکتفا آپکو مناسب تہا۔ جو حالات دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمائے ہین۔ وہ کتابی اصول و توحید خداوندی کے ہرگز مخالف نہین۔ اسکی تفصیل ان امور کے متعلق عقلی بحث مین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

وجہ سے جملہ علمائے اسلام حنفی

ان چند امثلہ سے جو اس مقام میں بیان ہوئے ہیں۔ ہمارا وہ دعوے کہ سرسید احمد خان کا دیانی کے معتقد ہیں اور کادیانی اُنکا شاگرد و مقلد ہی ثابت ہوا۔ آئندہ انصاف ناظرین پر ہے۔ کادیانی نے جو اُنکی شاگردی و پیروی سے انکار کیا اور اپنے تحریر نمبر ۴ میں کہا ہے۔ کہ نیچریوں کا اول دشمن میں ہوں۔ تو اوسکی ایک وجہ تو وہی آپ کی ناشکری ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ کہ آپ سرسید کے کام سے اپنا نام چاہتے ہیں۔ اور شاگرد ہو کر اوستاد کہلانی کے فکر میں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ آپنے یہ خیال کیا۔ کہ سرسید اور ان کے پیروان بہ نظر مذہب مسلمانوں میں بدنام ہیں۔ لہذا ہم اُنکے پیرو و شاگرد کہلا کر مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں نہیں لاسکتے۔ یہ سوچکر آپنے اُن کے اصول و مسائل کو سرسری کے ساتھ رواج دیا۔ مگر اُن کے شاگرد و پیرو ہونے سے انکار مناسب سمجھا۔ بلکہ کہیں کہیں اُنکی مخالفت و عداوت کا اظہار ہی ضروری خیال کیا۔ چنانچہ تحریر نمبر ۵ میں آپنے ظاہر میں آیا ہے۔ ایسا ہی ازالہ کے صفحہ ۷۲۹ میں انکا سرسید کو اشارۃً علم علم الترب سے بے نصیب کہنا ہے۔ اور ازالہ کے صفحہ ۵۵۵ میں تمام نیچریوں کو صراحۃً برا کہنا اور یہ دعوی کرنا ہے کہ انکے دلونمیں قال اللہ و قال الرسول کی عظمت نہیں اور یہ لوگ حدیثوں کو نہیں مانتے وغیرہ وغیرہ۔

ولیکن عقل و حیا سے کام لے کر آپنے یہ خیال نفرمایا۔ کہ اصول نیچر کی پیروی و موافقت کے ساتھ آپکی یہ مخالفت ظاہری کس کام آتی ہے۔ جسقدر طعن و تشنیع واستہزا بحق احادیث صحیحہ آپ کی کلام میں پایا جاتا ہے سرسید اور اُنکے اتباع کی

ہین یا شافعی یا اہلحدیث خواہ اہل فقہ اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح ہو تو

کلام ہین اس کا خبر غیر ہی پایا نہین جاتا اور جن باتون ہین آپنے سرسید کی تاگردی و پیروی اختیار کی ہے۔ انکے اظہار و بیان ہین آپنے سرسید کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور سبقت کا علم بلند کیا۔ مثلاً (۱) اونہون نے تو حضرت مسیح کو صرف مردہ قرار دیا تہا۔ آپنے اونکو مار کر یا زندہ درگور کرکے اُنکا عہدہ خود چھین لیا۔ اور آپنے مسیح موعود ہونے کا اشتہار دیدیا۔ (۲) اونہون نے تو معجزات مشہورہ حضرت مسیح سے صرف انکار کیا۔ اور انکو مسمریزم کا اثر قرار دیا تہا۔ آپنے حضرت مسیح کے معجزات کو عمل مسمریزم قرار دیکر ایک مکروہ و ناقابل نفرت فعل ٹہہرایا۔ اور خود حضرت مسیح سے بڑہکر یا اوسکے برابر یہ عمل مسمریزم کر دکہانے کا دعوی کیا۔ (۳) اونہون نے تو منصب نبوت کو وسیع کرکے اورون (جیسے کالون۔ لوتہر۔ اور بابو کشب چندر سین وغیرہ) کا بھی ہونا تجویز کیا تہا۔ آپنے ختم نبوت کو توڑکر خود دعوی نبوت و رسالت کیا۔ اور اپنا احمد رسول مبشر بزبان عیسے علیہ السلام بنص قرآن ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ہونا مشتہر کر دیا۔ وعلی ہذا القیاس ہر ہر بحث کے ساتہ آپکا انکار شاگردی و پیروی سرسید سے کیا فائدہ بخش سکتا ہے۔ اور اس سے آپکا نیچری ہونا کب چہپا رہ سکتا تہا۔ ان باتون نے عام لوگون کی نظرون مین آپکو سرسید کا مرشد (جیسا کہ آپ چاہتے ہین) بنا دیا۔ اور اونکو سرسید کا ذکر بہلا دیا۔ مگر ہم انصاف کا خون کرنا جائز نہین رکہتے۔ اور "الفضل للمتقدم" کو نظر انداز نہین کر سکتے۔ اور اس لئے ابتک سرسید کو آپکا استاد اور آپکو انکا شاگرد مان رہے ہین۔ عام لوگون کو اختیار ہے جو چاہین کہین۔

* نوٹ۔ تہذیب الاخلاق ماہ مسیح الاول ۱۳۰۰ھ ملاحظہ ہو جسمین ان لوگونکا صاف دی ہونا بیان کیا ہے۔

واجب العمل ہے۔ حالانکہ خبر واحد ہر ایک کے نزدیک موجب ظن ہے نہ مثبت یقین اسی وجہ سے خاصکر صحیحین کی نسبت علماے اسلام نے جنمین مقلد و مجتہد فقیہ و محدث سب داخل ہین اتفاق کیا ہے۔ کہ

اس بحث و بیان سے کوئی نادان اتباع سرسید احمد خان سے شاید یہ نتیجہ نکال لے۔ کہ جو کچھ کادیانی نے کہا ہے۔ اگر یہ سرسید کی کلام مین بسینہ یا باصلہ موجود ہے۔ تو کادیانی صاحب سید کے شاگرد اور خلیفہ ٹھہرے۔ پھر ہم اپنے امام کے خلیفہ کی پیروی کیون نکرین۔ اور کہلے خزانہ عیسائی مرزا ہی کیون نہ کہلاوین۔ مگر ان کا یہ نتیجہ نکالنا محض دھوکہ کہلاتا ہے۔ اسلئے کہ کوئی شخص کسی کا خلیفہ تب ہی ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ دو شرطون کا پابند ہو۔ اون مین سے ایک شرط بھی وہ خلاف کریگا تو ہرگز خلیفہ نہین کہلائیگا۔ اول یہ کہ وہ اسکی پیروی اور نیابت اور خلافت کا معترف ہو۔ اسکی پیروی کا منکر اور اسکے مقابلہ کا مدعی نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت مین وہ اسکا باغی کہلاتا ہے نہ خلیفہ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسکے اصول کا پابند رہے۔ انکی مخالفت نہ کرے کیونکہ درصورت مخالفتِ اصول وہ اسکا خلیفہ نہین کہلاتا۔ بلکہ ایک مستقل امام کہلانے کا مدعی سمجھا جاتا ہے۔

اور کادیانی مین یہ دونو شرطین مفقود ہین اور انکی اضداد یعنی موجود وہ سرسید کی پیروی و نیابت کا منکر اور انکے مقابلہ کا مدعی اور انکے اصولِ جدیدہ کی پیروی کے ساتھ اسباب کا مدعی ہے۔ کہ یہ اصول ایجاد بندہ ہین سرسید تو اُن سے محض بے نصیب ہین۔ اور انکے اصول کے مقابلہ پر وہ بعض ایسے پرانے اصول کو بھی کاٹ مارتا ہے۔ جو اصول مذہب سرسید کے

صحیحین کی احادیث واجب القبول ہین اور امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے کہ انکی اتفاقی حدیثین موجب یقین ہین۔ لہذا انکے مضمون پر اعتقاد بھی واجب ہے۔ اور اکابر ائمہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی یہ قسم کہالے کہ جو احادیث صحیحین مین ہین وہ صحیح نہون تو اسکی عورت پر طلاق ہے۔ تو اوسکی عورت پر طلاق واقع نہین ہوتی اور وہ اس قسم مین حنث نہین ہوتا۔

مخالف ہین۔ اور اس سے وہ متناقض اور جمع بین الضدین کا مرتکب ہورہا ہے مثلاً۔ ۱۔ وہ معجزات انبیا کا منکر ہے۔ مگر اپنے لئے معجزات وخوارق کے انبار و طومار تجویز کر رہا ہے۔ ۲۔ وہ حضرت مسیح کے صعود ونزول جسمانی اور اسکے متعلقات ولوازم کو خلافِ قانونِ قدرت (نیچر) وغیر معمولی سمجھکر اس سے منکر ہے۔ مگر اپنے لئے غیر معمولی الہام ثابت کر رہا ہے۔ وعلی ہذا القیاس اسی وجہ سے اونکے پیر و مرشد سرسید نے اپنے پر چہ (اخبار) مین ۔ اسکے الہامات کے برخلاف ایک مضمون شائع کردیا ہے جس مین بات کا اظہار کیا ہے۔ کہ اس الہام کی تجویز مین وہ اصول سرسید کی پیروی سے خارج ہوگیا۔ اور ایک ناخلف مرید اور عاق شاگرد بنگیا ہے۔ اسلئے وہ سرسید خلیفہ کہلانیکا مستحق نہین ہے۔

اب اتباع سرسید کو اگر وہ اونکے سچے اتباع ہین ہرگز مناسب نہین ہے۔ کہ اس مخالفت وبغاوت کے ساتھ صرف بعض اصول جدیدہ مین اسکے پیرو سید ہوجانے کے سبب اسکو سرسید کا خلیفہ سمجھین اور اسکا اتباع و پیروی کو سرسید کی پیروی اتباع قرار دیکر قطع نظر اس سے اونکو یہ بھی غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کون سا نیچرل عقدہ ہے جو سرسید سے حل نہین ہوا۔ اور اوسکو کاویانی حل کردیا ہے۔ پھر پیر و مرشد کو

امام نووی نے شرح مسلم مین فرمایا ہے۔ علما کا اسپر اتفاق ہے کہ قرآن

اتفق العلماء رحمہم اللہ تعالی علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری ومسلم وتلقتہما الامۃ بالقبول وکتاب البخاری اصحہما صحیحا واکثرہما فوائد ومعارف ظاہرۃ وغامضۃ وقد صح ان مسلما کان ممن یستفید من البخاری ویعترف بانہ لیس لہ نظیر فی علم الحدیث وہذا الذی ذکرنا من ترجیح کتاب البخاری ہو المذہب المختار الذی قالہ الجماہیر واہل الاتقان والحذق والغوص علی اسرار الحدیث (مقدمہ شرح مسلم ص۵)

کے بعد تمام کتابون سے صحیح تر صحیح بخاری ومسلم ہین۔ ان کتابون کو امت محمدیہ نے قبول کر لیا ہے اور ان دونو مین سے صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے اور فوائد ومعارف ظاہرہ اور پوشیدہ مین بڑہکر ہے۔ اور یہ بات صحت کو پونچ چکی ہے کہ امام مسلم امام بخاری کا شاگرد ہے اور وہ معترف تہا۔ کہ علم حدیث مین بخاری کا کوئی نظیر نہین ہے۔ یہ بات جو ہمنے کہی ہے کہ بخاری کو مسلم پر ترجیح ہے۔ یہی جمہور علماء کا جو حدیث کے خوب ماہر ہین اور اسکی باریکیون مین غوطہ زن پسند کیا ہوا مذہب ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام مین فرمایا ہے۔ کہ صحیح بخاری

اما جامع البخاری الصحیح فاجل کتب الاسلام وافضلہا بعد کتاب

قرآن کے بعد اسلام کی سب کتابون سے اجل وافضل ہے وہ ہماری وقت (سنہ ۷۱۳ھ)

چہوڑکر شاگرد ومرید کی پیروی کا دم بہرنے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اس امر کو ہم حاشیہ ص۷۹ نمبر ۱ جلد ۱۳ اشاعۃ السنۃ مین جتا چکے ہین شائقین اس حاشیہ کیطرف بہی مراجعت کرین۔

حاشیہ ختم ہوا جسکی اختتام سے وہ وعدہ پورا ہوا۔ جو حاشیہ صفحہ ۲۹۷ نمبر ۱ جلد ۱۳ مین ہوا تہا۔ فقط

الله وهو اعلى في وقتنا (يعني سنة ثالث عشر بعد سبع مائة) ومن ثلثين سنة يفرحون العلماء بعلو سماعه فكيف اليوم فلو رحل شخص لسماعه من الف فرسخ لما ضاعت رحلته۔ (تاریخ ذہبی)

مین بڑے اعلےٰ مرتبہ مین ہے۔ اس سے تیس برس پہلے سے علماء اسکی بلندی رتبہ روایت پر فخر کر رہے ہین۔ پہر وہ فخر آج کیونکر نہو۔ کوئی شخص ہزار فرسنگ اس کتاب کے سننے کے لئے سفر اختیار کرے تو اسکا سفر ضائع نہو گا۔

قسطلانی نے شرح بخاری مین فرمایا ہے۔ کہ امام بخاری کی تالیفات

واما تاليفه يعني البخاري فانها سارت مسير الشمس ودارت في الدنيا فما جحد فضلها الا الذي يتخبطه الشيطان من المس واجلها واعظمها الجامع الصحيح (قسطلانی ص ۱۴)

دنیا مین پہیل رہی اور وہان پہرتے ہین جہان آفتاب پہرتا ہو۔ انکی بزرگی کا منکر وہی شخص ہو گا جسکو شیطان نے چہو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو گا۔ ان سب تصانیف مین سے بزرگ اور بڑی صحیح بخاری ہے۔

شیخ حافظ **ابن کثیر** نے کتاب البدایۃ والنہایہ مین فرمایا ہے۔ کہ کتاب صحیح

وكتابه الصحيح يستسقى بقرائته الغمام واجمع على قبوله وصحة ما فيه اهل الاسلام (تاریخ ابن کثیر)

بخاری کی قرائت کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیجاتی ہے اور اسکی احادیث کی صحت وقبول پر اہل اسلام کا اجماع ہو چکا ہے

اور حضرت شاہ ولی اللہ نے **حجۃ اللہ البالغہ** مین فرمایا ہے۔ کہ محدثین

اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع وانهما متواتران الى مصنفيهما وانه كل من يهون امرهما

کا اسپر اتفاق ہے۔ کہ صحیح بخاری ومسلم کی مرفوع متصل حدیثین یقیناً صحیح ہین اور اسپر کہ یہ کتابین اپنے مصنفون تک تواتر کے ساتہ پہنچ چکی ہین۔ اور اسپر بہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فھو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین (جعلہ اللہ الیالمدبر ۱۳۵۹)

انکا اتفاق ہے۔ کہ جو شخص انکے شان کو چھوڑ جائے وہ بدعتی ہے مومنوں کے راہ خلاف چلنے والا۔

اور صاحب درسات نے فرمایا ہے۔ کہ ان دونو کتابوں کا قرآن کے بعد تمام کتابوں سے جو آسمان کے نیچے ہیں صحیح تر ہونا اور خالص صحیح حدیثوں پر مشتمل ہونا۔ ہر زمانہ کے جملہ علما کے (میں پر اس علم حدیث میں اعتماد ہے) اور ہر ایک فقیہ موافق و مخالف کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہے۔

وکونھما اصح کتاب فی الصحیح بعد القرآن العزیز باجماع من یعتد بہ فی التاویل وھذا العلم الشریف قابلۃ فی کل عصر واجماع کل فقیہ من مخالف وموافق۔ (درسات ص۲۷۹)

امام ابن الصلاح نے فرمایا ہے۔ کہ بخاری و مسلم کی اتفاقی حدیثیں یقینی صحیح ہیں اور علم یقینی جو دلائل سے پیدا ہوتا ہے اس قسم کی صحت کے متعلق حاصل ہے۔ اسمیں اس شخص کو خلاف ہے جو یقینی علم کی نفی کرتا ہے۔ اس دلیل سے تمسک ہو کر۔ کہ اس قسم کی حدیثیں مفید ظن ہیں اور امت نے اسی وجہ سے انکو قبول کیا ہے۔ کہ ظن پر عمل کرنا اسکے نزدیک واجب ہوتا ہے اور ظن کبھی خطا بھی کرتا ہے۔

وھذا القسم ممن اتفق علیہ مقطوع بصحتہ والعلم الیقینی النظری واقع بہ خلافا لقول من نفی ذلک محتجا بانہ لا یفید الا الظن وانما تلقتہ الامۃ بالقبول لانہ یجب علیہ العمل بالظن والظن قد یخطئی وقد کنت امیل الی ھذا واحسبہ قویا ثم بان لی ان الذی اختارناہ اولا ھو الصحیح لان ظن من ھو معصوم من الخطاء لا یخطئ والامۃ فی اجماعھا معصومۃ من الخطاء ولھذا کان الاجماع المبنی علی الاجتھاد

ہین بھی اس مذہب کیطرف مائل ہو گیا تھا اور اسکو قوی سمجھنے لگا تھا پھر

حجة مقطوعًا بها والكل اجماعات العلماء كذا لك (مقدمه ابن الصلاح)

مجھے معلوم ہوا۔ کہ جو مذہب مینے پہلے اختیار کیا تہا وہی صحیح ہے۔ کہ اس قسم کی حدیثین قطعی ہین کیونکہ امت محمدیہ اس قسم کی حدیثین کو صحیح سمجھنے پر اتفاق کرنے مین معصوم ہے۔ اور معصوم کا ظن کبھی خطا نہین کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو اجماع اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے وہ (عصمت امۃ اہل اجماع کی نظر سے) قطعی سمجھا جاتا ہے۔ باوجودیکہ اجتہاد ایک ظنی امر ہے۔

امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین فرمایا ہے۔ کہ امام الحرمین نے کہا ہے۔ کوئی آدمی اگر یہ قسم کہالے کہ بخاری ومسلم کی حدیثین صحیح ہون تو اس شخص کی عورت پر طلاق ہے۔ تو اسکی یہ طلاق واقع نہوگی اور نہ اس قسم مین وہ چھوٹا ٹہرے گا۔ کیونکہ یہ مسلمانون کا اسپر اتفاق ہے

قد قال امام الحرمين لو حلف انسان بطلاق امرأته ان ما في كتابي البخاري ومسلم مما حكما بصحته من قول النبي لما لزمته الطلاق ولا حنثه لاجماع علماء المسلمين على صحتهما (مقدمه شرح مسلم)

کہ ان کتابون کی حدیثین صحیح ہین۔

اس مضمون کے اقوال بکثرت موجود ہین جنکی نقل سے تطویل ہوتی ہے۔ اسکی مقابلہ مین آپکا یہ کہنا کہ پندرہ کروڑ حنفی صحیح بخاری کو نہین مانتے۔ یہ محض ایک عیارانہ بات ہے۔ عامی لوگ جنکی تعداد* مردم شماری کے کاغذات سے آپ نے بتائی ہے۔ بخاری کو نہ مانتے ہون تو انکا اعتبار نہین ہے عالم حنفی تو صحیح بخاری کی صحت سے

* - یہ تعداد بھی معلوم نہین کس ملک کے حنفیون کی ہے۔ ہندوستان مین تو حنفیون کی یہ تعداد نہین ہے۔ ہندوستان کے کل مسلمان چھ کروڑ ہین جنمین حنفی اہلحدیث شیعہ وغیرہ سب شامل ہین۔

انکار نہین کرتے۔ آپ اس دعوی مین سچے ہین تو کم سے کم ایک عالم کا متقدمین یا متاخرین سے نام بتا دین۔ جنھے صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو غیر صحیح یا موضوع کہا ہو۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث صحیح بخاری کو اونچا اطلاع پاکر چھوڑ دیا۔ یہ بھی ایک عامیانہ بات ہے۔ آپ یہ نہین جانتے کہ امام اعظم صاحب کب ہوئے اور صحیح بخاری کب کہی گئی۔ مہربان من امام اعظم صاحب ڈیڑھ سو سنہ ہجری مین انتقال کرکے داخل فردوس ہوئے۔ اور صحیح بخاری دو سو سنہ کے بعد تالیف ہوئی۔ صحیح بخاری امام صاحب کے وقت مین تالیف ہوتی تو امام صاحب اسکو آنکھ پر رکھ لیتے۔

امام شعرانی میزان کبری کے صفحہ ۷۰ وغیرہ مین فرماتے ہین۔ کہ

فی اعتقادنا واعتقاد کل منصف تبع الامام ابی حنیفۃ بقرینۃ ما رویناہ انفا عنہ من ذم الرای والتغلیظ علی من اعتقد تقدیم النص الخفی علی القیاس وعلی ما عارض النص من اقوال الصحابۃ وغیرہم من التابعین ومن بعدہم وانما حادیث التی بلغتہ بالطرق الصحاح التی بہا من البلاد واشتہر وظہر بہا العمل وترک کل قیاس فاسد وکان القیاس قل فی مذہبہ کما قل فی مذہب غیرہ بالنسبۃ الیہ لکن لما کانت ادلۃ الشریعۃ مفرقۃ فی عصرہ مع التابعین وتابع التابعین فی المدائن والقری والثغور کثر القیاس	ہمارا اور ہر ایک منصف کا امام ابو حنیفہ کی نسبت بشہادت ان اقوال کے جو انسے در باب مذمت رائے واظہار برات آراہی ہم نقل کر چکے ہین اور بشہادت اس امر کے۔ کہ وہ نص کو قیاس سے مقدم سمجھتے یہ اعتقاد ہے۔ کہ اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک جو حفاظ حدیث کے مختلف شہرون اور سرحدون کے سفر کرنے کے بعد جمع ہوئین زندہ رہتے تو وہ ان احادیث کو لے لیتے۔ اور جو قیاس وہ (ان احادیث کے نہ ملنے سے) کر چکے تھے چھوڑ دیتے اور انکے مذہب

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

سابقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان دکھانے سے انکار کرنا پایا جاتا ہے کاریانی نے جو مقابلہ کیحالت مین نشان ظاہر ہونے کو ضروری اور لازمی قرار دیا اور اوسکو اپنے استثنار سے مستثنیٰ کردیا ہے تو اسپر اسنے دو آیات قرآن سے تمسک کیا ہے ایک وہ آیت جسکا اسنے یہ ترجمہ کیا ہے[1] "اے مومنو مقابلہ سے ہمت نہ ہارو اور کچہ اندیشہ مت کرو (درانجام کار غلبہ تمہین کا ہے اگر واقعی طور پر مومن ہو"

دوسری[2] وہ آیت جسکا ترجمہ اسنے باین الفاظ کیا ہے کہ "خدا تعالیٰ ہرگز کافرون کو مومنون پر راہ نہین دیگا" مگر مسلمین اسنے مسلمانون کو دہوکہ دیا ہے اور آیات کا مطلب غلط بتایا ہے۔ ان آیات مین ہر وقت اور عام حالات مین مسلمانون کو کافرون پر ظاہری اور دم نقد غلبہ دینے کا وعدہ نہین دیا گیا۔ بلکہ پہلی آیت مین تو ایک خاص موقع جنگ اُحد کے بعد جنگ بدر صغرے کی تیاری پر یہ وعدہ دیا گیا تہا۔ چنانچہ پہلی آیۃ کی تفسیر مین معالم مین لکہا ہے کہ اس آیت کا نزول جنگ اُحد کے بعد ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کے مقابلہ کا انکے زخمی ہو جانے کے بعد حکم دیا تہا اور وہ حکم اُنپر گران گذرا تہا تب خدا تعالےٰ نے اس آیۃ کو اُتارا۔

نزلت هذه الآية بعد احد حين امر النبي صلى الله عليه وسلم اصحابه لطلب القوم بعد ما اصابهم الجرح فاشتد ذلك على المسلمين فانزل هذه الآية (معالم)

اور دوسری آیت مین نہ تو خاص کر کے آسمانی نشان دکھانے سے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے اور نہ ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مین مسلمانون پر کافرون کو راہ دینے کا وعدہ ہے اسی عدم عموم حالات کیوجہ سے اس آیت کی تفسیر مین صحابہ کا اختلاف رہا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ

قال علي في الاخرة وقال عكرمة

[1] آیۃ یہ ہے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔
[2] وہ یہ ہے ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

فی مذھبہ بالنسبۃ الی غیرہ من الائمۃ ضرورۃ لعدم وجود النص فی تلک المسائل التی قاس فیھا بخلاف غیرہ من الائمۃ فان الحفاظ قد جلوا فی طلب الاحادیث وجمعھا فی عصرھم من البلدان والقری ودونوھا فجاءت احادیث الشریعۃ بعضھا بعضًا۔ فھذا کان سبب کثرۃ القیاس فی مذھبہ قلۃ فی مذاھب غیرہ (میزان شعرانی ص ۶۳ ج ۱)

مین قیاس کم ہوتا جیسا کہ اور ائمہ کے مذہب مین حنکو ان احادیث پر اطلاع ہوئی تھی کم ہوا ہے۔ ولیکن چونکہ انکے زمانہ مین شریعت کے دلائل (حدیثین) تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ شہرون اور گاؤن اور سرحدون مین متفرق تھین۔ لہذا انکے مذہب مین قیاس کی کثرت ہوئی اس ضرورت کی وجہ سے کہ ان مسائل مین جنمین انہون نے قیاس کیا ہے انکو حدیثین نہ ملی تھین۔ اور ائمہ کا حال اسکے برخلاف رہا۔ کیونکہ انکے زمانہ مین حفاظ حدیث نے حدیثون کی طلب اور جمع کرنے کے لئے شہرون اور گاؤن کے سفر کئے۔ لہذا انکے زمانہ مین حدیثین جمع ہوگئین۔ یہی سبب ہے کہ انکے مذہب مین قیاس زیادہ ہوا اور اماموں کے مذہب مین کم ہوا۔

اسکا ماحصل یہ ہے کہ کتب احادیث امام ابو حنیفہ کے بعد تالیف ہوئین۔ امام صاحب ان احادیث کو پاتے تو ضرور قبول فرماتے۔

اور اس سے پہلے ایک جگہ فرماتے ہین۔ سو اگر امام ابو حنیفہ اس حدیث پر کہ "جو شخص اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کرے" اطلاع پاتے تو اسکو قبول فرماتے۔

فلو ان الامام ابا حنیفۃ ظفر بحدیث "من مس فرجہ فلیتوضأ" لاخذ بھا (میزان ص ۶۲ ج ۱)

واضح رہے کہ یہ حدیث بخاری مین نہین ہے بلکہ اس سے کم مرتبہ کتب سنن مین ہے اس تحقیق سے ایکو یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ اہل حدیث کا صحیحین کو بلا وقفہ و نظر واجب العمل سمجھنا تقلید بے دلیل نہین ہے۔ بلکہ اسمین ان دلائل و اصول کا اتباع ہے

جو تصحیح حدیث مین مرعی رکھے گئے ہین - اجماع مخالفین وموافقین جسکو مخالف وموافق نقل کرتے ہین ان احادیث کی صحت پر بڑی روشن دلیل ہے - آپ اجماع کے لفظ سے گھبراتے ہین تو اسکی جگہ تلقی وتداول امت کو جو تعامل وتوارث کا ہم وزن ہے قبول کرین اور یقین کے ساتھ مان لین کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر جملہ فرقہاے اہل سنت کا عمل واستدلال چلا آیا ہے اس پر جو آپکا یہ سوال ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم مسلمانون مین اتفاق کے ساتھ مسلم چلی آئی ہین تو بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے ان احادیث کا خلاف کیون کیا اور سبھی نے انکے مطابق کیون مذہب اختیار نکر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خلاف فہم معانی مین اختلاف پر مبنی ہے - یا بعض وجوہات ترجیح پر آپ کتب اصول وفروع اسلام مین نظر نہین رکھتے آپ فتح القدیر کو جو حنفی مذہب کی مشہور کتاب ہے - یا برہان شرح مواہب الرحمن کو جو عرب وعجم مین بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے ایک دو روز مطالعہ کرکے دیکھین کہ انمین کس عزت وادب کے ساتھ صحیحین کی حدیث سے استدلال کیا گیا ہے - اور جس حدیث سے اختلاف کیا ہے اوسکو ضعیف سمجھکر اختلاف کیا ہے؟ یا اسکے معانی مین اختلاف کرکے یا اور وجوہات خارجیہ سے دوسری احادیث کو ترجیح دیکر اختلاف کیا؟

آپ فرماتے ہین کہ حدیث پرکھنے کے لئے قرآن کریم سے بڑھکر ہمارے پاس معیار نہین - محدثین نے گو معیار صحت قوانین روایت کو ٹھہرایا ہے مگر انہون نے اسکو کامل معیار نہین کہا - اور نہ قرآن کریم سے مستغنی کرنے والا بتایا ہے - اور اس دعویٰ کی تائید مین متعدد تحریرون مین متعدد آیات کو ذکر کیا ہے - جن مین قرآن مجید کے مخاطب علیہ وفواضل سنیہ مسلمہ اہل اسلام کا ذکر ہے - مہربان من محدثین کیا کوئی محقق مسلمان حنفی یا شافعی مقلد یا غیر مقلد تصحیح روایات حدیثیہ کا معیار

قرآن کریم کو نہین ٹہیراتا اور یہ نہین کہتا کہ جب کسی حدیث کی صحت پر کہنی ہو تو اسکو قرآن کریم کے موافقت یا مخالفت سے صحیح یا غیر صحیح قرار دین۔ بلکہ معیار تصحیح وہ قوانین روایت کو ٹہیراتے ہین کہ ازانجملہ کسیقدر بیان ہو چکے ہین اسکی وجہ معاذ اللہ ثم عیاذاً باللہ یہ نہین کہ قرآن مجید مسلمانون کا حکم و مہیمن نہین یا وہ امام جمیع المتین نہین۔ کوئی مسلمان جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے یہ نہین سمجہتا۔ اور اگر کوئی ایسا سمجہے تو وہ سخت کافر ہے۔ ابوجہل کا بڑا بہائی نہ چہوٹا کیونکہ ابوجہل نے تو قرآن مجید کو تسلیم ہی نہین کیا تہا۔ یہ کافر قرآن پر ایمان لاکر اسکو اپنا امام نہین بناتا اور حکم نہین سمجہتا۔ ایسا شخص درحقیقت قرآن پر ایمان نہین رکہتا اگرچہ بظاہر مدعی ایمان ہو۔ آپنے ناحق و بلا ضرورت ان آیات قرآنیہ کو ہمارے سوال کے جواب مین پیش کیا جنمین قرآن مجید کے یہ محامد علیہ وارد ہین اور انکی بے ضرورت نقل و بیان سے اپنے اور ہمارے اوقات کا خون کیا۔ بلکہ توافق قرآن کو معیار صحت نہ ٹہیرانے اور اس باب مین اصول روایت کی طرف رجوع کرنے کی دو وجہ ہین۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جو احادیث ان اصول روایت سے صحیح ہو چکی ہون وہ خود بخود قرآن مجید کے موافق ہوتی ہین اور ہرگز ہرگز وہ قرآن کے مخالف نہین ہوتین۔ قرآن امام ہے اور وہ احادیث خادم قرآن۔ اور اسکی وجوہات کی مفسر و مبین اور ان وجوہات معانی قرآن کی جو کم فہم و قاصر الفکر لوگون کے خیال مین متعارض معلوم ہوتی ہین فیصلہ کرنے والی ہین جس حالت مین ایک حدیث صحیح دوسری حدیث کی مخالف نہین ہوتی اور انکی باہم تطبیق ممکن ہے۔ چنانچہ امام الائمہ ابن خزیمہ سے

لا اعرف انہ روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثان باسنادین صحیحین متضادین فمن کان عندہ فلیاتنی بہ

منقول ہے۔ کہ مین ایسی کوئی دو حدیثین نہین پہچانتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باسناد صحیح مروی ہون اور

الف بینہما (مقدمہ ابن الصلاح) پھر وہ آپسمین متضاد و متخالف ہون
اسکیلئے پہلی ایسی دو حدیثین ہون تو وہ میرے پاس لاوے مین انکو باہم متوافق
و مطابق کردون۔ تو پھر کسی حدیث صحیح کا مخالف قرآن ہونا کیونکر ممکن ہے
جو شخص کسی حدیث صحیح کو قرآن کے مخالف سمجھتا ہے وہ نافہم ہے اور اپنی نافہمی
سے حدیث کو مخالف قرآن قرار دیتا ہے۔ محققین اسلام محدثین و فقہا ایسے
نہین ہین کہ صحیح حدیث کو مخالف قرآن سمجھین اس لئے انکو تصحیح حدیث کے لئے
اس امر کی ضرورت نہین ہے کہ موافقت یا مخالفت قرآن سے اسکا امتحان کرین
یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام قاطبۃً حدیث کی صحت قوانین روایت سے ثابت کرتے
ہین اور بعد تسلیم صحت و حصول فراغ از تصفیہ صحت اسحدیث کی قرآن سے تطبیق
کرتے ہین وہ بھی ایسے طور پر کہ امام قرآن ہی رہے اور احادیث اسکی خادم اور مفسر
و مترجم و فیصلہ کنندہ وجوہ اختلاف در نظر اشخاص قاصر الانظار ہین۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف توافق مضمون کسی حدیث کا اسکی صحت کا موجب ہو
نا اس سے لازم آتا ہے۔ کہ موضوع حدیثین اگر انکے مضامین صادق اور قرآن کے مطابق
ہون صحیح متصور ہون جبکا کوئی مسلمان قائل نہین۔ اسکے مقابلہ مین جو آپنے کہا ہے
کہ قرآن خود اپنا مفسر ہے حدیث اسکی مفسر نہین ہوسکتی۔ اس سے بھی آپکی ناواقفی
اصول مسائل اسلام سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے خود حدیث کو اپنا خادم
و مفسر قرار دیا ہے۔
خدا تعالے نے قرآن مجید مین بعض احکام ایسے طور پر بیان کئے ہین کہ وہ بلا
تفصیل صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مسلمان مخاطب قرآن کے سمجھ
مین نہ آتے اور نہ وہ دستور العمل بنائے جاسکتے۔ ایک حکم نماز ہی کو دیکھ لو قرآن
مین اسکی نسبت صرف یہ ارشاد ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ۔ اور کہین اسکی تفسیر نہین ہے

کہ نماز کیونکر قائم کیجاتی ہے۔ صاحب الحدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بابی ہو وامی) نے قولی وفعلی حدیثوں سے بتایا کہ نماز یوں پڑھی جاتی ہے تو وہ حکم قرآن سمجھا اور عقل میں آیا۔ آپ کہینگے کہ یہ کیفیت نماز تعامل سے ثابت ہے۔ اب سوال کیا جائیگا کہ تعامل کب سے شروع ہوا اور جس طریق پر تعامل ہوا وہ طریق کس نے بتایا۔ اسکے جواب میں اخیر یہی کہوگے کہ حدیث یا صاحب حدیث نے۔

دوسرا یہ سوال کہ وہ تعامل کن کن صورتوں پر ہوا ہے اتفاقی پر یا اختلافی پر۔ صرف اتفاقی صورتوں میں اسکو منحصر کروگے تو آپکو نماز پڑھنا مشکل ہو جائیگا اختلافی صورتوں پر تعامل کا دعوی کروگے تو اختلاف موجب تساقط ہوگا۔ یا آخر اس اختلاف کا تصفیہ احادیث صحیحہ سے ہوگا۔ جو آپ میں متوافق ہو سکتی ہیں۔

اب ہم ایک دو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جنمیں آپ کو تعامل کا اشتباہ نہو۔ قرآن کریم نے حرام جانوروں کو (جیسے خنزیر و مُنخنقہ وغیرہ) حرام فرما کر ان کے ماسوائے جانوروں کو حلال کر دیا اور فرمایا ہے

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا۔ الآیۃ۔ وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔

تو کہدے میں اس وحی میں جو میری طرف ہوئی ہے۔ کسی کھانے والے پر مردار یا خون جاری کے سوا کچھ حرام نہیں پاتا اور وہ خدا وہ ہے جسنے تمہارے واسطے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا ہے۔

اور بعض جانوروں کی حرمت کا بیان اپنے خادم حدیث یا صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ بناء علیہ انہنے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ علاوہ ان جانوروں کے جنکی حرمت کا بیان قرآن میں ہے۔ گدھا اور درندے حرام ہیں۔ اب فرمائیے اس حکم گدھا اور درندوں کی حرمت کی تفسیر قرآن کریم نے خود

کہاں فرمائی ہے۔ اسپر رفع تعامل کا بھی آپ دعوی نہیں کر سکتے۔ گدھے وغیرہ درندوں کی حرمت کا اعتقاد یا اسکے استعمال کا ترک کوئی عمل نہیں ہے جسپر تعامل کا ادعا ہو سکے۔ حدیث کو یہ خدمتِ تفسیر و فیصلہ رجحانات قرآن کریم نے خود عطا فرمائی ہے۔ اور صاحب الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی کلام میں جسکو حدیث کہا جاتا ہے اس خدمت کے عطا ہونے کا اظہار کیا ہے۔

قرآن کریم

میں ارشاد ہے۔ جو کچھ (حکم) تمہیں رسول دے لے لو۔ اور جس سے روکے اُس سے رُک جاؤ۔

وما آتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔	

اس مضمون کی آیات قرآن میں اور بہت ہیں مگر ہم آپ کیطرح ان سب کو شمار کر کے تطویل کلام نہیں کرنا چاہتے۔ یعنی اے مسلمانو جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمکو دے (قرآن ہو خواہ وحی غیر متلو حدیث) وہ لیلو اور جس سے روکے یعنی جو حکم کسی چیز کے عدم استعمال کی نسبت دے گو وہ حکم قرآن میں نہ ہو اوس سے رک جاؤ۔ اس ارشاد قرآن کی ہدایت و شہادت سے حضرت ابن مسعود نے وشم (جسم کو گودنا) پر لعنت کی وعید کو جو صرف حدیث میں وارد ہے قرآن میں داخل قرار دیا تو اسپر ایک عورت ام یعقوب نے اعتراض کیا کہ یہ لعنت قرآن میں کہیں ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس حالت میں لعنت حدیث میں وارد ہے تو بحکم آیہ وما آتکم الرسول فخذوہ۔ یہ قرآن کریم میں وارد ہے چنانچہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے کہا خدا تعالے نے ان عورتوں کو لعنت کی ہے جو جسم گودتی* ہیں اور گدواتی ہیں۔ اور ابرو وغیرہ کے بال چنتی اور چنواتی ہیں۔ اور دانتوں

عن عبد اللہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ قال فبلغ ذلک امرأۃ من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب	

* گودنا۔ سوئی وغیرہ سے جسم کی کہال میں سوراخ کر کے اسمیں سرمہ وغیرہ رنگ بھرنا۔

وكانت تقرء القرآن فاتته فقالت ما حديث بلغني عنك انك لعنت الواشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات لخلق الله فقال عبد الله ومالي لا العن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في كتاب الله عز وجل فقالت المرأة لقد قرأت ما بين لوحي المصحف فما وجدته فقال لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه قال الله عز وجل ما آتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

(صحیح مسلم ص ۲۰۵ ج ۲)

اور دانتون کو باریک کرتی اور کرواتی ہین خوبصورتی کے لئے خدا کی پیدایش مین تبدیلی چاہتی ہین۔ یہ قول ابن مسعود کا ایک بنی اسد کی عورت ام یعقوب کو جو قرآن پڑہی ہوئی تہی پہنچا۔ تو وہ ابن مسعود کے پاس ائی اور بولی یہ کیسی بات ہے جو تجہسے پہنچی ہے۔ کہ تو ایسی عورتون کو لعنت کرتا ہے۔

وہ بولے مین ایسی عورتون کو لعنت کیون نکرون جنکو رسول اللہ نے لعنت کی ہو۔ اور وہ لعنت قرآن مجید مین بہی ہو۔ وہ بولی مینے تو قرآن سب کا سب پڑہا۔ اسمین تو کہین یہ لعنت نہین ہے۔ انہون نے کہا تو (ٹہیک) قرآن کو پڑہتی تو اسمین یہ آیت پاتی۔ وما آتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ یعنی رسول جو حکم دے لے لو۔ اور جس سے روکے اوس سے رک جاؤ۔

جناب صاحب الحدیث صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ارشاد قرانی کے موافق ارشاد کیا ہے

عن المقدام ابن معد يكرب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا اني اوتيت القرآن ومثله معه الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه من حرام فحرموه وان ما حرم

چنانچہ مقدام سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سن رکہو مجہے قرآن دیا گیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ایک ایسی چیز جو اسکی مثل ہے (یعنی حدیث) سن رکہو۔ عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا اپنی چہپر کہٹ پر بیٹھا

رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا ومن نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ - رواہ ابوداود ص۲۷۶

یہ کہیگا۔ کہ لوگو تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو۔ اسمین جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔ (یعنے جو حکم قرآن مین نہو حدیث مین ہو اسکو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول اللہ نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہو۔ سن رکھو تمہارے لئے۔ آبادی کے گدھے حلال نہین اور نہ دانت کاٹنے والے درندہ اور نہ مسلمانون کی امان وپناہ مین رہنے والی کافر کی کوئی گری ہوئی چیز۔ بجز اسحالت کے کہ وہ اس سے بے پرواہو۔ اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو۔ انپر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دین۔ وہ نہ دین تو اسے چاہتا ہے۔ کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار خود سمجھ انکے مال سے لے لے۔

طیبی نے شرح مشکوۃ مین کہا ہے۔ اسحدیث مین بڑی زجر وملامت ہے جو بڑے غصہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اس شخص کے لئے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھکر حدیث کے عمل سے بے پرواہو جائے اور اسکا عمل ترک کردے۔

وھذا الحدیث نوبیخ وتقریع ینشاء من غضب علیہ علی ترک السنۃ وما عمل بالحدیث استغناء عنھا بالکتاب۔ (طیبی نسخہ مصقول)

اسحدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے۔ کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ یعنی حدیث ان وجوہات واختلافات قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ جو کتاب اللہ کے معانی مختلفہ سے لوگونکے خیال مین آتی ہین۔

السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ

پھر امام یحییٰ بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے۔ کہ حدیث اجمال قرآن کا فیصلہ کرنے

قال السنة قاضية على القرآن وليس القرآن بقاض على السنة (سنن دارمی ص۷۷)

والی ہے۔ قرآن حدیث کا فیصلہ کرنے والا نہین ہے۔ یعنی حدیث قرآن کی وجوہات اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے۔ اور قرآن ایسا نہین کرتا کہ وہ حدیث کی وجوہ اختلاف کا فیصلہ کرے۔ یعنی اس لئے کہ خدمت خادم کا کام ہے نہ مخدوم کا۔

اور دارمی نے حسان سے نقل کیا ہے۔ کہ جبرئیل ؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ

قال كان جبريل ينزل على النبي بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن (سنن دارمی ص۷۷)

وسلم پر حدیث لیکر بہی ویسے ہی نازل ہوتے جیسا کہ قرآن لے کر آتے۔ یعنی حضرت جبریل جیسا کہ آنحضرت ؐ پر قرآن اوتارتے ویسی ہی حدیث۔

اور سعید بن جبیرؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے ایک دن

انه حدث يوما بحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم فقال لرجل في كتاب الله ما يخالف هذا قال الا اراني احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعرض فيه بكتاب الله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم بكتاب الله منك (سنن دارمی ص۷۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی۔ تو ایک آدمی بولا قرآن مین اس حدیث کا خلاف موجود ہے۔ حضرت سعیدؒ نے فرمایا مین تجہے آنحضرت ؐ کی حدیث سناتا ہون تو اسکے مقابلہ مین قرآن پیش کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجہ سے بڑہکر قرآن مجید جاننے والے تہے (یعنی آنحضرت ؐ نے یہ حدیث فرمائی ہے تو قرآن کا مطلب سمجہکر فرمائی ہے۔ قرآن مین اسکا خلاف ہوتا تو آپ یہ حدیث کیون فرماتے)۔

امام شعرانی نے منہج المبین مین کہا ہے۔ کہ امت محمدیہ ؐ کا اسپر

اجتمعت الامة على ان السنة

اتفاق ہے۔ کہ حدیث قرآن مجید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قاضیۃ علی کتاب اللہ (منہاج شعرانی) کی وجوہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہی

ان آیات قرآنی و اقوال نبوی و آثار سلف کے مقابلے مین جو حدیث اپنے تفسیر حسینی سے نقل کی ہے وہ قابل اعتبار نہین ہے۔ حدیث زندیقون یعنی چھپے مرتدون کی بنائی ہوئی ہین۔ اور اگر اس حدیث کو بطور فرض محال صحیح فرض کرلیا جاوے تو وہ خود اپنے مضمون کی بطل و مکذب ہے ہم اس حدیث کے رو سے پہلے اسی کو قرآن پر پیش کرتے ہین تو بحکم آیہ وما آتاکم الرسول وغیرہ اسکو موضوع پاتے ہین یہ بات مین صرف اپنی راے سے نہین کہتا بلکہ ائمہ محدثین اور فقہا اصولیون کی کتابون مین پاتا ہون۔

کتاب تلویح مین ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو اسوجہ سے مطعون کیا ہے کہ اسکے راویون مین ایک یزید بن ربیعہ ہے جو مجہول الحال تہا اور اسکی سند مین اشعث اور ثوبان کے درمیان سے ایک راوی چہوٹ گیا ہے۔ لہذا یہ منقطع ہے (نہ متصل) اور یحیی بن معین (امام) نے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جسکو زندیقون (چھپے مرتدون) نے وضع کیا ہے یعنی از خود گہڑ لیا ہے۔

وقد طعن فیہ المحدثون بان فی روایۃ یزید بن ربیعۃ وھو مجہول ونزل فی اسنادہ واسطۃ بین الاشعث وثوبان فیکون منقطعاً وذکر یحیی بن معین انہ حدیث وضعتہ الزنادقۃ (تلویح ص ۱۲۹)

مولانا بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت مین فرمایا ہے۔ کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے۔ شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندون سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہین۔ بعض

قال صاحب سفر السعادۃ انہ من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلانی قد جاء بطرق لا تخلو عن المقال وقال بعضہم قد وضعہ الزنادقۃ وایضاً

عن ابن عباس رض ای حجۃ وقیل ظھورا علی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (معالم ص۵۹)

آخرت مین خدا کافرون کو مومنون پر راہ نہ دیگا۔ حضرت ابن عباس رض نے کہا ہے کافر دلائل سے (جو اکثر آسمانی نشان کے سوا بھی ہوتے ہین۔) مسلمانون پر غالب نہ آئین گے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر غالب نہونگے۔ یہ تفسیر معالم کا بیان ہے۔ ایسا ہی بیضاوی مین لکھا ہے اور اسمین تخصیص آخرت پر آیۃ کے سیاق کو دلیل سمجھ کر کہا ہے

فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکَافِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا حینئذٍ[1] اور ان آیات سے کسی مسلمان سلف یا خلف نے یہ نہین سمجھا۔ کہ انمین مومنون کو کافرون پر ہر حالت اور ہر وقت مین غلبہ دینے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور واقعہ اور مشاہدہ کی شہادت بھی اس کے برخلاف ہے۔ ہم صاف دیکھتے ہین کہ بارہا مسلمانونکا کافرونسے مقابلہ ہوا۔ اور بظاہر کافرون نے غلبہ پایا عام مسلمانون کا ذکر ہے خاص انبیا پر بعض کافرون نے غلبہ پایا اور انکو شہید کیا۔ دیکھو قرآن مین وَقَتَلَتْھُمُ الْاَنْبِیَاءُ بِغَیْرِ حَقٍّ کادیانی نے بھی دل سے ان آیات کا یہ مطلب نہین سمجھتا جو یہان بیان کرتا ہے۔ وہ خود یہ مطلب سمجھتا ہے تو کیون دلیری کے ساتھ بلا حراست پولیس وحفاظت حوار مین کبھی میدان مین نہین نکلتا۔

دہلی مین چاندنی چوک کے جلسہ عام اہل اسلام مین نہ آیا۔ اور اسنے صاف اور صریح الفاظ کے ساتھ یہ عذر لکھہ بھیجا کہ اُس جوش کی حالت مین کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھکو کہہ گیا ہے کہ مین محض خیر خواہی کے رو سے کہتا ہون کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ میرے دوست مولوی[2] غلام قادر صاحب

[1] غلام قادر کو آپ مولوی نہ کہین تو وہ آپکو حضرت اقدس کسطرح کہین۔ ؎
من ترا حاجے بگویم تو مرا

[1] ترجمہ۔ پس خدا تعالے تم مین قیامت کے دن فیصلہ کریگا اور خدا تعالے کافرون کو مومنون پر غلبہ نہ دیگا۔

هو مخالف لقوله تعالى ما اتكم الرسول فخذوه فصحة هذا الحديث يستلزم وضعه ورده فهو ضعيف مردود (شرح مسلم الثبوت)

محدثین نے کہا ہے۔ کہ اسکو زندیقون (چھپے مرتدون) نے وضع کیا یعنے ازخود بنالیا ہے۔ اور نیز یہ اس قول خداوندی کے مخالف ہی جسمین فرمایا ہے۔ کہ رسول جو کچھہ تمہین دے لے لو۔ پس اگر اسحدیث کو صحیح مان لین تو اس سے بہی اسکا موضوع و مردود ہونا لازم آتا ہے (یعنی اسحدیث کو صحیح مانکر اسکے مضمون کے مطابق اسکو قرآن پر عرض کیا تو قرآن نے اسکے برخلاف ہر ایک صحیح حدیث کو قبول کرنے کا حکم دیا۔ اور اسکے مضمون کو رد کر دیا)۔

ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ مین فرماتے ہین۔ کہ ان اصولیون

وما اورده الاصوليون من قوله اذا روى عنى حديث فاعرضوه على كتاب الله فان وافقه فاقبلوه وان خالفه ردوه قال الخطابى وضعته الزنادقة ويدفعه حديث انى اوتيت الكتاب وما يعدله ويروى ومثله وكذا قال الصغانى وهو كما قال انتهى (تذکرہ ابن طاہر)

نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث میری طرف سے مروی ہو تو اسکو قرآن پر عرض کرو۔ پس اگر وہ اسکے موافق نکلے تو اُسے قبول کرو۔ اور اگر مخالف نکلے تو رد کر دو۔ اسکی نسبت خطابی نے کہا ہے کہ زندیقون نے اسکو گھڑ لیا ہے۔ اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول رد کرتا ہے جسمین ارشاد ہے کہ مین قرآن دیا گیا ہون۔ اور وہ چیز جو اسکے برابر یا اسکی مانند (یعنی حدیث)۔ ایسا ہی صغانی کہا ہے اور حقیقت مین بہی ایسا ہی جیسا کہ اسنے کہا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی فوائد مجموعہ مین فرماتے ہین۔ اس قول کی

حدیث اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ وان خالفہ ردوہ قال الخطابی وضعتہ الزنادقۃ ویدفعہ انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ وکذا قال الصغانی قلت وقد سبقہما الی نسبتہ الی الزنادقۃ ابن معین کما حکاہ الذہبی علی ان فی ہذا الحدیث الموضوع نفسہ ما یدل علی ردہ لانا اذا عرضناہ علی کتاب اللہ خالفہ ففی کتاب اللہ عزوجل ما اتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا ونحوہ من الآیات انتہی (تذکرہ موضوعات شوکانی ص۱۶۶)

نسبت جو اصولیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ خطابی نے کہا ہے اسکو زندیقون نے وضع کیا ہے اور اسکو وہ قول رسول خدا رد کر رہا ہے۔ (جو حاشیہ سابق مین گذرا) ایسا ہی صغانی نے کہا ہے اور ان دونو سے پہلے یحییٰ بن معین نے اسکو زندیقون کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے ان سے نقل کیا ہے۔ علاوہ برین خود اس حدیث موضوع کا مضمون اسکو رد کر رہا ہے۔ کیونکہ ہمنے اسکے مضمون کے مطابق اسکو قرآن پر پیش کیا تو وہ قرآن کے مخالف نکلا کیونکہ قرآن مین صاف آچکا ہے کہ جو کچھ تمہین رسول (حکم) دے اسکو قبول کرو۔ اور جو حدیث حارث اعور آپنے پیش کی ہے وہ بہی اولاً صحیح نہین جس کتاب مشکوٰۃ سے آپنے وہ حدیث نقل کی ہے اسمین اسکا جرح موجود ہے جسکو آپنے سرقہ وخیانت سے نقل نہین کیا اسمین منقول ہے۔ قال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ مجہول فی الحارث مقال ایسا ہی تقریب التہذیب مین حارث اعور کو مجہول کہا ہے۔ اور اس حارث کا حال ہم کتب اسماء الرجال سے بتفصیل نقل کرین تو ایک دفتر ہو جائے یہ اعور بہی ایک دجال تہا اور اگر بطور فرض محال اس حدیث کو صحیح تسلیم کرلین تو اسکے وہ معنے نہین جو اپنے بطور تحریف کئے ہین بلکہ اسکے معنے یہ ہین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ لوگ دلائل شرعیہ یعنی قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اس رائے والی باتون مین خوض کرین تو اس فتنہ سے نجات قرآن سے متصور ہے اور احادیث و آثار سابقہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حدیث بہی مثل قرآن ہے۔ و بناءً علیہ اس حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اس فتنہ سے نجات قرآن و حدیث دونون کے اتباع سے متصور ہے نہ یہ کہ حدیث نبوی فتنہ ہے اور اس سے نجات مطلوب ہے۔ آپنے اس حدیث کے ترجمہ مین لفظ احادیث کا ترجمہ لفظ حدیثون سے کیا اور مسلمانون کو پورا دہوکہ دیا۔ روے زمین مین ایسا کوئی مسلمان نہوگا جو اس کلام مین احادیث سے نبوی حدیثین مراد لیتا ہو۔

یہان احادیث سے لوگون کی باتین جو انکے لغوی معنے ہین اور بہت سی احادیث نبویہ مین یہ لغوی معنے پائے جاتے ہین۔ ایک حدیث مین ہے۔ ایاک والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ یعنی ظن سے بچو ظن جہوٹی بات ہے۔

ایک حدیث مین ذکر ہے۔ کہ آدمی کو جہوٹا بننے کے لئے یہی کافی ہے۔ کہ وہ جو بات سنے اس کو نقل کر دے یعنی صحیح و غیر صحیح کی تمیز و تحقیق نکرے۔

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع

یہان بہی حدیث سے بات کرنا مراد ہے۔ جس حدیث مین بوقت قضاء حاجت دو شخصونکی آپسمین باتین کرنے سے ممانعت وارد ہے۔ اس حدیث مین بہی لفظ یحدثان بولا گیا ہے۔ کیا ان سب احادیث* مین حدیث سے حدیث نبوی کی تحدیث مراد ہے۔ ہرگز نہین۔

آپنے اس حدیث اعور کے معنے مین تحریف کرنے کے وقت یہ غور نکیا کہ حدیث کے لغوی معنے کیا ہین۔ یا دیدہ دانستہ لوگون کو دہوکہ دیا۔ حضرت عمرؓ کے قول حسبنا کتاب اللہ سے جو آپنے تمسک کیا ہے اس سے یہ مقصود نہین کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحۃ والثبوت کو چہوڑ کر کتاب اللہ کو کافی سمجہنا چاہئے۔ بلکہ اس کے معنے

* قرآن کے محاورہ مین بہی لفظ حدیث بات چیت کے معنے مین بولا گیا ہے نمبر ۷ جلد ۱۳ صفحہ ۱۸ ملاحظہ ہو

یہ ہین کہ جہان ہمارے پاس سنت صحیحہ نبویہ سے کوئی تفصیل ہو وہان قرآن کریم کو کافی سمجھینگے کیونکہ اس صورت مین یہ امر ناممکن ہے کہ قرآن کریم مین اسس کا بیان کافی نہوا ہو۔ قرآن مین اسکا بیان نہوتا تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین ضرور اسکی تفصیل پائی جاتی اسپر روشن دلیل جس سے کوئی مسلمان انکار نکرے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ فاروق نے اپنی تمام عمر مین اپنے سے چھوٹے رتبہ کے لوگونکی روایات کو قبول کیا ہے اوران روایات سے مستغنی ہوکر عمل کتاب اللہ کو کافی نہین سمجھا اسکی تفصیل ہمارے ضمیمجات ششہ مین بخوبی ہوچکی ہے اسمقام مین اسکی چند مثالین ذکر کیجاتی ہین۔ اول قرآن مجید مین بیٹی کی مراثت کا یہ حکم بیان ہوا ہے کہ کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو وہ نصف مال کی وارث ہے اس حکم قرآنی کے مقتضا یون کہین کہ مخصص آنحضرت کی یہ احادیث ہین (۱) گروہ انبیأ کا کوئی وارث نہین ہوتا جسکی دست آویز سے حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ زہرا کو آنحضرت کے خالص مال سے ورثہ نہ دیا۔ باوجودیکہ اُنہون نے مطالبہ بھی کیا (۲) آنحضرت نے بیٹی بیٹے دیگر وارثون کو اس حالت مین محروم الارث ٹھیرایا ہے جبکہ وہ اپنے مورث کو قتل کردین۔ یا وارث و مورث کے مذہب مین اختلاف ہوجاوے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان احادیث کو قبول فرمایا اوراسپر عمل کیا اوران احادیث سے مستغنی ہوکر آیہ میراث کے عمل پر اکتفا نکیا۔

(۲) قرآن مجید مین اُن عورتونکو جنکا نکاح مرد پر حرام ہے شمار کرکے فرمایا ہے اُحل لکم ماوراء ذالکم یعنی ان عورتون کے سوا جنکا حکم حرمت نکاح قرآن مین بیان ہوا ہے سب عورتین تمپر حلال ہین۔ اسحکم قرآن کی تفسیر یا یون کہین کہ تخصیص مین آنحضرتؐ کا یہ ارشاد ہے کہ جورو کی خالہ اور پھوپھی جورو کی نکاح مین ہونے کی حالت مین نکاح مین نہ لائی جائے۔ چنانچہ فرمایا ہے لا تنکح المرأۃ علی عمتہا ولا علی خالتہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب جنمین حضرت عمر بھی داخل وشامل ہین اسحدیث نبوی کو قبول فرمایا ہے۔ اور اسکو مخالف قرآن سمجھکر اسکے عمل سے اعتنا اور عمل قرآن پر اکتفا نہین کیا۔

فاضل قندھاری نے کتاب مغتنم الحصول مین کہا ہے۔ کہ صحابہ نے اس آیہ کے حکم کو جسمین ارشاد ہے کہ محرمات مذکورہ قرآن کے سوا اور سب عورتین تمپر حلال ہین۔ اسحدیث سے مخصوص البعض ٹھہرایا ہے جسمین ارشاد ہے کہ کسی عورت کو اسکی پھوپھی اور خالہ کے ساتھ نکاح مین جمع نکرین۔ اور آیہ میراث کے حکم کو اسحدیث سے مخصوص البعض قرار دیا ہے جسمین ارشاد ہے کہ دو مختلف دین والے آپسمین وارث نہون اور انبیاء کیسکے وارث نہین ہوتے اور نہ انکا کوئی وارث ہوتا ہے۔

ان الصحابة خصصوا واحل لكم ماوراء ذلكم بلا تنكح المرءة على عمتها ولا على خالتها ويوصيكم الله فى اولادكم بلا يرث القاتل ولا يتوارثان اهل الملتين ونحن معشر الانبياء لا نرث ولا نورث (مغتنم الحصول)

(۲) حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایک بادیہ نشین راوی کی اسحدیث کو قبول فرمایا جسمین بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اسکے خاوند کی دیت کا وارث کیا باوجودیکہ قرآن مجید اس عورت کو دیت کا وارث نہین بناتا کیونکہ وہ دیت بعد موت شوہر کا مال ہوتا ہے اور عورت بعد موت شوہر اوسکی عورت نہین رہتی۔ وبناءً علیہ حضرت عمر فاروقؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ عورت اس مال سے وراثت کی مستحق نہین۔ مگر جب آپکو حدیث مذکور معلوم ہوگئی تو اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث کو قبول فرمایا۔ ترمذی مین حضرت عمر فاروق رضؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ نہا عصبات وغیرہ وارثون سے ہے اور عورت اپنے شوہر کے خونبہا سے وارث نہین ہوتی۔ یہانتک کہ الضحاک

كان عمر رض يقول الدية على العاقلة ولا ترث المرءة من دية

زوجها شيئاً حتى قال له الضحاك بن سفيان كتب الي رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ورث امرأة اشيم الضبابي من دية زوجها فرجع عمر رواه الترمذي وابو داؤد۔

بن سفیان نے انکو خبر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا۔ کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خونبہا سے وارث بنالو تو حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔

(۴) دیت جنین کی حدیث کو دو شخصون کی روایت و شہادت سے آپنے قبول کیا اور اس باب مین قرآن کریم کے حکم قصاص پر اکتفا نفرمایا۔

ہشام نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے قسم دیکر پوچھا کہ کیا کسنے اس بچہ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو ان کو پیٹ سے مردہ گرایا گیا ہو تو مغیرہ نے کہا ہان مین نے سنا ہے آپنے اسکا خونبہا ایک غلام یا لونڈی مقرر کیا ہے۔ اسپر آپنے فرمایا تیرے ساتھ کوئی اور بھی اسبات کا گواہ ہے محمد بن مسلمہ بولے ہان مین گواہ ہون۔ ابو داؤد کی روایت مین ہے۔ کہ پھر حضرت عمر بولے اللہ اکبر۔ ہم یہ حکم نہ

عن هشام عن ابيه ان عمر بن الخطاب نشد الناس من سمع النبي صلى الله عليه وسلم قضى في السقط فقال المغيرة انا سمعته قضى فيه بغرة عبد او امة قال ائت من يشهد معك على هذا فقال محمد بن مسلمة انا اشهد على النبي صلى الله عليه وسلم بمثل هذا رواه البخاري صفحہ ۱۰۲۰۔ وزاد ابو داود صفحہ ۲۷۳ ج ۲ فقال عمر بن الخطاب الله اكبر لو لم اسمع بهذا لقضينا بغير هذا۔

سنتے تو کچھ اور ہی فیصلہ کرتے۔

(۵) سبھی انگلیون کے خون بہا کے برابر ہونے کی حدیث آپنے قبول فرمائی باوجودیکہ آپکی رائے اسمین یہ تھی کہ چھوٹی انگل اور اسکے ساتھ والی کی دیت نو اونٹ

ہونی چاہئے۔ بیچ والی اور اسکے ساتہ والی سبابہ کے ۱۲۔ اونٹ۔ انگوٹھے کے ۱۵۔ اونٹ جو بظاہر انکے مختلف قوتون اور مقدارون کی نظر سے انصاف اور عدل معلوم ہوتی ہے مگر آپنے حدیث سنی تو قبول فرمائی۔ اور قرآن سے اوسکے مطابق کرنے کی کچہ پروا نکی۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۰۱۸ مین حدیث ہے عن النبی صلعم[1] قال ھذہ ھذہ یعنی الخنصر والابھام سواء۔

اور مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت مین ہے کہ حضرت عمر نے اپنی راے کو انگلیون کی خونبہا مین ترک کردی انکی راے یہ تہی کہ چہوٹی انگلی اور اسکے ساتہ والی کا خونبہا نو اونٹ بیچ والی کے اور کلمہ کی انگلی کے بارہ اونٹ انگوٹہے کے پندرہ۔ ایسا ہی کتاب تیسیر مین ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ ایسا ہی اورون نے ذکر کیا ہے۔ مگر بیہقی کی روایت مین ہے کہ حضرت عمر کلمہ والی انگلی کا خونبہا بارہ اونٹ خیال کرتے اور بیچ والی کے تیرہ۔ اونٹ اس راے کو آپنے عمرو بن حزم کی اس حدیث سے ترک کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک انگلی کا خونبہا دس اونٹ مقرر کئے ہین۔ اس مضمون کی اور بہت مثالین ہین مگر ہم آپ کیطرح تطویل پسند نہین کرتے۔ ان امثلہ کو دیکہکر کس و ناکس بشرطیکہ ادنیٰ فہم و انصاف رکہتا ہو ہرگز نہ کہیگا کہ حضرت عمر رض نے جو فرمایا ہے کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی کی ہمکو حاجت نہین اور قرآن اسکی جگہ کافی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ جب تک کسی حدیث کی شہادت قرآن مین نہ پائی جائے رہ لائق قبول نہین بلکہ اس سے مراد صرف وہی ہے جو ہمنے بیان کی کہ جس مسئلہ مین سنت صحیحہ سے کوئی تفصیل نہو وہان قرآن کریم

وترك عمر رض رائه فی دیت الاصابع وکان رائه فی الخنصر والبنصر تسعا وفی الوسطی وفی المسبحة اثنا عشر وفی الابهام خمسة عشر کل ذلك فی التیسیر قال الشارح وکذا ذکر غیره والذی فی روایت البیهقی انه کان یری فی المسبحة اثنا عشر وفی الوسطی ثلاثة عشر بخبر عمرو بن حزم فی کل اصبع عشر من الابل (شرح مسلم الثبوت)

[1] یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ چہوٹی انگلی اور انگوٹہا برابر ہین۔

کافی ہے۔ اس قول فاروقی کے مورد کو دیکھا جائے تو اُس سے بھی یہی سمجھ مین آتے ہین۔ مگر اس کی بحث تفصیلی مین تطویل ہوتی ہے۔ کیونکہ اسمین شیعہ سنیون کے باہمی اختلاف کو جو اس قول کی نسبت انمین پایا جاتا ہے ذکر کرنا پڑتا ہے۔ جس سے بحث مقصود سے خروج لازم آتا ہے۔ امکان تضعیف و توہین حدیث صحیحین پر آپنے ایک یہ دلیل پیش کی ہے۔ کہ قرآن کریم مین ارشاد ہے۔ جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اوسکی تفتیش کرو۔ یہ دلیل بھی آپ کی ناواقفی پر ایک دلیل ہے احادیث صحیحین کے راوی تہمت فسق سے بری ہین اور ان کی عدالت ثابت و متحقق ہو چکی ہے اسی نظر سے ان کتابون کی احادیث اتفاق اہل اسلام کے ساتھ صحیح تسلیم کی گئی ہین۔

امام ابن حجر مقدمہ فتح الباری مین فرماتے ہین۔ ہر ایک منصف کو چاہئے

ینبغی لکل منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راو کان مقتض لعدالته عنده وصحة ضبطه وعدم غفلته ولا سیما اذا انضاف الی ذالك من اطلاق جمهور الائمة علی تسمیة الکتاب بالصحیحین وهذا المعنی لم یحصل لغیر من خرج عنه فی الصحیحین فهی نهایة الطبقة الجامعة علی تعدیل من ذکر فیهما - هذا اذا اخرج له فی الاصول فاما ان اخرج له فی المتابعات والشواهد والتعالیق	لینا چاہئے کہ صحیح (بخاری یا مسلم) کے مصنف کا کسی راوی کی حدیث کو روایت کرنا اسکے نزدیک اسکے عادل ہونے اور اسکے ضبط کے صحیح ہونے اور اس کے غافل نہونے کا مقتضی ہے خصوصاً اس حالت مین کہ اس امر کے ساتھ جمہور علماء کا ان دو کتابون کے صحیح کہنا ملایا جائے یہ معنی ان راویون مین پائے نہین جاتے جنسے صحیحین مین روایت حدیث ہوئی ہو ان کتابون کو صحیح کہنا ان کے راویون کے عادل ہونے پر جمہور علما کا پورے سری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فهذا يتفاوت درجات من اخرج
له في الضبط وغيره مع حصول اسم
الصدق لهم وحينئذ اذا وجدنا
لغيره في حديثهم طعنا فذلك
الطعن مقابل للتعديل لهذا الامام
فلا يقبل الا مبين السبب مفسرا
بقادح يقدح في عدالة هذا الراوي
وفي ضبطه مطلقا او في ضبطه لخبر
بعينه لان الاسباب الحاملة للائمة
على الجرح متفاوتة منها ما يقدح
ومنها ما لا يقدح وقد كان الشيخ
ابو الحسن المقدسي يقول في الرجل
الذي يخرج عنه في الصحيح هذا جاز
القنطرة يعني بذلك انه لا يلتفت الى
ما قيل فيه قال الشيخ ابو الفتح القشيري
في مختصره وهكذا نعتقد وبه اقول
ولا يخرج عنه الا بحجة ظاهرة
وبيان شاف يزيد في غلبة الظن
على المعنى الذي قدمناه - من اتفاق
الناس بعد الشيخين على تسمية كتابيهما
بالصحيحين ومن لوازم ذلك تعديل

کا اتفاق ہے - یہ حکم اسوقت ہے
جبکہ ان راویون سے اصل روایات
مین روایت کی گئی ہو - اور اگر ان کی
روایت اصل روایات کے شواہد و متابعات
مین ہو تو پہر اون راویون کے درجات
ضبط وغیرہ مین مختلف ہین یعنی بعض
اعلے بعض ادنے و معہذا راست گو
ہونے کا نام ان سب راویون پر صادق
آتا ہے - جب یہ قرار پایا تو جب ہم کسی
اور محدث کا کوئی طعن و اعتراض ان
کتابون کے کسی راوی کے حق مین پائینگے
تو یہ طعن مصنف کتاب کے اس راوی کو
عادل کہنے کے مقابل ہوگا سو بلا بیان
سبب طعن جو مفسر ہو اور اس راوی
کے عادل ہونے کو توڑ سکے یا اس کے
ضابطہ ہونے مین خلل انداز ہو مقبول
نہوگا - کیونکہ اسباب طعن جو موجب
جرح سمجھے جاتے ہین مختلف ہوتے
ہین بعض قدح ضبط و عدالت کرتے ہین
بعض نہین کرتے (لہذا اسکا بیان تفصیل
سے ضروری ہے) شیخ ابو الحسن مقدسی

رواتہما۔ قلت فلا یقبل الطعن فی احدہم الا بقادح واضح (مقدمہ فتح الباری ص۴۴۴)

اس شخص کے حق مین جس سے کتاب صحیح مین روایت ہوچکی ہو فرمایا کرتے تھے کہ یہ پل کے اس پار اتر گیا ہے۔ یعنے اسکے حق مین کسیکا طعن سنا نہ جائیگا۔ شیخ ابو الفتح قشیری اپنے مختصر مین فرماگئے۔ کہ ہم بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہین اس سے بجز دلیل روشن اور بیان شافی کے جو محدثین کے بالاتفاق صحیح کو صحیح کہنے پر جس سے رواۃ صحیحین کا عادل ہونا لازم آتا ہے فوقیت رکھے عدول نہ کیا جائیگا۔ مین (صاحب فتح الباری) کہتا ہون پس ان راویون مین کسیکا طعن وحرج بلا بیان سب جو قادح عدل وضبط ہو مقبول نہوگا۔"

اسکے مقابلہ مین جو آپنے کہا ہے کہ امکانی طور پر صدور کذب وغیرہ ذنوب ہر ایک سے بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے یہ آپ کی ناواقفی پر ایک اور دلیل ہے۔ آپ یہ نہین جانتے کہ روایت اور شہادت کا حکم ایک ہے جسمین فعلی صدور کذب مانع قبول واعتبار ہے نہ امکانی اور اگر امکانی کذب بھی مانع قبول واعتبار ہوتا تو خدا تعالےٰ کسی گواہ کی شہادت بجز نبی معصوم قبول نکرتا۔ اور نہ عدالت شہود کا نام لیتا اور مسلمانون کو یہ اجازت نہ دیتا واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی دو گواہ عادل گواہ بناؤ۔ اور نہ فرماتا ممن ترضون من الشہداء یعنی ان لوگون کو گواہ بناؤ جنکو پسند کرو۔ یعنی بلحاظ انکے عدل وستقامت کے اچھا سمجھو بلکہ صاف یہ کہتا کہ ہر معاملہ مین نبی معصوم کو گواہ کرلیا کرو۔ کیونکہ امکان کذب وغیرہ ذنوب بقول آپکے بجز نبی معصوم کے ہر ایک گواہ مین موجود ہے اور امید ہے کہ یہ بات آپ بھی نہ کہینگے کہ امکان کذب کی نظر سے شہادت بجز نبی معصوم کسی کی مقبول نہین۔ پھر اس امکان کذب کی نظر سے روایت حدیث کو کیون لوگ قابل اعتبار ٹھہراتے ہین۔ آپکے ایسے دلائل واقاویل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکو فن حدیث کی

ڈپٹی کمشنر کے پاس جاکر آپ کی تحریر ذمہ داری سے اطلاع دیدین۔ اور یہ بہی التجا و درخواست کرین کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اپنی طرف سے امن قائم کرنے کے لیے کچہ مدد کرین بعد اطلاع ڈپٹی کمشنر آپکو اطلاع دیجاویگی۔"

اور آپ نے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر مین یہ مشتہر کیا ہے کہ عوام کے مفسدانہ حملون نے جو ایک ناگہانی طور پر کر گئے اسدن مجہے حاضر ہونے سے روک دیا صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہین۔ کہ اس جلسہ کے عین وقت پر مفسد لوگون کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ مین انکی وحشیانہ حرکت دیکہکر اوپر کے زنانہ مکان مین چلا گیا۔ آخر وہ اسطرف آئے اور گہر کے کواڑ توڑنے لگے۔ اور یہانتک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان مین گہس آئے۔"

ایسا ہی آپنے تقریر مطبوع ۲۳۔ اکتوبر مین اور آپکے حواری میان غلام قادر نے سیالکوٹ گزٹ ۱۴۔ نومبر مین مشتہر کیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد جتنے دن آپ دہلی مین رہے اپنے گہر پر پولیس کا پہرہ رکہوایا۔ اور جسدن دہلی سے کوچ کیا رات کے تین بجے ریلوے سٹیشن کا راستہ لیا۔

لاہور مین آپکا قدم آیا تو یہان بہی ارد گرد حواریون کا پہرہ رکھوایا۔ اور جسدن سے آپکے ثانی اثنین مہدی[1] لاہوری نے سر بازار آپکی خدمت کی اسدن سے تو آپنے

---

[1] یہ شخص لاہور مین ہے۔ دعوی رسالت بہی کرتا ہے مہدی ہونیکا بہی مدعی ہے۔ کلمہ یہ پڑہتا ہے۔ لا الہ الا اللہ مہدی رسول اللہ چینیانوالی مسجد کے بعض آمین کہنے والے اسکے دعوی کی تحقیق کر بہی درپے ہون۔ اور بالفعل یہ کلمہ پڑہنا چہوڑ دین جیسا کہ تحقیق دعوے کادیانی کے درپے ہو کے اگلے عقائد کو خیرباد کہہ چکے ہین۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کوچہ سے بالکل ناآشنائی ہے۔ آپکو کتب حدیث پر اتفاقی نظر ہی نہیں پڑی۔ صحیح مسلم کا صفحہ ۔ اگر آپ کی نظر سے گذرا ہوا ہوتا تو آپ ہرگز اس آیت سے اپنے دعوے پر استدلال نکرتے۔ یہ تو اس امر کی دلیل ہے کہ جب راویوں یا ناقلوں کے ظاہری صدق و عدالت کا حال معلوم ہو تو انکو بلا تحقیق قبول نکرو۔ نہ یہ کہ جنکا صدق و عدالت تمکو ثابت ہوا انکو نقل در روایت میں اس خیال سے کہ ان سے صدور کذب ممکن ہے بلا تحقیق جدید نہ مانو۔

صحیح مسلم کے صفحہ ۹ میں ہے۔ تو جان لے خدا تعالے تجھے توفیق دے کہ

واعلم وفقك الله ان الواجب على كل احد عرف التمييز بين صحيح الروايات وسقيمها وثقاوت الناقلين لها من المتهمين ان لا يروى منها الا ما عرف صحت مخارجه والستارة فى ناقليه وان يتقى منها ما كان منها عن اهل التهم والمعاندين من اهل البدع والدليل على ان الذى قلنا من هذا هو اللازم دون ما خالفه قول الله تبارك وتعالى ذكره يا ايها الذين امنوا ان جائكم فاسق بنبأ فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين. وقال جل ثناؤه ممن ترضون من الشهداء وقال واشهدوا	ہر شخص پر جو صحیح و غیر صحیح روایات میں اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں میں تمیز کرنا ہو۔ یہ واجب ہے کہ وہی حدیث روایت کرے جسکے مخرج (جہاں سے وہ حدیث نکلی ہو اور مروی ہوئی ہے) کی صحت پہچان لے اور اسکے راوی کا ستور ہونا جان لے۔ اور جو روایت متہم اور مخالفین حق اور اہل بدعت سے مروی ہو اس سے بچے۔ اسپر دلیل وہ قول خداوندی ہے جسمیں یہ ذکر ہے۔ اے ایمان والو کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو تم اسکی تحقیق کرو۔ ایسا نہو کہ کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو۔ پھر اپنے کئے پر نادم ہو۔ اور وہ آیہ جسمیں ارشاد ہے

ذوی عدل منکم وقال بما ذکرناہ من
ھذہ الآیۃ ان خبر الفاسق ساقط
غیر مقبول وان شہادتہ غیر مقبولۃ
مردودۃ والخبر فارق معناہ
معنی الشہادۃ فی بعض وجوہہ وقد
یجتمعان فی بعض ما ذکرنا
ان خبرہ موقوف علی ما ذکرنا
الشہادۃ

کر جن گواہوں کو تم پسند کرو۔ اور وہ
قول حسین فرمایا ہے۔ دو گواہ عادل کو
گواہ بناؤ۔ ان آیتوں سے ثابت ہے
کہ فاسق کی خبر ساقط ہے مقبول نہیں
ہے اور فیصلہ کن شہادت فرد ہے
رہا اگرچہ بعض وجوہ میں شہادت
سے ہے مگر بعض وجوہ میں شہادت
اور خبر میں اتفاق ہے۔ کیونکہ فاسق
کی خبر موقوف ہے جیسا کہ اوپر کی شہادت مقبول ہے"

میرے اس قول کے بعد ہے۔ فرمانا کہ حدیث صحیحہ کا معیار صحت
شیخین پر کا قول محض امام بیہقی کا موافق ہے جو آپ نے فرمایا ہے کہ تمام مسلمان جو
قرآن کو امام جانتے ہیں اور اسپر ایمان رکھتے ہیں اس مسئلہ میں میرے موافق ہیں
اور خاصکر صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد سالم طوسی میرا موافق ہے۔ جنہوں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے کہ جو کچھ مجھسے روایت کرو اوسکو پہلے کتاب اللہ پر
عرض کرو حدیث من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر کو قرآن پر عرض کیا اور تیس سال
کے بعد اسکو آیت اقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین کے مطابق پایا تو حدیث
کو قبول کیا اسکے پہلے حصہ کا جواب تو سابقا گذر چکا ہے کہ مسلمانوں کا قرآن کو امام ماننا
اور اسپر ایمان لانا یہ نہیں چاہتا کہ وہ کوئی حدیث صحیح جب تک کہ اسکو قرآن پر عرض
نکریں قبول نکریں بلکہ وہ ایمان انکو یہ سکھلاتا ہے کہ وہ حدیث کو جب اسکی صحت بقرائن
روایت ثابت ہو فورا قبول کریں اور اوسکو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں۔
صرف قرآن مجید کو کافی سمجھکر اسحدیث سے استغنا نکریں۔

رہا جواب دوسرے حصہ کا۔ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد سالم طوسی نے آپ کے اعتقاد کے موافق عمل کیا ہے۔ اور حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمداً۔ کو قبول نکیا جب تک کہ اسکو آیت اقیموا الصلوٰۃ کے مطابق وموافق نہ پایا۔

سو اسکا جواب یہ ہے کہ کلام صاحب حسینی یا شیخ محمد سالم طوسی کا مطلب بیان کرنے مین آپنے دو وجہ سے دہوکا کہایا۔ یا دیدہ و دانستہ مسلمانون کو دہوکا دینا چاہا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد سالم طوسی نے آپ کی مانند یہ عام اصول نہین ٹہرایا۔ کہ احادیث صحیحہ مسلم الصحت کے ثابت ہوجانے کے بعد اوسکی صحت کا امتحان اس اصول سے کیا جائے اور جب تک وہ حدیث مطابق قرآن نہو اوسکو صحیحہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ اُنکی کلام مین اس عام اصول کا نام ونشان ہی نہین ہے اور نہ آپ نے یہ عام اصول اُنسے نقل کیا ہے انہون نے صرف اس ایک حدیث من ترک الصلوٰۃ کو کتاب اللہ پر عرض کیا اور اگر اسحدیث کے سوا اور احادیث کو بھی انہون نے اسی عرض کے ذریعہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ تو آپ یہ امر اُنسے بنقل صحیح ثابت کرین۔ ورنہ آپ پر یہ الزام قائم ہے۔ کہ آپ جزئے واقعہ کو عام اصول بناتے ہین اور خود دہوکا کہاتے اور مسلمانون کو دہوکا دیتے ہین۔ اسپر اگر یہ سوال کرو کہ اُنکے نزدیک یہ اصول تصحیح روایت عام مقرر نتہا۔ تو اُنہون نے اسحدیث من ترک الصلوٰۃ کو قرآن پر کیون عرض کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ اسحدیث کی صحت معنی مین اونکو کچھ شک ہو گا۔ اس شک کو رفع کرنے کی غرض سے اُنہون نے یہ عمل کیا۔ یا یہ کہ باوجود تسلیم صحت وعدم شک انہون نے حصول مزید طمانینت کے لئے ایسا کیا اور اس حدیث کے اعتقاد کو اور پختہ کیا۔ اسکے جواب مین اگر یہ کہو۔ کہ اس مسئلہ کا عام اصول ہونا خود اس حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے اس صورت مین یہ اصول گویا آنحضرت کا معجزہ اصول ہوا تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اسحدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہونا بلکہ از قبیل

چھپے کافرون کی بناوٹ ہونا سابقاً بخوبی ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا بحکم نبوی عام اصول ہونا ثابت نہین ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ کہ صاحب تفسیر حسینی یا شیخ محمد اسلم طوسی کی کلام مین یہ تصریح نہین ہے کہ جب تک شیخ طوسی نے اسحدیث کو آیۃ اقیموا الصلوٰۃ کے موافق نہ کر لیا تہا تب تک اسکو غیر صحیح یا وضعی سمجہا تھا۔ یا تیس سال کے عرصہ تک اسحدیث کی صحت یا عدم صحت کی نسبت کوئی فیصلہ نکیا تہا۔ کیون جائز نہین کہ وہ اس حدیث کو مان چکے تہے مگر مزید اطمینان کے لئے وہ تیس برس تک قرآن مجید سے اسکا متوافق ہونا تلاش کرتے رہے۔ آپ سچے ہین تو اس احتمال کو دلیل سے اوٹھا دین اور بنقل صریح ثابت کرین کہ شیخ طوسی تیس سال تک اسحدیث کو غیر صحیح یا موضوع سمجہتے رہے یا اسکی صحت مین متردد و متوقف رہے۔ اس احتمال کو بدلائل اوٹھا کر اس امر کو بنقل صریح ثابت کرنے کے بغیر آپکا اس قول طوسی سے استدلال کرنا اور اسپر یہ درخواست کرنا۔ کہ مینے ایک آدمی کا نام اپنے موافقین سے بتا دیا۔ اب آپ ضد چہوڑ دین۔ کمال تعجب کا محل ہے اور شرم کا موجب ثبت العرش ثم انقش۔

آپ شیخ محمد اسلم طوسی سے اس عرض کا عام اصول صحت احادیث ہونا۔ یا تیس سال تک خاصکر حدیث من ترک الصلوٰۃ کی صحت مین متوقف رہنا ثابت کرین۔ تو ہمارے انکار کو ضد کہین۔ یہ نہ ہو سکے تو اس حدیث کی صحت ہی ثابت کرین۔ پہر ہم شیخ طوسی سے ان امور کا ثبوت بہم پہونچانے کے طالب نرہینگے۔ اور اس حدیث کو جسکا مضمون خود ایک اصول ہے تسلیم کر کے اپنے انکار سے رجوع کرین گے۔ واللہ ثم باللہ ثم باللہ۔ وکفی باللہ شہیداً۔ وکفی باللہ وکیلاً۔

اور اگر آپ صحت حدیث ثابت نکر سکین یا شیخ طوسی سے امور مذکورہ بنقل صریح ثابت نکرین۔ تو آپ اپنے مخترعہ مستحدثہ اصول پر اصرار و ضد چہوڑ دین۔ زیادہ ہم

۵۔ آپ لکھتے ہین کیا آپ قرآن کریم کی ان خوبیون کے بارے مین کہ وہ محک اور معیار اور میزان ہے کچھ شک مین ہین۔ یہ کمال دہوکہ دہی ہے اور اپنے پرچہ نمبر ۵ مین میرا یہ اقرار کہ مین قرآن کو امام جانتا ہون اور احادیث صحیحین کو قرآن کے برابر نہین سمجھتا نقل کرنے کے بعد یہ استفسار ایک افترا ہے جس سے مقصود صرف اپنے بے علم حاضرین مریدون کو میری طرف سے بدظن کرنا ہے اور یہ جتانا ہے۔ کہ یہ شخص قرآن کو نہین مانتا۔ اسکا جواب مین پہلے ہی دے چکا ہون کہ جو شخص قرآن کو حکم و امام نہ مانے وہ کافر ہے۔ اب پھر کہتا ہون کہ قرآن ہمارا حکم۔ امام میزان معیار قول فصل وغیرہ وغیرہ ہے۔ مگر آپنے غیر پر یعنے لوگون کے باہمی اختلافات و تنازعات پر جو راے پر مبنی ہون۔ اور حدیث صحیح تو خادم و مفسر قرآن اور وجوب عمل مین مثل قرآن ہے وہ اس سے مخالف و منازع نہین اور کسی مسلمان کا اسکی صحت قبول کرنے مین اختلاف نہین تو پھر قرآن اسکی صحت کا حکم و معیار و محک کیونکر ہو سکتا ہے۔

اے خدا کی مخلوق خدا سے ڈرو۔ مسلمانون کو دہوکہ مین نہ ڈالو۔ قرآن و حدیث صحیح ایک ہی چیز ہین اور ایک دوسرے کے مصدق ہین تو پھر ایک دوسرے کے محک و معیار ہونا کیا معنے رکھتا ہے۔ آپ لکھتے ہین کہ موضوع ہونا کسی حدیث کا اور بات ہے ضعیف ہونا اور ہے اور مینے صحیح مسلم کی حدیث دشقی کی ضعیف ہونے کا امام بخاری کو قائل قرار دیا ہے۔ انہون نے احدیث کی روایت کو ترک کیا تو اس سے مجھے معلوم ہوا کہ انہون نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے جسکو موضوع ہونے سے کوئی تعلق نہین اس قول مین ایک تو آپنے دہوکہ دیا ہے۔ دوسرا اپنی ناواقفی کا اظہار کیا ہے۔

دہوکہ یہ کہ یہان آپ ضعیف اور موضوع مین فرق کو تسلیم کرتے ہین۔ حالانکہ آپ کے نزدیک جو حدیث موافق قرآن نہو وہ موضوع ہے اور کلام رسول ہونے سے خارج

نہ اور قسم کی ضعیف یہی وجہ ہے۔ کہ آپ اپنی تحریرات نمبر (۲ وغیرہ)* مین ایسی حدیثون کو کبہی موضوع کہتے ہین کبہی غیر صحیح وضعیف جس سے صاف ثابت ہے کہ آپکی اصطلاح مین موضوع وضعیف ایک ہے۔ اور صحیح مسلم کی حدیث دمشقی کو بہی آپ قرآن کریم کے مخالف سمجہتے ہین۔ اور رسالہ ازالہ مین اسکی وجوہ مخالفت بڑے زور سے بیان کر چکے ہین۔ لہذا وہ آپکے نزدیک موضوع ہے۔ نہ اور قسم کی ضعیف۔ یہان آپنے اس اعتقاد کو چہپا کر مسلمانون کو دہوکہ دیتے ہین۔

جس ناواقفی کا آپنے اظہار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ روایت صحیح مسلم کو امام بخاری کے ترک کرنے سے آپنے یہ اجتہاد کیا ہے کہ اُنہون نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ صحیح سمجہتے تو وہ اسکو ضرور اپنی کتاب مین لاتے۔ یہ بات وہی شخص کہیگا جسکو حدیث کے کوچہ مین بہولے سے بہی کبہی گذر نہوا ہوگا۔ امام بخاری نے بہت سے احادیث صحیحہ کو اپنی کتاب مین ذکر نہین کیا۔ اور یہ فرما دیا ہے کہ مینے انکو بخوف طوالت ترک کر دیا ہے۔

صحیح بخاری کے مقدمہ مین ہے۔ امام بخاریؒ سے کئی سندون سے مروی ہے کہ اُنہون نے فرمایا مینے اپنی کتاب صحیح کو سولہ سال مین جمع کیا ہے اور وہ کتاب چہ لاکہ حدیث کا انتخاب ہے اور وہ خدا تعالےٰ کے سامنے میری دست آویز ہے۔ مین نے خواب مین دیکہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہڑا ہون۔ اور اُنکو پنکہہ کر رہا ہون۔ مین نے بعض تعبیر دانون سے اس کی

وروی من جہات عن البخاری قال صنفت کتابی الصحیح لست عشر سنۃ خرجتہ من ستمائۃ الف حدیث وجعلتہ حجۃ بینی وبین اللہ وروی عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وکانی واقف بین یدیہ وبیدی مروحۃ اذب عنہ فسالت بعض المعبرین فقال انت تذب عنہ

* اشاعۃ السنہ نمبر ۷ کا صفحہ ۱۹) ونمبر ۸ کا صفحہ ۳۲) و ۳۷) وصفحہ ۴۴) ونمبر ۱۰ کا صفحہ ۳۱) وغیرہ ملاحظہ ہون۔ جنمین یہ تحریرات منقول ہین۔

الکذب فھو الذی حملنی علی اخراج الصحیح وروی عنہ قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول (مقدمہ صحیح بخاری ص۶)

تعبیر پوچھی تو انہون نے یہ تعبیر بتائی کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹھ کو دور کر رہا ہے۔ یہی خواب مجھے اس کتاب کے جمع کرنے پر باعث ہوا۔

امام بخاری سے یہ بہی مروی ہے۔ کہ انہون نے فرمایا مینے اس کتاب مین صرف صحیح احادیث کو داخل کیا ہے۔ اور بہت سے صحیح حدیثون کو طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے۔ امام بخاری سے یہ بہی منقول ہے کہ مجھے دو لاکھ حدیثین غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح یاد ہین۔ باوجودیکہ صحیح بخاری مین چار ہزار احادیث منقول ہین۔ جس سے ثابت ہے کہ چھیانوے ہزار حدیث اور امام بخاری کے نزدیک صحیح ہین جنکو وہ اپنی کتاب مین نہین لائے۔

وجملۃ ما فی صحیح البخاری من الاحادیث المسندۃ سبعۃ الاف ومائتان وخمسۃ وسبعون حدیثاً بالاحادیث المکررۃ وبحذف المکررۃ نحو اربعۃ الاف کذا ذکر النووی فی التہذیب والحافظ ابن حجر فی مقدمۃ فتح الباری۔ (مقدمہ صحیح بخاری ص۶)

صحیح بخاری کی حدیثون کی تعداد سات ہزار دو سو پچہتر ہے اگر مکرر احادیث کو شمار کرین۔ اور اگر مکررات کو چھوڑ دین تو کل چار ہزار حدیثین ہین۔ ایسا ہی امام نووی نے تہذیب مین اور حافظ بن حجر نے مقدمہ فتح الباری مین ذکر کیا ہے۔

شیخ عبد الحق نے مقدمہ شرح مشکوۃ مین کہا ہے۔ کہ امام بخاری سے منقول ہے۔ کہ آپ فرماتے کہ مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح یاد ہے۔ اور دو لاکھ غیر صحیح۔

ونقل عن البخاری انہ قال حفظت من الصحاح مائۃ الف حدیث ومن غیر الصحاح مائتی الف (مقدمہ شرح مشکوۃ ص۶)

اس سے صاف ثابت ہے کہ امام بخاری کا کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنا اس امر کا مثبت نہین ہے۔ کہ انہون نے اسکو ضعیف قرار دیا پہر امام بخاری کا ترک روایت

حدیث مسلم کیونکر موجب ضعف ہو۔

امام مسلم نے خود اپنی کتاب مین بہت سی احادیث کو جنکو وہ صحیح سمجھتے ہین ذکر نہین کیا جیسا مقدمہ شرح مشکوۃ مین ہے۔ مسلم نے کہا ہے جو حدیث مین اس کتاب مین لایا ہون وہ صحیح ہے۔ اور مین یہ نہین کہتا کہ جس حدیث کو مینے چھوڑ دیا (یعنی اس کتاب مین نہین لایا) وہ صحیح نہین۔

قال مسلم الذی اوردت فی ھذا الکتاب من الاحادیث صحیح۔ ولا اقول ان ما ترکت ضعیف (مقدمہ شرح مشکوۃ ص۱۰)

امام مسلم نے خود اپنی کتاب صحیح مین فرمایا ہے۔ یہ نہین کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح تھی وہ مینے اس کتاب مین جمع کردی ہے۔ مین نے اسمین وہی حدیث جمع کی ہے جسکی صحت پر سب کا اتفاق تھا۔ (یعنی جس حدیث کی صحت مین اختلاف تھا۔ وہ مینے اس کتاب مین نقل نہین کی۔ گو میرے نزدیک وہ صحیح تھی)۔

لیس کل شئی عندی صحیح وضعتہ ھنا (یعنی فی کتابہ الصحیح) وانما وضعت ھنا ما اجمع علیہ (صحیح مسلم ج ۱ ص۱)

اب دلمین سوچکر انصاف سے کہین کہ امام بخاری یا خود امام مسلم کے کسی حدیث کی روایت کو ترک کرنے سے یہ کہان لازم آتا ہے۔ کہ وہ حدیث اُن کے نزدیک صحیح نہو آپ انٹکل پچو ایسی باتین کہکر یہ ظاہر کررہے ہین۔ کہ فن حدیث سے آپکو کوئی تعلق اور کچھ مس نہین۔ اس الزام دہو کہ دہی دناوافقی کو آپ مانین خواہ نمانین۔ آپکی کلام سے یہ تو ثابت ہوتا ہے جسکے ماننے سے آپکو بھی انکار نہین کہ حدیث دمتفق صحیح مسلم کو آپنے اپنے اجتہاد سے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور آپکے اعتقاد مفی تو بین صحیحین کے اظہار کے لئے اسمقام مین اسیقدر بس ہے اہل حدیث جو آپکے پنجہ مین گرفتار ہین آپکے اس قول واقرار سے یقین کرین گے کہ آپ حدیث صحیح مسلم

کو ضعیف قرار دیتے ہین اور اسپر جو فتوے لگائین گے وہ مخفی نہین ہے۔

۶۔ آپ لکھتے ہین کہ ازالۃ الاوہام مین احادیث صحیح بخاری وصحیح مسلم کی نسبت مینے یہ قطعی فیصلہ نہین دیا کہ وہ موضوع ہین بلکہ شرطیہ طور پر کہا ہے کہ اگر ان کے باہمی تناقض کو دور نہ کیا جائے گا تو ایک جانب کی حدیثون کو موضوع ماننا پڑے گا۔ یہ آپ کی محض حیلہ سازی ہے۔ جس مقام مین آپنے ان احادیث کو موضوع کہا وہان شرط تناقض بیان نہین کی بلکہ بڑے زور سے پہلے اُنکا تعارض ثابت کیا ہے۔ پھر اونپر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک ان احادیث مین تناقض وتعارض متحقق ہے۔ وبناء علیہ وہ احادیث آپ کے نزدیک موضوع ہین۔ ہان آپنے ان احادیث مین کچھ کچھ تاویلین بھی کی ہین جسسے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ تاویل بفرض صحت احادیث مذکورہ آپ کرتے ہین۔ آپ کی کلام سے صاف یہ مفہوم ہوتا ہے۔ کہ وہ احادیث اول تو آپ کے نزدیک صحیح نہین موضوع ہین۔ اور اگر بالفرض وہ صحیح مانی جائین تو پھر وہ آپکے نزدیک تاویلات سے ماول ہین یہ مطلب آپکی ان عبارات ازالۃ اوہام سے جو ہم پرچہ نمبر (۱۰) (صفحہ ۲۲۰ دیکھو) مین نقل کر چکے ہین اونمین بلا شرط آپنے ان احادیث کو موضوع کہا ہے۔ صاف ثابت ہے۔ آپ اسکے خلاف کے مدعی اور اپنے دعوی حالمین سچے ہین تو اس مضمون کی عبارت نقل کرین جسمین پہلے آپنے قطعی اور صاف طور پر ان احادیث کو صحیح مان لیا ہو پھر اس بیان صحت کے بعد شرطیہ طور پر یہ کہا ہو۔ کہ ان احادیث کی تاویل نکیجائے تو یہ موضوع ٹھیرتی ہین۔ آپ اپنی کتاب سے یہ تفریع نکال دین گے۔ تو ہم آپکو اس الزام سے کہ آپنے صحیحین کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ بری کر دینگے ورنہ کس وناکس کو یقین ہوگا کہ درحقیقت آپ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثون کو موضوع ٹھہرا چکے ہین۔ مگر اپنے اتباع عوام اہل حدیث کے خوف سے انکو موضوع کہنے سے انکار

کرتے ہیں اگر عوام آپکو منکر احادیث نہیں اور زمرۂ اہل سنت سے خارج نہ کریں۔

۷۔ آپ لکھتے ہیں میرے نزدیک اجماع کا لفظ اس حالت پر صادق آسکتا ہے۔ کہ جب صحابہ میں سے مشاہیر صحابہ اپنی رائے کو شائع کریں۔ اور دوسرے باوجود سننے کے اس رائے کی مخالفت ظاہر نہ فرمائیں سو یہی اجماع ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ و جابرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہا تو یہ امر باقی صحابہ سے پوشیدہ نہ رہا ہوگا۔ سو میرے نزدیک یہی اجماع ہے۔ آپکے نزدیک یہ اجماع نہیں تو بتاویں کہ کس صحابی نے ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کیا پھر آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا ہے اور یہ ہزار اجماع سے افضل ہے۔

ان عبارات میں آپنے میرے سوالات کا۔ (۱) کہ یہ تعریف اجماع جو آپنے لکھی ہے وہ کس کتاب میں ہے۔ (۲) بعض صحابہ کے اتفاق کو کون اجماع کہتا ہے۔ (۳) سکوت باقی صحابہ پر نقل صحیح کی کہاں شہادت پائی جاتی ہے۔ سکو نقل کریں۔ غالباً اور ہوگا سے کام نہ لیں۔ کچھ جواب نہ دیا۔ اور پھر اپنے خیالات سابقہ کو دوبارہ نقل کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپ علمی سوالات کو سمجھ نہیں سکتے اور مسائل متعلقہ اجماع سے واقف نہیں۔ یا دیدہ و دانستہ مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی غرض سے انکے جواب سے جو آپکے دعاوی کے مبطل ہیں چشم پوشی کرتے ہیں۔

اب میں ان سوالات کا پھر اعادہ نہیں کرتا کیونکہ میں آپسے جواب ملنے کی امید نہیں رکھتا اور بجائے اسکے آپ کی باتوں کا خود ایسا جواب دیتا ہوں جس سے ثابت ہو کہ آپنے جو کچھ کہا ہے وہ آپ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔ اور وہ میرے سوالات کا جواب نہیں ہو سکتا۔ آپنے پرچہ نمبری (۱) وغیرہ میں تین شخصوں کی جماعت کے اتفاق کو اجماع قرار دیا تھا۔ یہ محض غلط اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ علماء اسلام جو اجماع کے قائل ہیں اجماع

اکثر زنانخانہ مین (جو اسی غرض سے ساتھ رہتا ہے) خلوت اختیار کی اور بہت کم نیچے کے مکان مردانہ مین نشست فرمائی۔

پس اگر ان آیات کا وہی مطلب آپکے دل مین ہوتا جو یہان بیان کیا ہے تو یہ امر ایسے وقوع مین نہ آتا۔ ناظرین انصاف وایمان سے کہنا جس شخص کو خدا کیطرف سے مقابلہ کے وقت غلبہ کا وعدہ دیا جائے وہ خدا پر بھروسہ چھوڑ کر ڈپٹی کمشنر یا پولیس یا اور لوگون کی پناہ لیتا ہے؟ ہرگز نہین۔

اور اگر کادیانی کو یہ دعوے ہے کہ ان آیات مین ظاہری وجسمانی مقابلہ کیوقت مومنون کو غلبہ دینے کا وعدہ نہین دیا گیا۔ بلکہ باطنی اور روحانی کے مقابلہ کے وقت یہ وعدہ دیا گیا ہے۔ تو وہ اسکا ثبوت پیش کرے۔ اور نقل صحیح سے یہ بتاوے کہ جس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تہین وہ ظاہری اور جسمانی مقابلہ کا موقع نہ تہا۔ بلکہ باطنی اور روحانی مقابلہ کا موقع تہا۔ اس بات کا کادیانی ثبوت دے تو ہم سے ایک دلیل پر سو روپیہ انعام لے۔

ہر چند آیات (اگر عمومات ہون) اپنے موقع سے مخصوص نہین ہوتین۔ مگر یہہ تو ضروری اور لازمی امر ہے کہ موقع نزول کو وہ شامل ہوتی ہین۔ اور یہ امر بالاتفاق ناممکن ہے کہ وہ اپنے معانی کی نظر سے مورد نزول کو شامل نہو سکین۔ اس بیان سے صاف ثابت ہوا کہ مقابلہ کی صورت مین بہی ہر وقت اور ہر حالت مین مومنون کو غلبہ دینے اور آسمانی نشان دکہانے کا خدا کیطرف سے وعدہ نہین دیا گیا۔ بلکہ بعض اوقات عین مقابلہ کیحالت مین نشان دکہانے سے انکار پایا گیا ہے۔ اور اس قاعدہ نشان نمائی مین جو استثنا کادیانی نے تجویز وتسلیم کی ہے اس سے حالت مقابلہ مستثنے نہین ہے۔ بناءً علی ہذا صورت فیصلہ مجوزہ کادیانی سے بعض حالات مین فیصلہ ناممکن ہے کیونکہ بحکم استثناء مجوزہ ومسلمہ کادیانی ممکن ہے۔ کہ مقابلہ کے وقت دونو فریق یا ایک فریق پر ایک مدت

کی تعریف یہ کرتے ہین کہ وہ ایک وقت کے جملہ مجتہدین کے جنمین ایک شخص بہی متفرد و مخالف نہو۔ اتفاق کا نام ہے۔

توضیح مین ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایک وقت کے تمام مجتہدون کا ایک حکم شرعی پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔

هو اتفاق المجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم في عصر على حكم شرعي (توضيح)

کتب اصول مین یہ بہی مصرح ہے کہ خلاف الواحد مانع یعنی ایک مجتہد بہی اہل اتفاق کا مخالف ہو تو پہر اجماع متحقق نہو گا۔

مسلم الثبوت اور اسکی شرح فواتح الرحموت مین ہے۔ بعض علماء قائل ہین کہ اکثر مجتہدین کا اجماع مخالفین کی ندرت وقلت کی حالت مین اجماع سمجہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن عباس کے سوا اور سب کا اس امر کا قائل ہونا کہ اگر اہل میراث کے حصے اس عدد سے جسکے حصہ نکالے گئے ہون بڑہ جاوین تو اس عدد کو بڑہایا جائے۔ اور ابو موسی اشعری کے سوا اور سب لوگون کا قائل ہونا۔ کہ سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ابو ہریرہ وابن عمرؓ کے سوا اور سب لوگون کا اسپر اتفاق کرنا کہ سفر مین روزہ رکہنا جائز ہے مگر مذہب مختار یہ ہے کہ ایسا اجماع شرعًا اجماع نہین کہلاتا۔ کیونکہ یہ اتفاق کل نہین جو عصمت کا مدار ہے۔

قيل اجماع الاكثر مع ندرة المخالف اجماع كغير ابن عباس اجمعوا على القول بالعول وغير ابي موسى الاشعري اجمعوا على نقض النوم الوضوء وغير ابي هريرة وابن عمرؓ اجمعوا على جواز الصوم في السفر ++ والمختار انه ليس باجماع لانتفاء الكل الذي هو مناط العصمة (مسلم الثبوت)

اور نیز اوسمین ہے۔ صرف اہلبیت نبوی کے اتفاق سے اجماع منعقد نہین ہوتا کیونکہ وہ صرف بعض مجتہدین

لا ينعقد الاجماع باهل البيت وحدهم

لانهم بعض الامة - خلافا للشيعة - (مسلم)

امت ہین شیعہ کو اسمین خلاف ہے جو اسکو اجماع سمجھتے ہین

اور نیز اسمین ہے۔ صرف خلفاء اربعہ کے اتفاق سے بہی اجماع

ولا ينعقد بالخلفاء الاربعة خلافا لاحمد الامام - (مسلم)

منعقد نہین ہوتا۔ اسمین امام احمدؒ کا خلاف ہے۔

سکوت باقی اصحاب سے آپ نے اجماع استنباط کیا ہے مگر اس کا ثبوت نہین دیا۔ بلکہ اولٹا ہمسے ثبوت مخالفت طلب کیا ہے یہ ثبوت پیش کرنا ہمارا فرض نتہا۔ مگر ہم آپ پر احسان کرتے ہین آپکو سکوت کل کا ثبوت پیش کرنا معاف کرکے خود ثبوت خلاف پیش کرتے ہین۔ پس واضح ہو کہ ابن صیاد کو دجال موعود نہ سمجہنے والے۔

ایک ابو سعید خدری صحابی تہے اون سے صحیح مسلم مین منقول ہے۔

عن ابی سعیدؓ قال صحبت ابن صیاد الی مکة فقال لی ما قد لقیت من الناس یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انه لا یولد له قال قلت بلی قال فقد ولد لی اولیس سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یدخل المدینة ولا مکة قلت بلی قال فقد ولدت بالمدینة وها انا ارید مکة قال ثم قال لی فی اخر قوله اما والله انی لاعلم مولده ومکانه واین هو فلبسنی - صحیح مسلم (ص ۳۹۷)

کہ ابو سعید خدری کہتے ہین مین مکہ تک ابن صیاد کے ساتہ ہو کر چلا۔ تو اسنے کہا مجہے لوگون سے کیا تکلیف پونہچی ہے۔ وہ سمجہ رہے ہین کہ مین دجال ہون۔ تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین سنا کہ آپ فرماتے دجال لاولد ہوگا۔ مینے کہا ہان سنا ہے۔ پہر وہ بولا کہ مین نے تو صاحب اولاد ہون۔ پہر بولا۔ کیا تو نے آنحضرتؐ سے یہ نہین سنا۔ کہ دجال مکہ و مدینہ مین داخل نہوگا۔ مینے کہا ہان سنا ہے۔ پہر وہ بولا کہ مین مدینہ مین پیدا ہوا ہون اور اب مکہ کو جا رہا ہون۔ ابو سعید نے فرمایا ہے کہ اسنے اپنی آخر کلام مین کہا۔ کہ مین

جانتا ہون کہ دجال کہان پیدا ہوا۔ اور اب وہ کہان ہے۔ یہ کہکر اُسنے مجھے شبہ مین ڈالدیا۔
ابو سعید خدری کا یہ لفظ لبسنی صاف مشعر ہے کہ وہ ابن صیاد کو یقیناً دجال
موعود نہ سمجھتے بلکہ اسمین انکو لبس یعنے شبہ تہا۔
دوسرے تمیم داری نہ تہے جو دجال کو اپنی آنکھہ سے ایک جزیرہ مین مقید دیکھہ کر آئے تھے
چنانچہ صحیح مسلم مین۔ فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے کہ مینے آنحضرت

وفی روایۃ فاطمۃ بنت قیس قالت سمعت نداء المنادی منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادی الصلوۃ جامعۃ فخرجتُ الی المسجد فصلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت فی صف النساء الذی یلی ظہور القوم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوتہ جلس علی المنبر وھو یضحک فقال لیلزم کل انسان مصلاہ ثم قال اتدرون لم جمعتکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انی واللہ ما جمعتکم لرغبۃ ولا لرھبۃ ولکن جمعتکم لان تمیم الداری کان رجلا نصرانیاً فجاء فبایع واسلم وحدثنی حدیثاً وافق الذی کنت احدثکم عن مسیح الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلثین رجلاً من لخم وجذام

صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن کی آواز اذان سُنی تو مین مسجد کیطرف نکلی۔ اور مین عورتون کی صف مین جو مردون کی پیٹھ پیچھے ہوتی جا ٹہری۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپنے یہ فرمایا۔ کہ سب کوئی اپنی اپنی جگہ ٹہرا رہے پہر فرمایا تم جانتے ہو مین نے تمہین کیون جمع کیا ہے۔ وہ بولے اللہ اور اُس کا رسول خوب جانتے ہین۔ تو آپ نے فرمایا مینے تمہین ترغیب (رغبت وشوق دلانے) ترہیب (ڈر سُنانے) کے لئے نہین بلایا بلکہ اسلئے بلایا ہے کہ تمیم داری نصرانی تہا۔ وہ آیا ہے اور مسلمان ہوگیا ہے اور اسنے مجھے ایک ایسی بات کہی ہے جو میری اس حدیث کے مطابق موافق

فلعب بهم الموج شهرا فی البحر ثم
ارفؤا الی جزیرة فی البحر حین تغرب
حین مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب
السفینة فدخلوا الجزیرة فلقیتهم
دابة اهلب کثیر الشعر لا یدرون
ما قبله من دبره من کثرة الشعر
فقالوا ویلك ما انت قالت انا الجساسة
قالوا وما الجساسة قالت یا ایها القوم
انطلقوا الی هذا الرجل فی الدیر فانه
الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت
لنا رجلا فرقنا منها ان تکون شیطانة
قال فانطلقنا سراعا حتی دخلنا الدیر
فاذا فیه اعظم انسان رایناه قط خلقا
واشده وثاقا مجموعة یداه الی عنقه
ما بین رکبتیه الی کعبیه بالحدید قلنا
ویلك ما انت قال قد قدرتم علی
خبری فاخبرونی ما انتم قالوا نحن
اناس من العرب رکبنا فی سفینة
بحریة فصادفنا البحر حین اغتلم
فلعب بنا الموج شهرا ثم ارفینا الی
جزیرتك هذه فجلسنا فی اقربها

ہے۔ جو مین تمہین دجال کی بابت
سُنایا کرتا تہا۔ اسنے کہا ہے کہ وہ تیس
آدمیون کے ساتہ جو بنی لخم و بنی جذام
سے تہی ایک جہاز مین سوار ہوا۔ موج دریا
نے ایک مہینے تک اُنکے جہاز کو خراب
کیا اور پہرایا۔ پہر وہ غروب آفتاب کے
وقت ایک جزیرہ کیطرف پناہ گزین
ہوئے اور ایک چہوٹی سی کشتی مین بیٹھ کر
ایک جزیرہ مین داخل ہوئے۔ تو اونکو
ایک جانور سا ملا جسکو اہلب کہتے ہین
اسکے بالون کی کثرت کے سبب اس کا
مُنہ اور پیچہا نظر نہ آتا تہا۔ وہ بولے
تجہے خرابی تو کون ہے۔ وہ بولا مین جساسہ
(دجال کا جاسوس) ہون۔ وہ بولے
کیسا جساسہ۔ اسنے کہا اس صومعہ (گرجا)
مین چلو وہان ایک آدمی تمہاری خبرون
کا مشتاق ہے۔ جب اسنے ایک آدمی
کا ذکر کیا تو ہم ڈر گئے کہ مبادا یہ کوئی
بہوت یا چڑیل ہو۔ مگر ہم جلدی سے
اس صومعہ مین گئے تو ایک اتنا بڑا
آدمی جسکے برابر ہمنے کبہی کوئی نہ دیکہا

فدخلنا الجزیرہ فلقیتنا دابۃ ھلب کثیر الشعر لا ندری ما قبلہ من دبرہ مزکمۃ الشعر فقلنا ویلک ما انت فقالت انا الجساسۃ قلنا وما الجساسۃ قالت اعمدوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی الخبر کم بالاشواق فاقبلنا الیک سراعا وفزعنا منھا ولم نامن ان تکون شیطانۃ فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانھا تستخبر قال استکم عن نخلھا ھل یثمر قلنا لہ نعم قال اما انھا یوشک ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرۃ طبریۃ قلنا عن ای شانھا تستخبر قال ھل فیھا ماء قالوا ھی کثیرۃ الماء قال لھما ان ماءھا یوشک ان یذھب قال اخبرونی عن عین زغر قالوا عن ای شانھا تستخبر قال ھل فی العین ماء وھل یزرع اھلھا بماء العین قلنا لہ نعم ھی کثیرۃ الماء واھلھا یزدعون من مائھا۔ قال اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل قالوا

تنہا۔ نظر آیا جسکے ہاتھ گردن سے جکڑے ہوئے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کے زنجیروں سے باندھا ہوا ہے ہمنے اسکو کہا تجھے خرابی تو کون ہے وہ بولا تم میری خبر پر تو تم قادر ہو چکے۔ تم بتلاؤ کہ تم کون ہو۔ ہم بولے ہم عرب کے لوگ ہین ہم ایک جہاز پر اپسے وقت مین سوار ہوئے جبکہ دریا مین موجون کا زور تہا۔ موج دریا نے ہمکو ایک مہینے تک خراب کیا پہر ہم اس جزیرہ پر آگئے تو ہمکو یہ جانور ملا (پہر جو اس سے سوال وجواب ہوئے انکو بیان کیا) پہر کہا ہم تیری طرف جلدی سے آگئے اور ہم ڈرے تھے کہ تو کوئی ہیوت ہوگا۔ وہ بولا بتاؤ (موضع) بیسان کے باغ خرما کا کیا حال ہے۔ وہ پہل دیتا ہے ہم بولے ہان دیتا ہے۔ وہ بولا ایک وقت عنقریب ایسا آئیگا کہ وہ پہل نہ دیگا۔ پہر اسنے کہا بحیرہ طبریہ کا حال بتلاؤ۔ ہمنے کہا اسکا کیا حال پوچہتا ہے وہ بولا اسمین پانی ہے۔ ہمنے کہا اسمین

قد خرج من مكة ونزل يثرب قال اقاتله العرب قلنا نعم قال كيف صنع بهم فاخبرناه انه قد ظهر على من يليه من العرب واطاعوه قال لهم قد كان ذاك قلنا نعم قال اما ان ذاك خير لهم ان يطيعوه واني مخبركم عني انا المسيح الدجال واني اوشك ان يؤذن لي في الخروج فاخرج فاسير في الارض فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين ليلة غير مكة وطيبة فهما محرمتان علي كلتيهما كلما اردت ان ادخل واحدة او واحدا منهما استقبلني ملك بيده السيف صلتا يصدني عنها وان على كل نقب منها ملائكة يحرسونها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويطعن بمخصرته في المنبر هذه طيبة هذه طيبة هذه طيبة يعني المدينة الا هل كنت حدثتكم ذلك فقال الناس نعم فانه اعجبني حديث تميم انه وافق الذي كنت احدثكم عنه وعن المدينة ومكة الا انه في بحر الشام او بحر اليمن

بہت پانی ہے۔ وہ بولا عنقریب ایک وقت ایسا آئیگا کہ اسکا پانی جاتا رہیگا۔ پھر وہ بولا (موضع) زغر کے چشمہ کا حال بتاؤ۔ ہمنے کہا اسکا کیا حال پوچھتا ہی وہ بولا اسمین پانی ہے۔ ہمنے کہا ہمین بہت پانی ہے جس سے لوگ کھیتون کو پانی دیتے ہین۔ وہ بولا اُمیون (عرب کے ان پڑھون) کے نبی کی مجھے خبر دو اسکا کیا حال ہوا۔ ہمنے کہا آپ مکہ سے نکلے اور مدینہ مین رونق افروز ہوئے ہین وہ بولا ملک عرب نے اُسسے لڑائی کی ہے؟ ہمنے کہا ہان کی ہے۔ وہ بولا پھر انکا کیا حال ہوا۔ ہمنے کہا کہ آپ اپنے پاس والے عربیون پر غالب آگئے ہین اور وہ اُنکی تابع ہوگئے ہین۔ وہ بولا کیا اُنہون نے ایسا کیا ہے۔ ہمنے کہا ہان ایسا کیا ہے۔ وہ بولا سن رکھو ان کے حق مین یہی بہتر ہے کہ وہ آپکے مطیع ہو جائین اور مین تمہین اپنا حال کہتا ہون کہ مین مسیح دجال ہون مجھے عنقریب نکلنے کی اجازت ہوگی تو مین

لا بل من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو واومی بیدہ الی المشرق قالت فحفظت هذا من رسول اللہ صلعم (صحیح مسلم ص ۳۴۱)

نکلونگا اور تمام زمین پر پھر جاؤنگا کوئی گاؤن نہ چھوڑونگا جسمین چالیس رات کا عرصہ مین نہ اترونگا بجز مکہ اور طیبہ کے کہ وہ دونو مجھپر حرام کئے گئے ہین۔ جب مین ان دو شہرون مین داخل ہونا چاہونگا فرشتہ تلوار ہاتھ مین کھینچے ہوئے میرے سامنے آئیگا اور مجھے روکیگا۔ انکے ہر ایک پہاٹک پر فرشتے ہونگے جو ان کی حفاظت کرین گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی کو (جو آپکے ہاتھ مین تھی) منبر پر مارا۔ اور یہ فرمایا کہ طیبہ (جسکا دجال نے ذکر کیا ہے) یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ طیبہ یہی ہے۔ یعنی مدینہ۔ سن رکھو کیا مین تمہین یہ حدیث دجال کی سنایا نکرتا تھا لوگون نے کہا ہان بے شک آپنے سنایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ تمیم کی بات پسند آئی ہے۔ یہ میری اسحدیث کے موافق ہے جو مین تمکو دجال کی بابت اور مکہ و مدینہ کی بابت سنایا کرتا تھا یسن رکھو کیا وہ دریاے شام یا یمن مین ہی نہین وہ تو مشرق کی طرف ہے۔ وہ وہی ہے جو مشرق کی طرف ہے۔ وہ وہی ہے جو مشرق کیطرف ہے۔ اور آپنے مشرق کی طرف ہاتھ سے یہی اشارہ کیا۔ فاطمہ اسحدیث کی راوی کہتی ہے۔ یہ حدیث مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور یاد رکھی ہے۔"

اسحدیث سے صاف ثابت ہے کہ تمیم داری نے دجال کو آنکھ سے دیکھا۔ پھر کیونکر ممکن تھا۔ کہ وہ قول ابن عمرؓ کے موافق ابن صیاد کو دجال سمجھتے۔

آپنے اسحدیث کا ضعف اپنے دست کے حوالے سے نواب حسن خان صاحب مرحوم سے نقل ہے اسکا جواب ہم اسوقت دین گے جب آپ نواب صاحب کا اصل کلام نقل کرینگے تیسرے وہ لوگ جو حضرت ابن عمرؓ کے منہہ پر ابن صیاد کے دجال ہونے سے انکار کر چکے ہین۔

چنانچہ صحیح مسلم کے صفحہ ۳۹۹ مین حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین مین ابن صیاد کو دو دفعہ ملا (ایکدفعہ) مین اس سے ملا تو مین نے بعض لوگون سے کہا کہ کیا تم یہ باتین کرتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے۔ وہ بولے سبحٰن اللہ ہم یہ باتین نہین کرتے۔ مین نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ مجھے تم مین سے بعض لوگون نے خبر دی تھی کہ دجال تب مریگا جبکہ تم سے بڑھکر مال اور اولاد والا ہو جائیگا اور وہ انکے خیال مین آج ایسا ہی ہے۔ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ مینے بعض لوگونکو (جنسے اُنکے معاصر اصحاب مراد ہین) کہا۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابن صیاد دجال ہے تو وہ بولے سبحٰن اللہ ہم نہین کہتے مینے کہا تم مجھے جھوٹا کرتے ہو۔ سبحٰن اللہ تمہین سے بعض نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ دجال صاحب اولاد ہوگا اور اب وہ (ابن صیاد) ایسا ہی صاحب اولاد ہے۔ یہ قول ابن عمر اس امر پر نص صریح ہے کہ ابن صیاد کو اور لوگ حضرت ابن عمر کے معاصر دجال نہین جانتے تھے۔ اور ان کے سامنے انکی رائے سے خلاف ظاہر کرتے تھے۔

صرف حضرت ابن عمرؓ ہی کا یہ ایسا قول نہا جسمین ابن صیاد کو دجال موعود بلفظ مسیح دجال کہا گیا ہے۔ کیونکہ جابر و حضرت عمر کے قول مین یہ تصریح نہین ہے کہ وہ دجال موعود ہے۔ بلکہ انہون نے ابن صیاد کو صرف دجال کہا ہے جس سے منجملہ تیس دجالون کے ایک دجال مراد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عنقریب اسکا ثبوت آتا ہے اور جب کہ ابن عمرؓ کے صریح قول پر انکار پایا گیا ہے تو اس سے بڑھکر خلاف کی تصریح آپ کیا چاہین گے۔

آپ کے حواری حکیم نورالدین نے ہمارے سوال نمبری ۲۱ کے جواب مین اس خلاف کو تسلیم کیا اور یہ کہا ہے۔ کہ دجال کی نسبت مختلف خیال ہین۔

آپنے بڑا غضب ڈھایا۔ کہ ابن صیاد کے دجال ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کرلیا۔ اپنے حواری سے تو مشورہ کرلیا ہوتا۔ اخیر مین جو آپنے قول فاروقی پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سکوت کا دعوئی کیا ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمر نے جو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابن صیاد کو دجال کہا۔ اور اُسپر قسم کھائی تھی اسمین یہ تصریح نکی تھی کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے۔ جسکو آنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علامات خاصہ بیان کرکے خبر دی تھی۔ اور جملہ انبیا سابقین نے اپنی امت کو ڈرایا تھا۔ لہذا ممکن و محتمل ہے کہ حضرت عمر نے اس قول سے یہ مراد ہو کہ ابن صیاد منجملہ ان تیس دجالونکے ہے جنکے خروج کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔

اس صورت مین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے کیونکہ یہ سکوت ابن صیاد کو آخری دجال کہنے پر نہوا۔ بلکہ کوئی اور دجال منجملہ دجاجلہ

ملا علی قاری نے سکوت کی شرح مرقاۃ مین کہا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ شاید

قیل لعل عمر اراد بذلك ان ابن صیاد من الدجالین الذین یخرجون فیدعون النبوة ویضلون الناس ویلبسون الامر علیهم۔ (مرقاۃ)

حضرت عمر کے ابن صیاد کو دجال کہنے سے یہ مراد ہو کہ وہ منجملہ ان تیس دجالون کے جو قیامت سے پہلے نکلینگے۔ اور نبوت کا دعوئی کرین گے اور لوگون کو بہکائین گے اور انپر دین کو مشتبہ کرین گے۔ ایک دجال ہے۔

اسپر شاید آپ اعتراض کرین کہ جابر کے قول "ابن صیاد الدجال" مین جو حضرت عمر کیطرف بھی منسوب ہوا ہے۔ لفظ دجال پر الف ولام تبارہا ہے کہ دجال سے ان کی مراد خاص دجال ہر نہ کوئی دجال۔ اور علما معانی و بیان نے کہا ہے کہ خبر معرف باللام ہو۔ تو اسکا مبتدا مین قصر ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر دجال سے آخری دجال مراد نہ لین بلکہ منجملہ تیس دجال کے ایک دجال مراد ٹھہرائین تو اس صورت مین

بھی خاص دجال کیطرف الف ولام کا ارشارہ ہوسکتا ہے۔

رہا جواب قصر سویہ ہے کہ خبر معرف باللام مقدم ہو جیسے کہ ابن عمرؓ کے قول المسیح الدجال ابن صیاد مین ہے۔ تو بیشک وبلا اختلاف خبر کا مبتدا پر قصر ہوتا ہے مگر مدعا تو یہ ہے کہ خبر موخر ہو تو اوسکا مفید قصر ہونا محل اختلاف ہے۔ صاحب کشاف نے فائق مین اس سے انکار کیا ہے۔

چنانچہ مولوی عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی نے مطول کے حاشیہ مین کہا ہے

مال صاحب الکشاف الی التفرقۃ بینہما حیث ذکر فی الفائق ان قولک اللہ وھو الدھر معناہ انہ الجالب للحوادث لا غیر الجالب وقولک الدھر ھو اللہ معناہ ان الجالب للحوادث ھو اللہ لا غیرہ	صاحب کشاف ان دو نصورتون مین فرق کی طرف مائل ہوا ہے۔ چنانچہ فائق مین اسنے لکھا ہے کہ اللہ ھو الدھر (جسمین خبر معرف باللام موخر ہے) کے معنے یہ ہین کہ خدا تعالے حوادث زمانہ کا لانے والا ہے۔ ایسا نہین کہ وہ

حوادث نہ لاے۔ اور الدھر ھو اللہ (جسمین خبر معرف باللام مقدم ہو) اسکے معنے یہ ہین کہ خدا ہی حوادث لانے والا ہے بجز خدا اور کوئی حوادث لانے والا نہین ہے۔

بناءً علیہ لام الدجال سے قصر ثابت نہین ہوتا۔ لام کو عہدی کہو خواہ جنسے اور قول جابر یا حضرت عمر کے معنے یہ بنتے ہین۔ کہ ابن صیاد دجال ہے نہ کہ اور یہ معنی نہین کہ دجال وہی ہے نہ کوئی اور۔ مگر ان باتون کے سمجھنے کے لئے علم ادب وسعانی وبیان ہیز۔ دخل بکار ہے۔ آپ اس احتمال کو کہ حضرت عمرؓ نے دجال سے تئیں دجالون مین سے ایک دجال مراد کہا تھا کسی دلیل سے اٹھادین اور اُن کے صریح الفاظ سے ثابت کرین کہ دجال سے انکی مراد آخری دجال تھا۔ تو پھر اُسکا جواب ہم یہ دین گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو جب اُنھون نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا تھا یہ فرمایا تھا کہ

محدود تک (سال تمام کیون نہو) کسی بشارت یا پیشینگوئی یا عجائبات قرآنی کا انکشاف نہو اور فریقین یا کسی ایک فریق کے فرد اہل حاجات و مصائب مین ایسے لوگ آجائین جنکے حق مین تقدیر مبرم کا قلم چل چکا ہو۔ اور انکے حق مین کسیکی دعا مقبول نہو اس حالت مین علامات چارگانہ مجوزہ کادیانی سے فریقین یا احد الفریقین کا کافر یا مومن ہونا ثابت نہو سکے گا۔ اور صورت مجوزہ کادیانی سے فیصلہ ممکن نہو گا۔

وجہ سوم۔ یہ کہ صورت فیصلہ مجوزہ کادیانی کا وقوع بحکم عادت بہی ناممکن ہے اور اس سے امتحانِ ایمان کادیانی متعذر ہے۔

ان مالی مشکلات کہ کوہڑی خانہ کی تیاری کے لیے روپیہ کون دیگا اور مفلس کوہڑیونکا خرچ روزمرّہ کا اگر وہ صدہا لاہور مین جمع ہو گئے کون ذمہ دار ہو گا۔ قطع نظر ہو اور حکیم صاحب جمون کے خزانہ عامرہ کی نظر سے انکو اسان تصور کیا جائے تب بہی بڑی بہاری مشکل اس تجویز کے وقوع سے مانع یہ ہے کہ کمیٹی ممتحنہ کے ممبر اگر صرف حواریان کادیانی ہون (جو روپیہ ملنے اور دو وقتہ مفت پلاو کہانے کے طمع سے بخوشی ممبر ہو سکتے ہین) تو ان کے امتحان اور ایمان پر فریق ثانی اور عام مسلمانون کو اعتبار نہو گا۔ اور اگر اس کمیٹی مین فریق ثانی کے اشخاص ممبر مقرر کیے جاوین۔ تو یہ امر بخیال طوالت میعاد ایک سال کے ناممکن الوقوع ہے۔ وہ لوگ کادیانی کو اسکی ایسی دعاوی کی نظر سے جہوٹا اور فریبی جانتے ہین اور خود آسمانی نشان دکہانے کے مدعی نہین ہین۔ پہر وہ کس امید پر اپنے کام کاج چھوڑ کر ایک سال تک اسکی نوکری مین لگ سکین گے۔ اسی نظر سے کادیانی نے یہ کمیٹی تجویز کی ہے۔ اور ایک سال انکی نوکری اور حاضر باشی کی میعاد ٹھہرادی ہے۔ اسکو امر کا یقین حاصل ہے کہ ایک سال کی میعاد مقرر کرنے سے کوئی مسلمان اس کمیٹی مین شامل ہونا پسند نہ کریگا۔ اور اس قدر عرصہ تک ناحق و بلا ضرورت اپنی اوقات کا خون کرنا روا نہ رکہیگا۔

یہ یقین اسکو ان اشتہارات کے جاری کرنے سے ہو چکا ہے۔ جو سابقاً مخالفین اسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

ابن صیاد وہ دجال ہے تو تجھے اس کے قتل پر قدرت نہوگی اسکے قاتل حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہین۔

چنانچہ صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ مجھے اجازت دین مین اسکی گردن مارون۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر یہ دجال موعود ہے تو تو اسکے قتل پر ہرگز مسلط ہنوگا۔ اور اگر یہ وہ نہین تو اسکا قتل بہتر نہین۔

فقال عمر بن الخطاب ذرنی یارسول اللہ اضرب عنقہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکنہ فلن تسلط علیہ وان لم یکنہ فلا خیر لک فی قتلہ (صحیح مسلم ص۳۹۰ ج۲)

شرح سنۃ کی روایت مین یون آیا ہے۔ اگر یہ دجال موعود ہے تو تو اس کا قاتل نہین۔ اسکا قاتل عیسےٰ بن مریم ہے۔ اور اگر یہ وہ نہین تو تجھے نہین پہنچتا کہ تو ایک ایسے شخص کو قتل کرے جو مسلمان کی امان و پناہ مین ہے۔

ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسی بن مریم وان لا یکن ھو فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل الذمۃ (شرح سنۃ ص۴۲۱ ج۱۴)

اس قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صاف ثابت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمر کو اس خیال سے انہون نے بالفرض ظاہر کیا ہو یا دل مین رکھا ہو (کہ ابن صیاد دجال موعود ہے) روکدیا۔ اور بناءً علیہ اسکے قتل سے منع کردیا اس قول نبوی کے کتب حدیث مین موجود ہونے کے ساتھ یہ کہنا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال موعود کہنے یا سمجھنے پر سکوت کیا۔ اسی شخص کا کام ہے جسکو حدیث بلکہ کسی شخص کی کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہو۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے۔ کہ آپنے جو کچھ جواب مین کہا ہے وہ فن حدیث اصول فقہ علم معانی و بیان و ادب وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

۸۔ آپ لکھتے ہین کہ کسی کو کسی بات کا قائل ٹھہرانا تصریح پر موقوف نہین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱) اس امر کی نسبت اوسکے اشارات پائے جانے سے یہی اسکو قائل بنایا جاتا ہے۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مدت طویل تک ابن صیاد کے دجال ہونے سے ڈرتے رہنا احتمالی امر نہیں۔ آنحضرت ؐ نے زبان سے ڈر سنایا ہوگا تب ہی صحابی نے لعل (۳) کا لفظ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سبھی انبیا علیہم السلام دجال سے ڈراتے آئے ہیں۔ (۴) ایک شخص کا دس برس سے دہلی کی تیاری کرنا کوئی بیان کرے تو اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اوس شخص نے دہلی جانے کا ارادہ کبھی زبان سے بتایا ہوگا۔ (۵) اور اگر یہی احتمال مسلم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے آپ کا ڈرنا صحابی نے سمجھ لیا تھا تو یہ بھی احتمال ہے کہ زبان سے سنا ہو۔ اور لفظ لعل سے یہ احتمال قوی ہوتا ہے۔ (۶) اس صورت میں آپکا حکم مقرری کہنا بیجا ہے۔ اس سے آپکا افترا سابق اور سخت و متیقن ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپنے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ خطا نہیں کہا عمداً افترا کیا ہے اور اسپر آپ کو ایک ایسا اصرار ہے کہ جتلانے سے بھی باز نہیں آتے اور اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے۔ محدثین نے بیان کیا ہے۔ کہ جو شخص روایتِ حدیث میں غلطی پر متنبہ کیا جائے اور پھر اس سے باز نہ آئے وہ ساقط الاعتبار ہو جاتا ہے۔

(۷) آپ کا یہ کہنا کہ اشارات سے بھی ایک شخص کو ایک امر کا قائل بنایا جاتا ہے۔ تب آپکے حق میں مفید ہو جب صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول کا قائل بناتا جسکا قائل آنحضرت ؐ کو آپنے بنا دیا ہے۔ صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قائلِ قول مذکور نہیں بنایا بلکہ اپنا خیال بیان کیا ہے تو پھر اس کہنے سے آپکو کیا فائدہ ہے کہ اشارات سے بھی قائل بنایا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنا اسی صورت و پیرایہ میں حلال ہے جس صورت و پیرایہ میں آپنے فرمایا ہو۔ اشارتاً ہو تو اشارتاً صراحتاً کہا ہو تو صراحتاً۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا علیّ الا ما علمتم فمن کذب علیّ متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ آپ کی کتب حدیث میں نظر ہو تو آپ کو معلوم ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ سے کوئی ایسا لفظ نقل نہ کرتے جو آپ نے نفرمایا ہوتا اور اگر اون کو اصل لفظ حضرت رسالت میں شک واقع ہو جاتا تو شک و تردد کے ساتھ الفاظ بیان کرتے۔ آپنے باوجودیکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں جو آپنے نقل کئے ہیں اور اپنا انکا علم و یقین نہیں صرف خیالی احتمال ہے پھر آپنے اس لفظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا۔ تو یہ بجز افترا عمدی اور کیا ہو سکتا ہے۔ (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن صیاد سے ڈرنے کو احتمالی کون کہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے اور اصحاب اس پر کو ملاحظہ کرتے۔ تب ہی ایک صحابی نے کہدیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ڈرتے تھے۔ لفظ ہمیشہ یا لہ یزل کو یہ لازم نہیں ہے کہ آپ زبان سے ہی فرمایا کرتے کہ میں ڈرتا ہوں۔ پہلے (۳) انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہم اجمعین نے بے شک دجال موعود سے ڈرایا ہے۔ مگر اس سے یہ نکالنا کہ آپنے ابن صیاد کو دجال کہکر ڈرایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دراز افترا ہے دجال سے ڈرانا۔ ابن صیاد سے ڈرانا نہیں ہے۔ خدا سے ڈرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نکرتے جاؤ۔ (۴) تیاری دہلی کی مثال میں آپنے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ایک شخص کو دس برس سے اگر کوئی دیکھے کہ وہ وقتاً فوقتاً دہلی کا ٹکٹ خرید کر واپس کرآتا ہے اور اسی حالت میں آخری برس تک وہ رہا ہے تو وہ اسکی نسبت یہ کہ سکتا ہے کہ وہ دس برس سے تیار ہے گو تیاری کا حرف زبان کبھی زبان پر نہ لاوے۔

ہمسے ایک اور مثال سنیئے ایک شخص مدت العمر نمازوں اور دعاؤں میں زاری کرتا رہے۔ احکام شریعت کا پابند ہو خدا کا اور بندوں کا حق تلف نکرے۔ اسکی نسبت

کس و ناکس بشرطیکہ فاتر الحواس نہو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ خدا تعالے سے ڈرتا ہے۔ گو وہ مُنہ سے کبہی نکہے کہ مین خدا سے ڈرتا ہون۔(۵) ایک احتمال کے مقابل دوسرا احتمال ہو تو مدعی کو اس سے استدلال درست نہین ہے۔ اسکے خصم منکر کو پُہنچتا ہے۔ کہ وہ اس احتمال سے تمسک کرکے بحکم اِذَا جَاءَ الاحتمال بطل الاستدلال[1] مدعی کے استدلال کو توڑ دے۔ آپ اس امر سے ناواقف ہین تب ہی مدعی ہو کر احتمال سے استدلال کرتے ہین۔(۶) افترا آپکی قدیم سنت ہے ان افتراؤن کے علاوہ جو ثابت کئے گئے ہین۔ آپنے رسالہ ازالہ کے صفحہ ۲۰۱ مین حدیث کیفَ انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کا ترجمہ کیا تو اسمین اس سوال وجواب کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا کیا ہے۔

کہ تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا۔ اور تم مین سے ہے (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔ آپنے عمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نہین کیا تو بتائین کہ اس حدیث کے کس طریق یا وجہ مین یہ سوال وجواب وارد ہین۔

رسالہ ازالہ کے صفحہ ۲۱۸ مین آپنے دجال موعود کے محل نزول مین اختلاف علما بیان کیا تو اسمین علماء اسلام پر یہ افترا کیا ہے کہ بعض علما کہتے ہین کہ وہ بیت المقدس مین اُتریگا نہ دمشق مین بلکہ مسلمانون کے لشکر مین اُتریگا۔ آپ اس قول کے بیان مین مفتری نہین تو بتادین کہ کس عالم کا یہ قول ہے کہ وہ نہ بیت المقدس مین اُترینگے نہ دمشق مین۔ آپکے ان افتراؤن سے کامل یقین ہوتا ہے کہ آپ کسی الہام کے دعوی مین سچے نہین اور جو تار و پود آپنے پہیلا رکہا ہے وہ سب افترا ہے۔

۹۔ آپ لکہتے ہین کہ آپ بخاری بخاری کرتے ہین اور بخاری کی یہ حدیث اپنے

---

[1] جب کسی دلیل مین احتمال مخالف پیدا ہو تو اس دلیل سے دست آویز کرنا باطل و بیکار ہو جاتا ہے۔

رسالہ مین نقل کر چکے ہین کہ محدث کی بات مین بھی شیطان کا دخل نہین ہوتا۔ بخاری پر آپکا ایمان ہے تو احدیث کی تسلیم سے ابن عربی کا قول آپکے نزدیک مسلم ہے پھر مینے آپ پر کیا افترا کیا۔ اسمین آپنے بھی ایک اور افترا کیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔ **مہربان** سن مین صحیح بخاری کو تسلیم کرتا ہون اور اس حدیث پر جو صحیح بخاری مین محدث کے شان مین مروی ہے۔ مین یہ بیان رکھتا ہون اور معہذا یہ اعتقاد رکھتا ہون کہ جو شخص محدث کہلاوے اور صحیح بخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کو بشہادت الہام خود موضوع قرار دے۔ وہ محدث نہین ہے شیطانکی طرف سے مخاطب ہے۔ واقعی محدث وملہم وہی شخص ہے جسکی تحدیث والہام الہام قدیم قرآن مجید واحادیث صحیحہ کے مخالف نہو۔ اور جو شخص محدث یا ملہم ہونے کا دعوے کرے اور اسکے ساتھ یہ کہے کہ مجھے فرشتون نے کہا ہے۔ یا خدا نے الہام کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ صحیحین کی حدیثین موضوع ہین یہ اسکو شیطان کا مخاطب اور اس کی طرف سے محدث بلکہ شیطان مجسم سمجھتا ہون۔ ایسا جعلی محدث بعینہ ویسا ہے جو محدث بنکر کہے کہ مجھے الہام ہے کہ قرآن مجید خدا کا کلام نہین ہے جسکو امید ہے آپ بھی محدث تسلیم نکرین گے یہی وجہ ہے کہ اسوقت کے مسلمان جو بخاری کو مانتے ہین آپکے دعوے محدثیت کو قبول نہین کرتے کیا وہ اس انکار سے اوس حدیث بخاری کے منکر ہوسکتے ہین؟ ہرگز نہین!۔

خدا سے ڈرو اور مسلمانون کو مغالطے نہ دو۔ یہ آپکی کلام کا مختصر جواب ہے جس سے آپکے مغالطات اور ناواقفی اور دھوکہ دہی کا بخوبی اظہار ہوگیا بعض مطالب پر جو آخری اور پرچہائے سابق کے جوابات ونتائج کو بخوف تطویل عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہے وہ ہمارے حصول مطلب کے لئے کافی ہے ان باتون کو ہمارے اصل مدعا سے ایسا تعلق نہین ہے کہ بلا بیان ان باتون کے وہ مدعا

حاصل نہوتا ان باتون کا اظہار صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ آپنے اصل سوال کا جواب ندیا اور ان باتون کے بیان سے جنکا جواب ہمنے دیا ہے جواب کو ٹلایا۔ آیندہ آپ اپنی طرز تحریر اور تطویل و دفع الوقتی کو بدل دین تو اس طرف سے بہی اسی قسم کی باتون سی قلم کو روک لیا جائیگا اور اگر اس تحریر کے جواب مین آپنے پہر وہی روش اختیار کی تو آپ دیکہہ لین گے۔ اس طرف سے بہی ایسا سلوک ہوگا۔ آپ کے لئے بہتر ہے کہ اس روش کو بدل دین اور میرے اصل سوال کا جواب اتنی سطرونمین دین۔ جتنی سطرون مین میرا سوال ہے۔ مین سردست جواب با دلائل نہین چاہتا۔ مجرد جواب کا طالب ہون جسوقت مین کسی مسئلہ مین آپسے بحث و دلائل کا طالب ہونگا اسوقت آپ تفصیلی بحث کرین۔ میری یہ نصیحت منظور ہو تو آپ مختصر بتا دین کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث جملہ صحیح اور واجب العمل ہین یا جملہ موضوع ناقابل العمل یا مختلط جنمین بعض صحیح ہون اور بعض موضوع۔ اس سوال کا جواب دو حرفی آپنے دیا تو پہر مین اور سوال کرونگا۔ اور اسیطرح اختصار آپنے مدنظر رکہا تو ایک دن مین مباحثہ ختم ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

آیندہ اختیار۔ کما تدین تدان۔

محمد ابو سعید حسین ۲۶ جولائی سنہ ۱۸۹۱ء

تحریر نمبر ششم از جانب کادیانی

اور

اسپر ہماریطرف سی چند نوٹ

نمبر ۱

جواب

یہ وہ تحریر ہے جسکو کادیانی نے آخری جلسہ مباحثہ مین پڑہ کر سنایا اور اسپر

مباحثہ کو ناتمام چہوڑ کر فرار اختیار کیا تہا۔ اس تحریر کی نقل دینے کا اُسنے اس جلسہ مین تو اقرار کیا تہا۔ مگر گہر پہنچکر دوسرے دن بذریعہ خط نقل دینے سے انکار کر دیا۔ پہر اس تحریر کو چہاپ کر مشتہر کیا۔ تب بہی اسکو ہمارے پاس نہ بہجوایا۔ باوجودیکہ رسالہ اشاعۃ السنۃ سالہا سال سے زمانہ اشاعت تحریر مذکور تک بلا قیمت اُس کے پاس پہنچتا رہا۔ اس قطع تعلق سے اسنے گویا ہمسے بحث وخطاب کا سلسلہ توڑ دیا اور ہمسے اپنا پیچہا چہوڑانا چاہا۔ لہذا ہم بہی اب اسکو اس تحریر مین اپنا مخاطب بنانا نہین چاہتے۔ اور اسکی تحریر ہشتم کے متعلق جو لکہنا چاہتے ہین۔ وہ بغرض مباحثہ ومطالبہ جواب نہین لکہتے۔ بلکہ صرف اپنے ناظرین خصوصًا کادیانی کے سادہ لوح دام افتادہ اہلحدیث معتقدین کو جو اسکو اہلحدیث سمجہکر اُسکے دام مین پہنسے ہوئے ہین۔ اُس کی دہوکہ بازیون اور اکاذیب پر مطلع کرنے کی غرض سے اس تحریر پر چند نوٹ (یادداشتین) تحریر کرتے ہین جنسے انکو معلوم ہو۔ کہ کادیانی اہلحدیث کی ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان بہی نہین۔ بلکہ وہ درپردہ زندیق (چہپا مرتد) ہے۔ وہ اہل حدیث بنکر سادہ لوح اہلحدیث کو زندیق بنانا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اسکی اصل تمام عبارت یا اُسکی پوری مضمون کی نقل سے تعرض نہین کرتے۔ اور نہ اُسکے ترک بحث وخطاب کیحالت مین اس امر کو اپنا فرض سمجہتے ہین۔ بلکہ صرف اسکی تمہیدی تحریر کو جسمین اوسنے ہماری تحریر نمبر ہشتم کا مجمل جواب دیا ہے۔ بعینہ اور باقی تحریر کے فقرات لائق نوٹ کا خلاصہ مطلب نقل کرکے اسپر نوٹ کرتے ہین۔ وباللہ التوفیق۔

نقل تمہید کادیانی جسکے فقرات لائق نوٹ پر نمبر ہمنے از خود لگائے ہین

حضرت مولویصاحب مین نہایت افسوس سے تحریر کرتا ہون۔ کہ جس سوال کے جواب کو مین کئی دفعہ آپکی خدمت مین گذارش کر چکا ہون۔ وہی سوال آپ

بار بار بہت سی[۲] غیر متعلق باتون کے ساتھہ پیش کر رہے ہین - مجھے معلوم ہوتا ہے - کہ آپنے اپنی طرح میری تحریرات پر غور بھی نہین کی - اور نہ میری کلام کو سمجھا ہے[۳] اسی وجہ سے آپ اُن امور کا بھی الزام میرے پر لگاتے ہین - جنکا مین قائل نہین ہون[۴] - لہذا مین مناسب سمجھتا ہون - کہ بروایت اختصار پھر اُنکو اپنے عقیدہ[۵] اور مذہب سے جو حدیثون کے بارہ مین رکھتا ہون - اطلاع دون - سو مہربان سن آپ پر ظاہر ہو - کہ مین اپنی تحریر چہارم[۶] و پنجم مین بتفصیل و تصریح بیان کر چکا ہون - کہ احادیث کے دو حصہ ہین - ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ مین آگیا ہے - یعنی وہ حدیثین جنکو تعامل کے محکم[۷] و قوی اور مناسب سلسلہ نے قوت دی ہے - اور دوسرا وہ حصہ ہے جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہین اور صرف راویون کے سہارے اور انکی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کئے گئے ہین - سو اگرچہ مین صحیحین[۸] کی حدیثین اس قوت اور مرتبہ پر نہین سمجھتا کہ باوجود مخالفت آیات صریحہ و بیّنہ قرآن کے صحیح سمجھ لیکھون لیکن سلسلہ تعامل[۹] کی حدیثین میری اس شرط سے باہر ہین - چنانچہ اپنی تحریر نمبر پنجم مین بتصریح کہہ چکا ہون - اگر سلسلہ تعامل کی حدیثون کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآن کے کسی خاص حکم سے بظاہر مغائر معلوم ہو - تو مین اُسکو تسلیم کر سکتا ہون - کیونکہ سلسلہ تعامل کی حدیثین حجت[۱۰] قوی ہین اور قرآن کو معیار ٹھہرانے سے سلسلہ تعامل کی حدیثین مستثنیٰ[۱۱] ہین - دیکھو تحریر نمبر پنجم - بجواب آپکی تحریر کے - **آپ** میری تحریر نمبر پنجم کے پڑھنے کے بعد اگر فہم اور تدبر سے کام لیتے تو بیہودہ اور غیر متعلق[۱۲] باتون سے اپنی تحریر کو طول نہ دیتے[۱۳] - پھر نہ کب اور کہان یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ سنت متواترہ متعاملہ اور حدیث مجرد دونون احتیاج کی محتاج ہین - کہ قرآن کریم سے اپنی تحقیق کی صحت کے لئے پرکھی جائین - بلکہ مین نمبر مذکور مین صاف لکھہ چکا ہون کہ سلسلہ تعامل کی حدیثین بحث مانحن فیہ سے

خارج ہین۔ اب مکرر آواز بلند کے ساتہ آپ پر کہولتا ہون۔ کہ سلسلہ تعامل کی حدیثین یعنے سُنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور آمرین کی زیر نظر چلی آتی ہین۔ اور علی قدر مراتب تاکید مسلمانونکے عملیات[۱۴] دین مین قرناً بعد قرن وعصراً بعد عصر داخل رہے ہین۔ وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہین۔ اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹہرانے کی ضرورت ہے[۱۵] اور اگر ان کے ذریعہ کچہہ زیادت تعلیم قرآن پر[۱۶] ہو تو اس سے انکار نہین۔ ہر چند میرا[۱۷] مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم مین کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہین۔ کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ یعنی ہمنے تیرے پر کتاب اُتاری ہے جس مین ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ اور نیز فرماتا ہے مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ یعنی ہمنے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہین رکہی۔ لیکن ساتہ[۱۸] ہی اسکے یہ بہی میرا اعتقاد ہے۔ کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج واستنباط کرنا اور اسکے مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہین بلکہ یہ خاص طور پر انکا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت[۱۹] یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہون۔ سو ایسے[۲۰] لوگون کے لئے جو استخراج واستنباط معارف قرآن پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہین ہو سکتے ہین۔ یہی سیدہی راہ ہے۔ کہ وہ بغیر قصد استخراج واستنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ سے ملی ہین۔ بلا تامل وتوقف قبول کرلین اور جو لوگ وحی ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہین اور الا المطہرون کی گروہ مین داخل ہین۔ انسے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے۔ کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے انپر کہولتا رہتا ہے۔ اور یہ بات انپر ثابت کر دیتا ہے۔ کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہین دی۔ بلکہ احادیث صحیحہ مین مجملات واشارات قرآن کریم کی تفصیل ہے[۲۱] سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن انپر کہل جاتا ہے۔ اور نیز ان آیات بینات

کی سچائی آپ پر روشن ہو جاتی ہے۔ جو اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے۔ جو قرآن سے کوئی چیز باہر نہیں۔ علماً (۲۲) ظاہر ہی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ تا انکی تکذیب لازم نہ آوے۔ لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو بہم کامل کو بعد معائنہ مطابقت و موافقت احادیث صحیحہ و قرآن کریم کے اور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو احادیث پر ہی ملتی ہے۔ وہ علماء ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی۔ بلکہ بعض (۲۳) تو قرآن کو ناقص و ناتمام خیال کرتے ہیں۔ اور جن غیر محدود صداقتوں اور دقائق اور معارف پر قرآن کریم کی دائمی اور تمام اعجاز کی بنیاد ہے۔ اس سے وہ منکر ہیں۔ آور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکاری کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے ہیں۔ جسمیں صاف صاف اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔

اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ میں نے سنن متوارثہ متعاملہ کو نمبر پنجم و چہارم میں ایک علیحدہ حصہ بقدر بسط بیان کر دیا ہے۔ اور میرے نمبر پنجم (۲۴) کے پڑھنے سے ظاہر ہو گا۔ کہ میں نے ان سنن متوارثہ متعاملہ کو ایک ہی درجہ یقین پر قرار نہیں دیا بلکہ انمیں (۲۵) مراتب متفاوتہ کا قائل ہوں۔ جیسا کہ میرے نمبر پنجم کے صفحہ ۳۱ میں یہ عبارت (۲۶) ہے کہ "جسقدر حدیثیں تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہیں وہ حسب تفاضلہ و بقدر اپنی فیضیابی کے یقین کے درجہ تک پہنچتی ہیں" یعنے کوئی انمیں سے درجہ اوّل کے یقین پر پہنچ جاتی ہے۔ اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنیٰ تک جس کو ظن غالب کہتے ہیں (۲۷)۔ لیکن وہ تمام حدیثیں بغیر اسکے (۲۸) کہ قرآن سے لڑائی جائیں۔ بوجہ جمع ہونے دو نو قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کی لائق ہیں۔ مگر ایسی احادیث جو سنن متوارثہ متعاملہ سے فہیں ہیں۔ اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتدبہ تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔

کے مقابلہ مین ایک سال تک حاضری کی شرط پر آسمانی نشان دکھانے کے لیے اس نے جاری کئے تھے اور مخالفین ان شہادات کیطرف ملتفت نہوئے کیونکہ اسکو فریبی اور دھوکہ باز سمجھا کیونکہ دیوانہ قرار دیا۔ اور اس نے اپنے احمق اتباع پر اسکا نتیجہ یہ ظاہر کیا کہ کوئی اسکا مقابل نہوا اور میدان اسکے ہاتھ مین رہا۔ یہی نسخہ اس نے مسلمانون سے چھپا کر اٹھانے اور اپنے احمق اتباع کے سامنے انپر اپنی فتح ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہا ہے۔ مگر دانا ہر فرقہ کے خوب سمجھتے ہین کہ یہ اسکی فتح نہین گریز ہے اور ایک ناممکن الوقوع امر کو شرط مقابلہ ٹھیرانا گریز کا ایک بہانہ ہے۔

بھلا اگر کادیانی کو کوئی یہ کہے کہ ایک سال کے عرصہ تک وہ اسکی خدمت مین حاضر رہے ایک سال کے بعد وہ اسکو خدا تعالےٰ کی ظاہری آنکھون سے زیارت کرادیگا۔ یا اسکو پر لگا کر آسمان پر اڑا کر بھیجا دیگا۔ تو کیا کادیانی اس امید پر ایک سال تک اسکی خدمت مین رہنا منظور کرے گا۔؟ نہین ہرگز نہین۔ پھر وہ مسلمانون کو (جو اس کو محض فریبی سمجھتے ہین اور اس سے صدور خوارق و کرامات کو ویسا ہی محال جانتے ہین) کیون ایسی بات کہتا ہے؟ ان دو بیجا نشان نمائی ہفتہ یا دو ہفتہ کردے تو مسلمان نہ اس امید پر کہ وہ نشان دکھا سکتا ہے۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ وہ جھوٹا ہے خدا اوسکو جھوٹا کریگا۔ اور عام لوگون پر اسکا فریب ظاہر کردیگا۔ اس قلیل مدت تک اپنی اوقات کو صرف کرسکتے ہین۔ سال بھر تک تو وہ اپنی اوقات کو اسکی تکذیب کے لیے صرف کرنا کوہ کندن وگیا ہے براورون! کا مصداق سمجھتے ہین۔ اور اس سے آسان تدبیر تقریر و تحریر کے ذریعہ سے اسکا جھوٹا اور فریبی ہونا ظاہر کرسکتے ہین۔ لہذا میعاد ایک سال کے لیے انکا اس کمیٹی کا ممبر ہونا ناممکن الوقوع ہے۔

وجہ چہارم۔ یہ کہ صورت معجزہ کادیانی سے فیصلہ وقوع مین آبھی جاوے تو وہ مشتبہ رہتا ہے۔ کیونکہ بعض علامات جسکو کادیانی آسمانی قرار دیتا ہے آسمانی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲۹) آپ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حدیثیں اخبار گذشتہ وقصص ماضیہ یا آئندہ
ہین جنکو نسخ سے ہی تعلق نہین۔ یہ میرا وہ بیان ہے جو مین اپنی اس تحریر سے پہلے
کہہ چکا ہون۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مینے اپنے کسی پرچہ مین ان دوسرے حصہ کی احادیث
کا نام سنن متوارثہ متعاملہ نہین رکھا۔ بلکہ ابتدا تحریر سے ہر جگہ صرف حدیث کے نام
سے یاد کیا ہے۔ جس سے میری مراد واقعات ماضیہ واخبار گذشتہ یا آئندہ ہین۔
اور ظاہر ہے کہ سنن متوارثہ متعاملہ اور احکام متداولہ کے نکالنے کے بعد جو احادیث
بکلی فرضیت تعامل سے باہر رہجاتی ہین۔ وہ (۳۰) یہی واقعات واخبار وقصص ہین جو
تعامل کی تاکید کے سلسلہ سے باہر ہین۔ اور ایک نادان یہی سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ بحث
احکام کے اختلاف کی وجہ سے نہین شروع کی گئی۔

اور مین تمام مسلمانون کو یقین دلاتا ہون۔ کہ مجھے کسی ایک حکم مین بھی دوسرے
مسلمانون سے علحدگی نہین۔ جسطرح سارے مسلمان احکام (۳۱) اسلام بینہ قرآن کریم
واحادیث صحیحہ وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہین اسیطرح مین جانتا ہون
صرف بعض اخبار گذشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جسکو میزان (۳۲) قرآن سے
بکلی مطابق پایا ہے۔ بعض اخبار حدیثیہ کے مین اسطرح پر معنے (۳۳) نہین کرتا۔ جو حال
کے علماء کرتے ہین۔ کیونکہ ایسے معنے کرنے سے وہ احادیث نہ صرف قرآن کریم کے مخالف
ٹھیرتی ہین۔ (۳۴) بلکہ دوسری احادیث کے جو صحت مین انکے برابر ہین۔ مناقض ومبائن قرار
پاتے ہین مورد اہل یہ تمام بحث ان اخبار سے متعلق ہے جنکے نسخ کی نسبت کوئی سلف
وخلف مین سے قائل نہین۔ کوئی ہاسمجھ انسان ایسا نہین۔ جسکا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن کریم
کی وہ آیتین جنمین حضرت عیسیٰ کی وفات (۳۵) کا ذکر ہے حدیثون سے منسوخ ہو چکی ہین
یا یہ عقیدہ ہو کہ حدیثین اپنی صحت مین انسے ہرگز کم ہین۔ بلکہ اس راہ مین ہٹ دھرمی انکار بجز
اس طریق کے مجال کلام نہین۔ کہ یہ کہا جائے۔ کہ وہ آیتین پیش کرو ہم حدیثون سے

ہونگے۔ (۴۲) سوائے حضرت مولویصاحب کے ناراض نہونگے۔ کاش آپنے دیانت داری کو مدنظر رکھکر کردہی طریق مقصود ہتیار کیا ہوتا۔ کیا آپکو معلوم نہیں۔ کہ جو (۴۳) احادیث تعامل کے سلسلہ مین داخل ہون۔ انکو مین بحث متنازعہ فیہ سے باہر کرچکا ہون۔ اور اگر معلوم تھا۔ تو پھر کیون آپنے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی۔ کیا کسی چیز کا حرام یا حلال کرنا۔ احکام مین (۴۴) نہین ہے۔ اور کیا احکام اکل وشرب تعامل الناس سے باہر ہین۔ اور پھر آپنے لعنت علی الواشمات والمستوشمات کی ہی حدیث پیش کردی۔ اسے آپکو خیال نہ آیا۔ کہ یہ تو سب احکام ہین (۴۵) جنکے لئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔ آپ سچ کہین کہ ان تمام غیر متعلق باتون سے آپنے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا۔ یا کچھ اور کیا۔ لوگ منتظر تھے۔ کہ اصل بحث سننے سے کہ جس کا ایک دنیا مین شور پڑگیا ہے۔ فائدہ اوٹھاوین اور حق ناحق کا فیصلہ ہو۔ لیکن آپنے نکمی اور فضول اور بے تعلق باتین شروع کردین۔ شاید ان باتون سے وہ لوگ بہت خوش ہوتے ہونگے جنہین اصل مقصود کی شناخت کا مادہ نہین۔ لیکن مین سُنتا ہون۔ کہ حقیقت (۴۶) شناس لوگ آپ کی اس تقریر سے سخت ناراض ہوئے۔ اور آپ کی مناظرانہ لیاقت کا مادہ انہون نے معلوم کرلیا۔ کہ کہانتک ہے۔ بہرحال چونکہ آپنے اس وجہ کو دینے والے مضمون کو ایک جلسہ عام مین سُنا چکے ہین۔ اسلئے مین مواضع مناسبہ سے آپکے اقوال قولہ۔ اقول کے طور پر ذیل مین بیان کرتا ہون۔ تا منصفین پر کھلجاوے (۴۷) کہ کہان تک آپنے دیانت درستی وتہذیب سے طریق مناظرہ کا التزام کیا ہے "وباللہ التوفیق"

یہ **خاتمہ** تمہید کا دیباچہ ہے جسمین اوس نے ہماری تحریر نمبر ہشتم کا ایک اجمالی جواب دیا ہے **اسکے بعد اوسنے قولہ اقول** کہکر اس اجمال کی تفصیل وتائید کی ہے اس تفصیل مین اُسنے **احادیث محل تعامل کے اقسام ثلثہ** (اعلی ووسطہ وادنے) کی ایسی **تشریح** کی اور **مثال دی ہے** کہ اسمین احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ

(جنکے عمل وترک مین اختلاف ہے) کو بھی شامل کردیا ہے۔ چنانچہ مباحثہ مطبوعہ کے صفحہ ۵۸ مین کہا ہے۔ "اُن یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہین وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہین۔ جن امور کی مواظبت ومداومت بلافتور واختلاف چلی آئی ہے۔ وہ اول درجہ پر ہین۔ اور جسقدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لیکر تعامل کے دائرہ مین داخل ہوئے ہین۔ وہ بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ ہین۔ مثلاً رفع یدین (۳) وعدم رفع یدین جو دونوطور کا تعامل چلا آتا ہے۔ ان دونوطور دن سے جو تعامل قرن اول سے آجتک کثرت ہی پایا جاتا ہے اسکا درجہ زیادہ ہوگا۔ اور بالفعل دوسرے کو بدعت نہین ٹھیرائینگے۔ بلکہ ان دونوعملون کی تطبیق کی غرض سے خیال ہوگا۔ کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے۔ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفت قرأت کیطرح طرق ادائے صلوٰۃ مین رفع تکلیف امت کے لئے وسعت ایدی ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جو نمبر اول پر سلسلہ تعامل احکام ہے۔ وہ اختلاف ہی بکلی محفوظ ہے۔ کوئی مسلمان اس بات مین اختلاف نہین رکھتا۔ کہ فریضہ صبح دو رکعت ہین اور مغرب کی تین الخ"

اس تمہید کا دیانی اور اسکی مؤید تفصیل وتمثیل کے متعلق ہم بھی پہلے ایک اجمالی نوٹ تحریر کرتے ہین۔ پھر اسکے ہر ایک فقرہ پر جسپر نمبر دے آئے ہین تفصیل وار نوٹ کرینگے

اس تمہید پر اجمالی نوٹ

اس تمہید اور اسکی مؤید تفصیل مین کادیانی نے بیان کیا ہے۔ کہ مین اپنے مخاطب کے سوال کا جواب اپنی تحریر چہارم وپنجم مین دے چکا ہون۔ کہ صحیحین کی جملہ احادیث جو عمل کے متعلق ہین اور انمین فروعات اختلافیہ مثل رفع یدین وعدم رفع

یعنی شامل و داخل ہیں۔ بے چون و چرا صحیح و مقبول ہیں۔ کیونکہ عمل سے۔ (گو اخلاقی طور پر ہو) وہ قوت باکر قطعی ہو چکے ہیں۔ ان احادیث کو قرآن سے برکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بظاہر مخالف قرآن ہوں۔ تو بھی مقبول ہیں۔ اور ان احادیث سے تعلیم و احکام قرآن پر زیادتی بھی جائز ہے۔ اور جو صحیحین کی حدیثیں متعلق عمل نہیں ہیں۔ انکے اگر بھی ظاہری معنے ہیں جو علما بیان کرتے ہیں۔ تو وہ صحیح نہیں بلکہ موضوع ہیں۔ اور لائق قبول و اعتبار نہیں ہیں۔ کیونکہ انکو عمل سے قوت نہیں پہنچی اسلئے وہ ظنی ہیں۔ اور انکی صحت پر کہنے کے لئے انکو قرآن پر پیش کرنا۔ پھر انکا موافق قرآن ہونا ضروری ہے۔ لہذا جس حدیث کا مضمون مخالف قرآن ہو وہ حدیث صحیح نہیں ہو موضوع ہے اور احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح بظاہر معنے جو علما بیان کرتے ہیں اسلئے مخالف قرآن ہیں۔ کہ ان احادیث کے ان معنے سے حضرت مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ اور قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے (یہ الفاظ زیر خط بعینہ کادیانی کے الفاظ ہیں) ہم کہتے ہیں۔ اس بیان میں کادیانی نے محض **کذب و دجالیت سے کام لیا ہے**۔ جھوٹ بولا۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ اور انکو ضلالت و الحاد میں پھنسانا چاہا ہے۔

اول تو اسکے اس بیان تہید کا اسکی تحریر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر میں نام و نشان نہیں اور اگر بالفرض یہ بیان ان تحریرات میں ہے۔ تو یہ ہمارے اصل سوال کا قطعی کامل جواب نہیں

اور (۲) یہ اس سوال کا جواب ہے۔ تو یہ بیان خصوصاً مذہب اہل سنت جماعت کے رو سے صحیح جواب نہیں۔ بلکہ ایک ملحدانہ جواب ہے جو ہر اہل مذہب اسلام و سنت سے بالکل مخالف ہے۔

ہماری اس تجویز کے پہلے حق کا ثبوت

کادیانی کی تمہید اور اسکی مؤید تفصیل کی فضول و نامعقول و بلا طائل طول باتوں سے

(جو اسکا اکثر حصہ ہے) چشم پوشی کرکے اصل مطلب کیطرف دیکھا جاتا ہے۔ تو ہم پانچ امور یا دعاوی معلوم ہوتے ہین۔

اول یہ کہ احادیث تعامل سے اسکی مراد احادیث متعلق عمل ہین جنمین اعمال اتفاقیہ (جیسے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ) داخلا فیہ (مثل رفع یدین و آمین بالجہر) سب داخل ہین۔

دوم۔ یہ کہ اس قسم کی سب احادیث صحیحین کی قطعی اور بلاریب و یقینی صحیح و ثابت اور واجب العمل ہین۔

سوم۔ ایسی احادیث کو دو جہت سے قوت و قطعیت حاصل ہوئی ہے۔ ایک تعامل سے۔ دوسری صحت روایت سے۔

چہارم۔ یہ سب احادیث ایسی صحیح و قوی و قطعی الثبوت ہین کہ انکی صحت پر کہنے کے لئے اونکو قرآن پر پیش کرنا۔ اور قرآن سے اُنکی موافقت ثابت کرنا ضروری نہین۔ بلکہ بظاہر مخالف قرآن بھی ہون۔ تو وہ واجب القبول و العمل ہین اور اُن احادیث کے رو سے قرآن مجید کی تعلیم و احکام پر زیادتی بھی جائز ہے۔

پنجم۔ ان احادیث کی قطعی و یقینی الثبوت ہونے کے تین مرتبہ یا درجہ ہین۔ ۱۔ اعلیٰ جیسے احادیث متعلقہ عدد رکعات نماز فرائض۔ ۲۔ اوسط جس سے وہ احادیث مراد ہین۔ جنکے عمل مین اختلاف چلا آیا ہے۔ مگر جانب عمل مین بہ نسبت جانب ترک کثرت ہے۔ ۳۔ ادنیٰ جس سے وہ احادیث محل اختلاف مراد ہین۔ جنکی جانب عمل مین بہ نسبت جانب ترک قلت ہے۔

اس تیسری مرتبہ یقین کی نسبت کا دیانی نے یہ بھی کہدیا ہے کہ اسکو ظن غالب کہتے ہین اور عقل انصاف و حیا کو پیش نظر رکھکر یہ خیال نہ کیا کہ ظن تو (اگرچہ غالب ہو) یقین کا مقابل ہوتا ہے۔ اور مینے خود اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم وغیرہ مین اسکو یقین کے مقابلہ مین ذکر کیا۔ اور اسکا مقابل بنایا ہے۔ پھر وہ یقین کا ایک قسم کیونکر ہو سکتا ہے؟

مگر شاید وہ اس وجہ سے بے فکر و بلا خوف ہو کر ایسی باتین کہدیتا ہے۔ کہ اہل عقل و انصاف سے مجھے کیا کام۔ جن لوگون سے مجھے کام ہے۔ اور وہ میرے دام مین آچکے ہین۔ وہ عقل کے اندہے اور کانٹہ کے پوری ہین۔ لہذا مین جو کچہ ان کو کہونگا۔ دن کو رات۔ یا رات کو دن۔ وہ بے چون و چرا اُسکو مان لینگے۔ اور اُس کی شکریہ مین فلوس مقررہ بہیجدین گے۔ اہل عقل انصاف جو چاہین کہا کرین۔

ان پانچون امور یا دعاوی مین سے ایک بہی ایسا نہین ہے۔ جسپر کادیانی نے اپنی تحریر نمبر چہارم و پنجم یا کسی اور تحریر مین تصریح کی ہو۔ یا اُسکی طرف اُسکا اشارہ پایا گیا ہو۔ اور تحریرات مین تو وہ اُنکے بیان کا خود مدعی نہین ہوا۔ تحریر نمبر چہارم و پنجم مین اُنکے بیان کا مدعی ہوا ہے۔ لہذا ان دونو تحریرون کی عبارات اسمقام مین نقل کر کے ناظرین پر کادیانی کا کذب ثابت کیا جاتا ہے

نقل تحریر چہارم کادیانی و اثبات مخالف مضمون آن بمضمون تمہید آن بہتانی

واضح ہو کہ جس تحریر کو کادیانی نے تحریر نمبر چہارم کہا ہے اور مباحثہ مطبوعہ مندرجہ رسالہ "الحق" مین اُسکو نمبر چہارم قرار دیا ہے۔ وہ دراصل تحریر نمبر پنجم ہے۔ (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ و ۹ و ۱۰ جلد ۱۳ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر مین کادیانی نے جو کچہ تعامل کے متعلق کہا ہے وہ یہ ہے (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۳ مین بصفحہ ۲۵۵ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین بصفحہ ۲۱ مندرج ہی) اُنکا (یعنی محدثین کا) کسی حدیث کی نسبت یہ کہنا۔ کہ یہ صحیح ہے اسکے یہ معنی نہین کہ وہ حدیث من کل الوجوہ مرتبہ صحت کامل تک پہنچ گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک حدیث باوجود صحیح ہونیکے پہر بہی واقعی اور حقیقی طور پر صحیح نہ ہو۔ غرض علم حدیث ایک ظنی علم ہے جو مفید ظن ہے۔ اور اگر کوئی اسجگہ یہ اعتراض کرے۔ کہ اگر احادیث

صرف مرتبہ ظن تک محدود ہین۔ تو پہر اس سے لازم آتا ہے۔ کہ صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ وغیرہ اعمال جو محض حدیثون کے ذریعہ مفصل طور پر دریافت کئے گئے ہین۔ وہ سب ظنی ہون تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بڑے دہوکہ کی بات ہے۔ کہ ایسا سمجھا جائے۔ کہ یہ تمام اعمال محض روایتی طور پر دریافت کئے گئے ہین۔ وبس بلکہ انکے یقینی ہونیکا یہ موجب ہے۔ کہ سلسلۂ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر فرض کرلین کہ یہ فن دنیا مین پیدا نہ ہوتا۔ تو پہر بھی سب اعمال وفرائض دین سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتے۔ خیال کرنا چاہئے۔ کہ جس زمانہ تک حدیثین جمع نہین ہوئی تہین۔ کیا اُسوقت تک لوگ حج نہین کرتے تہے۔ یا نماز نہین پڑہتے تہے۔ یا زکوٰۃ نہین دیتے تھے۔ ہان اگر یہ صورت پیش آتی۔ کہ لوگ ان تمام احکام واعمال کو ایک دفعہ چہوڑ بیٹہے اور صرف روایتون کے ذریعہ سے وہ باتین جمع کیجاتین۔ تو بے شک یہ درجہ یقینی ثبوت تام کا جو اُنہین پایا جاتا ہے۔ ہرگز نہ ہوتا۔ سو یہ ایک ہوکہ ہے۔ کہ ایسا خیال کرلیا جائے کہ احادیث کے ذریعہ سے صوم وصلوٰۃ وغیرہ کی تفاصیل معلوم ہوئی ہین۔ بلکہ وہ سلسلہ تعامل کے ذریعہ سے معلوم ہوتی چلی آئی ہین۔ اور درحقیقت اس سلسلہ کو فن حدیث سے کچہ تعلق نہین۔ وہ تو طبعی طور پر ہر ایک مذہب کو لازم ہوتا ہے۔ میرا مطلب تو صرف اسقدر ہے۔ کہ حدیثین اگرچہ صحیح ہی ہون۔ لیکن انکی صحت کا مرتبہ ظن یا ظن غالب سے زیادہ نہین۔ سو ان حدیثون کی حقیقی صحت پر کہنے والا قرآن شریف ہے۔"

اس تحریر پر نمبر پنجم (یا بقول کادیانی نمبر چہارم مین) کادیانی تعامل اور احادیث محل تعامل کی نسبت اس عبارت کے سوا ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ تک نہین کہا۔ اور اس عبارت مین امور یاد عاوی خمسہ مذکورہ کا نام ونشان کہین پایا نہین جاتا بلکہ انکا خلاف موجود ہے امر اول وپنجم کے برخلاف اس عبارتین کادیانی نے تعامل قطعی اور یقینی وتام ثبوت کی تمثیل مین صرف اتفاقی احکام واعمال

نماز درج زکوٰۃ کو ذکر کرکے جتایا ہے۔ کہ احادیث تعامل سے وہ احادیث مراد ہین۔ جنپر اتفاق کے ساتھ عمل چلا آیا ہے۔ اور انکو یقینی وثبوت تام کا درجہ حاصل ہے ۱۲ اور امر دوم وسوم کے برخلاف اُسنے علم احادیث کو ظنی ومفید ظن کہا ہے۔ اور اس فن کو سلسلہ تعامل سے بالکل بے تعلق قرار دیا ہے اور قطعیت حکم صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ کو صرف تعامل کا اثر بتایا ہے۔ اور روایت کو اس امر مین محض بے دخل ٹھیرایا ہے۔ اور امر چہارم وپنجم کے برخلاف اُسنے جملہ احادیث کو ظن یا غالب ظن کے مرتبہ مین ٹھیراکر ان سب کو امتحان صحت کے لئے قرآن پر عرض کرنے کا محتاج ٹھیرایا ہے اور کسی حدیث کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا

اب ناظرین ۰۰ انصاف سے کہین۔ ان تصریحات وعبارات کے ساتھ انکا یہ کہنا۔ کہ جو کچھ مین تمہید مین کہہ رہا ہون۔ وہ تحریر نمبر چہارم مین کہ آیا ہون۔ کذب محض اور دھوکہ دہی نہین تو کیا ہے۔

نقل عبارت تحریر نمبر پنجم کا دیانی واثبات مخالفت مضمون آن بمضمون تمہید آن کذاب الثانی

واضح ہو۔ کہ جس اپنی تحریر کو کادیانی تحریر نمبر پنجم قرار دیا ہے۔ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین اسکو نمبر پنجم کہا ہے۔ وہ درحقیقت نمبر ہفتم ہے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ وغیرہ جلد ۱۳ وغیرہ نمبر ۵ جلد ۱۴ کے ملاحظہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا) اس تحریر مین کادیانی نے جو کچھ متعلق تعامل واحادیث تعامل کہا ہے وہ یہ ہے۔ (جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۵۔ جلد ۱۴۔ مین بصفحہ ۱۱۸ وغیرہ اور مباحثہ مندرجہ "الحق" مین بصفحہ ۳۱ وغیرہ ہے۔)

"احادیث کے دو حصہ ہین ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ مین کامل طور پر آگیا ہے

مرزا کا احادیث متعلق تعامل مین اختلاف ۲ اور دوم متعلق مین ہین

یعنی وہ حدیثین جنکو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے۔ اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے۔ جس مین تمام ضروریاتِ دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہین۔ سو ایسی حدیثین تو بلاشبہ یقین اور کامل ثبوت کی حد تک پہنچ گئی ہین۔ اور جو کچھ ان حدیثون کو قوت حاصل ہے۔ وہ قوت فن حدیث کے ذریعہ سے حاصل نہین ہوئی اور نہ وہ احادیث منقولہ کی ذاتی قوت ہے۔ اور نہ وہ راویون کی وثاقت واعتبار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بلکہ وہ قوت ببرکت وطفیل سلسلۂ تعامل پیدا ہوئی ہے۔ سو مین ایسی حدیثون کو جہانتک انکو سلسلۂ تعامل سے قوت ملی ہے۔ ایک مرتبہ یقین تک تسلیم کرتا ہون لیکن دوسرا حصہ حدیثون کا جسکو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہین اور صرف راویون کے سہارے سے اور انکی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہین۔ اُن کو مین مرتبہ ظن سے بڑھکر خیال نہین کرتا اور غایتِ کار مفید ظن ہو سکتی ہین۔ کیونکہ جس طریق سے وہ حاصل کی گئی ہین وہ یقینی اور قطعی الثبوت طریق نہین ہے۔ بلکہ بہت سی آویزش کی جگہ ہے۔ **وجہ یہ** کہ ان حدیثون کا فی الواقع صحیح اور درست ہونا تمام راویونکی صداقت اور نیک چلنی اور سلامت فہم اور سلامتِ حافظہ اور تقوی طہارت وغیرہ شرائط پر موقوف ہے۔ اور ان تمام امور کا کماحقہ اطمینان کے موافق فیصلہ ہونا۔ اور کامل درجۂ ثبوت پر جو حکم روایت کا رکھتا ہے۔ پہنچنا حکم محال کا رکھتا ہے۔ اور کسی کو طاقت نہین کہ ایسی حدیثون کی نسبت ایسا ثبوت کامل پیش کر سکے۔ سو چونکہ واقعی صورت یہی ہے۔ کہ جسقدر حدیثین تعامل کے سلسلہ سے فیضیاب ہین۔ وہ بحسب اقتضاء اور بقدر اپنی فیضیابی کے یقین کے درجہ تک پہنچ گئی ہین۔ لیکن باقی حدیثین ظن کے مرتبہ سے زیادہ نہین۔ غایتِ کار بعض حدیثین ظن غالب کے مرتبہ تک ہین۔ اسلئے میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتبِ حدیث کی نسبت یہی ہے۔ جو مین بیان کر دیا ہے۔ یعنی مراتب

صحت مین یہ تمام حدیثین یکسان نہین ہین بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہین۔ بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے ظن کیحالت مین ہین۔ لیکن اس حالت مین بھی حدیث کو جب تک قرآن کے صریح مخالف نہو موضوع قرار نہین دے سکتا۔ ہر چند محدثین نے اپنے طریق پر روایت کیحالت کو صحت یا غیر صحت حدیث کے لئے مقرر کیا ہے۔ لیکن کبھی انھون نے دعوی نہین کیا کہ یہہ معیار کامل اور قرآن کریم سے مستغنے کرنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ بوجہ اسکے کہ بجز نبی کے اور کوئی معصوم نہین ٹھہر سکتا۔ اور امکانی طور پر صدق و کذب وغیرہ دونو کا ہر ایک ہی بجز نبی کے ممکن الوقوع ہے۔ لہذا روات کیحالات صدق و کذب و دیانت و خیانت کے پرکھنے کے لئے بڑی کامل تحقیقات درکار تھی۔ تا ان حدیثون کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتی۔ لیکن وہ تحقیقات میسر نہین آسکی۔ سو ہر ایک منصف اور ایماندار کو یہی مذہب اور عقیدہ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ بجز ان حدیثون کے جو آفتاب سلسلہ تعامل سے منور چلی آتی ہین۔ باقی تمام حدیثین کسی قدر تاریکی سے پر ہین[۱] اور صاف ظاہر ہے۔ کہ چونکہ وہ تمام حدیثین سلسلہ تعامل کی تقویت یاب نہین۔ صرف ظن یا شک کے درجہ پر ہین۔ اور فن حدیث کی تحقیقاتین انکو ثبوت کامل کے درجہ تک نہین پہنچا سکتین ++ صفحہ میسری غرض تو صرف اسقدر ہے۔ کہ حدیثون کو قرآن کریم سے مطابق ہونا چاہئے۔ تا ان اگر سلسلہ تعامل کے رو سے کسی حدیث کا مضمون قرآنکی کسی خاص حکم سے بظاہر منافی معلوم ہو تو اسکو ہی تسلیم کر سکتا ہون۔

---

[۱] یہ مباحثہ مطبوعہ کادیانی کے الفاظ ہین۔ ہمارے پاس جو کچھ کادیانی کا قلمی پرچہ ہے اسمین یہ الفاظ ہین۔ کسیقدر تاریکی مین پڑی ہوئی ہین۔" پر ان الفاظ کو کاٹ کر کادیانی کی قلم سے یہ الفاظ لکھے گئے۔ کسیقدر تاریکی سے باہر نہین"

نہین بلکہ شیطانی یا انسانی ہونے کا احتمال رکھتی ہین۔

وہ کشف واقعات آیندہ ہے جو بذریعہ علم نجوم و رمل و جفر اور حدس صائب اور قیافہ شناسی اور پولیٹکس بہی ہو جاتا ہے اور اس قسم کے واقعات کو بطور پیشینگوئی نجومی رملی و پولیٹیشن اشخاص اکثر بتاتے ہین اور وہ اخبارون مین مشتہر ہوتے رہتے ہین۔ اور واقعی بہی نکلتے ہین۔ بس اگر کادیانی (جو علم نجوم مین دخل رکھتا ہے (چنانچہ اسکی عبارات توضیح مرام منقولہ فتوے تکفیر کادیانی سے ظاہر ہوتا ہے) اور پولیٹیشن اور قیافہ شناس تو پورا ہے) ان علماء اسلام کے مقابلہ مین (جو رمل و نجوم کا علم نہین رکھتے اور کادیانی کے برابر وہ قیافہ شناس اور پولیٹشن بہی نہین ہین) کچہ واقعات آیندہ بتا دے جنکی مثل وہ علما نہ بتا سکین تو اس سے ان واقعات کے بیان کا آسمانی نشان ہونا کیونکر متیقن ہو سکتا ہے۔

وجہ پنجم ۔ یہ کہ بعض علامات مجوزہ کادیانی یقیناً آسمانی نہین بلکہ شیطانی ہین جنکی نظر سے اس فیصلہ کو یقیناً شیطانی کہہ سکتے ہین۔ وہ آیات قرآن مین اسکی وہ تحریفات ہین۔ جنکو وہ معارف قرآنی کہتا ہے (جیسے کادیانی کے نزدیک لیلۃ القدر سے رات مراد نہونا بلکہ ایک ظلمانی زمانہ جسکی ظلمت حد کمال تک پہنچ چکی ہو مراد ہونا۔ اور (۲) سجود آدم سے حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کی طرف ملائکہ کا سجدہ مراد نہونا بلکہ انسان کامل کی خدمت و اطاعت مراد ہونا۔ اور (۳) حضرت عیسیٰ کے احیاء موتے و شفاء مرضیٰ سے روحانی مردون اور مریضون کو ہدایت کرنا۔ یا عمل مسمریزم کے ذریعہ سے اپنا خیالی اثر حیات و صحت اُنپر ڈالنا اور خلق طیور سے کل وار کہلونے بنانا مراد ہونا وغیرہ وغیرہ) اور مسلمان ایسے معانی کے بیان کو تحریف و کفر و الحاد و زندقہ و باطنیت سمجہتے ہین اور اسپر وہ یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ وہ معانی ظاہر نصوص کے (جو باتفاق اہل اسلام واجب الاعتقاد ہے) مخالف ہین۔ اور سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کیونکہ سلسلہ تعامل حجت قوی ہے۔ مین صحیح بخاری اور مسلم کی حدیثون کو یون ہی بلاوجہ ضعیف اور موضوع قرار نہین دے سکتا۔ بلکہ میرا انکی نسبت حسن ظن ہے۔ ہان جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی۔ اسکو مین منجانب رسول کریم یقین نہین کرونگا۔ ہان سلسلہ تعامل کی حدیثین اس سے مستثنےٰ ہین۔"

اس عبارت مین بہی امور خمسہ مذکورہ بالا مندرجہ تمہید کادیانی کا نام ونشان پایا نہین جاتا۔ بلکہ تحریر نمبر چہارم سے بڑہکر ان امور کا خلاف اسمین موجود ہے۔ امر اول و پنجم کے برخلاف اسمین احادیث حصہ اول متعلقہ سلسلہ تعامل کا ایک مرتبہ یقین وکامل ثبوت مقرر کیا ہے۔ اور باقی احادیث حصہ دوم کا (جنکو تعامل سے تعلق نہین) مرتبہ ظن یا غالب ظن ٹھرایا۔ اسکی عبارت مین حصہ اول کی نسبت الفاظ "ایک مرتبہ یقین کامل ثبوت" وغیرہ استعمال کئے گئے ہین۔ اور اسکی مقابلہ مین حصہ دوم کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہین۔ "کہ وہ مرتبہ ظن سے بڑہکر نہین۔ غایت کار بعض حدیثین ظن غالب کے مرتبہ پر ہین۔ وہ یقینی اور قطعی الثبوت نہین" وغیرہ وغیرہ۔ ہرچند حصہ اول کی نسبت اوس نے ایک لفظ بحسب استفاضہ وبقدر فیضیابی بہی بولدیا ہے۔ ولیکن چونکہ وہ لفظ اُس نے مقابلہ ظن وغالب ظن بولا ہے۔ لہذا اس لفظ سے جو درجہ مراد ہوگا۔ وہ ضرور ایک یقین ہی کا درجہ ہوگا۔ اس سی ظن غالب کا درجہ مراد نہ ہوسکیگا۔ جیسا کہ اُسنے اب تمہید مین ادنےٰ درجہ یقین کو ظن غالب قرار دیا ہے۔ اور روز روشن مین اپنی اتباع کی آنکہون مین خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اور امر دوم سوم کا خلاف بڑے زور وشور سے کیا۔ اور صاف کہدیا۔ کہ جو قوت حصہ اول احادیث کو حاصل ہے۔ وہ روایت سے اور راویون کی وثوق واعتبار کی وجہ سے نہین ہے۔ اور نہ وہ حدیث کی ذاتی قوت ہے۔ اور نہ اس فن کی تحقیقاتین قطعی اور یقینی ہین۔

اور نہ وہ ثبوت کامل کی مثبت ہوسکتی ہین۔ بلکہ وہ صرف تعامل کیوجہ سے ہے
وبس۔ امر چہارم کے ان الفاظ کو کہ "احادیث تعامل قرآن پر عرض ہونیکی
محتاج نہین ہین" گو الفاظ تحریر پنجم (یا ہفتم) کا دیانی سے ظاہری اتفاق ہے۔
مگر ان الفاظ کے معانی کو مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم) سے کلی اختلاف ہے۔
الفاظ امر چہارم تمہید مین کادیانی نے احادیث تعامل کو ایسا عام اور وسیع کیا ہے
کہ احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ رفع یدین وغیرہ کو جو باتفاق امت محمدیہ
ظنیات سے ہین انمین شامل کرلیا ہے۔ اور ہر ظن کو ایک ادنیٰ مرتبہ یقینی
قرار دیکر ان ظنیات فروعیہ اختلافیہ کو اس مرتبہ مین داخل کرکے یقین بنالیا
ہے مگر مضمون تحریر پنجم یا (ہفتم*) مین احادیث متعلق تعامل کو بلاشبہ
یقین اور کامل ثبوت کی تمہید مین نگاکر ان احادیث سے مخصوص کردیا ہے۔ جو
محل اتفاق ہین۔ اور انکے عمل مین کسیکا اختلاف نہین ہے جیسے احادیث متعلقہ
حکم فرضیت صوم وصلوٰۃ یا عدد رکعات ہین۔ لہذا مضمون تحریر پنجم (یا ہفتم)
کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ جو احادیث بلا اختلاف متعلق تعامل ہین اور وہ بلاشبہ اپنے
بلاریب قطعی ویقینی ہین۔ اور ثبوت کامل کے درجہ تک پہنچ چکی ہین وہ محتاج
عرض قرآن نہین ہین باقی سب احادیث جنکے عمل وترک عمل مین اختلاف ہے اور
اس وجہ سے وہ رتبہ صحت وثبوت کامل تک نہین پہنچین۔ اور وہ بلاشبہ قطعی
ویقینی نہین وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج ہین۔ اور یہ فیصلہ امر چہارم تمہید
کو صریح مخالف ہے۔ اس بیان سے ہماری تجویز کے شق اول ثابت ہوئی
اور یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ جو کچھ کادیانی نے تمہید مین بیان ہے اسکی تحریر نمبر چہارم
وپنجم مین اسکا نام ونشان نہین۔ بلکہ صریح خلاف موجود ہے۔ اس بیان مین
کادیانی نے جھوٹ بولا ہے۔ اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔

* پنجم بقول کادیانی ہفتم واقع اور نفس الامر مین۔ چنانچہ اشاعۃ السنہ مین کادیانی کی تحریر پنجم
نمبر شمار ہے۔

ہماری تجویز کے دوسرے شق کا ثبوت

فرض کیا۔ اور بطورِ تنزل مان لیا۔ کہ کادیانی کا بیانِ تمہید اسکی تحریر نمبر چہارم وپنجم مین موجود ہے۔ تاہم اس بیان مین ہمارے سوال کا جواب کامل وقطعی نہین ہے۔ اس بیان مین گو احادیث صحیحین متعلقہ عمل کو صحیح وقطعی الثبوت وواجب العمل مان لیا ہے۔ مگر ان احادیث کی نسبت جو متعلق عمل نہین۔ بلکہ متعلق قصص واخبار ہین (جیسے احادیث نزولِ مسیح) کوئی قطعی فیصلہ نہین کیا۔ بلکہ شرطی طور پر یہ کہا ہے۔ کہ اگر انکا مضمون موافق قرآن ہوگا۔ تو انکو صحیح تسلیم کیا جاوے گا۔ مخالف ہوگا۔ تو موضوع قرار دیا جاویگا۔ پھر اس امر کا بھی قطعی فیصلہ نہین کیا۔ کہ احادیث متعلقہ نزولِ مسیح کا واقعی اور اصلی مضمون موافقِ قرآن ہے۔ وبناءً علیہ وہ احادیث صحیح وواجب التسلیم ہین۔ یا وہ مضمون مخالفِ قرآن ہے۔ لہذا وہ احادیث موضوع ہین۔ بلکہ انکی نسبت شتر مرغی اختیار کرکے دورُخی بات کہی ہے۔ کہ ان احادیث کے جو ظاہری معنے علماء کرتے ہین۔ ان معنے کی نظر سے وہ احادیث موضوع ہین۔ اور جو تاویلی معنی ہم خود بدولت کرتے ہین۔ ان معنے کی نظر سے وہ صحیح وموافقِ قرآن ہین۔ جسپر اس سوال کی جگہ ہے۔ کہ ان احادیث کے معانی واقع ونفس الامر مین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی ہونگے۔ ظاہری (جو علماء اسلام بحکم قواعد مقررہ ومسلمہ مراد شارع ٹہیراتے ہین) یا تاویلی وتحریفی (جو از روے الحاد وباطنیت خود بدولت مراد لیتے ہین) پس اگر آپکی راے واعتقاد مین ان احادیث کے وہی تاویلی معنے صحیح ہین۔ جو آپنے گہڑ لئے ہین۔ اور وہ آپکے خیال مین قرآن مجید کے موافق ومطابق ہین تو آپکو جزم ویقین کے ساتہ ان احادیث کو صحیح اور قطعی الثبوت اور واجب القبول قرار دینا چاہئے۔ اور برملا اور صاف صاف کہنا چاہئے۔ کہ ان احادیث کے یقیناً یہی معنے ہین۔ اور یہ قرآن مجید

کے عین مطابق وموافق ہین۔ اور اس موافقتِ قرآن کے مقتضا سے یہ احادیث صحیح وقطعی واجب القبول ہین۔ اور آن سنے کہ یقینِ صحت اور اس یقینِ صحتِ معنی کی نظر سے یقینِ صحتِ احادیثِ مذکورہ کے ساتھ آپکا ان احادیث کو ظاہری معنے کی نظر سے (جو آپکے نزدیک صحیح نہین) **موضوع** کہنا۔ ہرگز جائز **نہین ہے**۔ یہ **کہنا بعینہٖ ایسا ہے**۔ کہ کوئی شخص کسی آیتِ قرآن کے ایک معنی کو یقیناً صحیح ومرادِ خداوندی سمجھے اور دوسرے معنے کو غلط قرار دے۔ اور پھر کسی شخص کے دوسرے معنے کی تجویز پر یون کہے۔ کہ اگر اس آیت سے وہ دوسرے معنے مراد ہین۔ تو یہ آیت قرآن کی آیت نہین ہے۔ بلکہ یہ کسی انسان کا کلام ہے۔ جو قرآن مین ملایا گیا ہے۔ یا **مثلاً** کوئی اپنے دیدہ ودانستہ کے باپ کی ایک صفتِ شجاعت یا سخاوت کا یقین رکھے۔ اور اس صفت کے ساتھ اُسکو اپنا باپ جانتا ہو۔ اور پھر دوسرے شخص کے کہنے پر۔ کہ وہ شجاع یا سخی نہین کہدے۔ کہ اگر وہ شجاع وسخی نہین۔ تو وہ اسکا باپ نہین ہے۔

اس شرطی نفی وانکار کو کوئی عاقل صحیح تسلیم نہین کر سکتا۔ بلکہ ہر کس ذی ہوش وحواس اس شرطیہ طور پر منکرِ آیتِ قرآن کو یہ الزام دے سکتا ہے۔ کہ اگر تیرے نزدیک آیت کے ایک وہی معنے صحیح ومتعین ہین۔ جو تیرے خیال مین ہین۔ اور دوسرے معنے غلط ہین تو تجھے جزم ویقین کے ساتھ ان معنے کی صحت کا دعویٰ کرنا۔ اور بناءً علیہ آیت کو آیتِ قرآن اور اسکا جزء سمجھنا واجب ہے۔ اور دوسرے معنے کو غلط قرار دینا لازم۔ نہ یہ کہ اس غلط معنے کی نظر سے آیت کو قرآن سے خارج کرنا اور اس شرطی طور پر باپ کے منکر کو یہ الزام دے سکتا ہے۔ کہ اگر تیرے علم ویقین مین تیرا باپ سخی وشجاع ہے۔ تو اپنے باپ کو سخی وشجاع جانکر باپ ماننا تجھ پر واجب ہے نہ دوسرے کی نفی سخاوت وشجاعت کی شرط سے اُسکے باپ ہونے سے انکار کرنا۔

ایسا ہی کادیانی پر یہ الزام قائم ہوسکتا ہے کہ اگر تمہارے نزدیک احادیث

نزولِ مسیح کے وہی تاویلی معنے متعین و متیقن جو تمہارے خیال میں ہیں۔ تو ان احادیث کو نقارہ کے آواز سے صحیح ماننا تمپر واجب ہے۔ نہ ظاہری معنے کی نظر و شرط سے (جنکو تم صحیح نہیں سمجھتے) انکو موضوع قرار دینا یا ان دونوں معنے کی نظر سے صحت احادیث میں شک و تردد ظاہر کرنا۔ اور یوں کہنا۔ کہ اگر ان احادیث کے ظاہری مراد ہیں۔ تو یہ موضوع ہیں۔ اور اگر تاویلی معنے مراد لیں۔ تو صحیح ہیں۔

کادیانی کے جواب کو قطعی اور کامل جاننے والو! بتاؤ! اب بھی اس جواب کو قطعی اور صحیح و کامل کہوگے۔ کادیانی کی صحبت میں جو اندھے اور کانے ہو رہے ہیں۔ وہ اب بھی اس جواب کو قطعی و کامل کہیں۔ تو محلِ تعجب و افسوس نہیں۔ مگر صحیح و سلیم الحواس ناظرین و سامعین سے تو امید کامل ہے۔ کہ وہ ہماری اس تقریر کو پڑھکر یا سنکر کادیانی کے اس جواب کو یقیناً غیر قطعی و ناکامل قرار دینگے۔ اور اس سے کادیانی کی دھوکہ بازی اور چالاکی کا یقین کرینگے۔ اور اسکو اس جواب کی نظر سے مشتِ مرغ یارو باہ صفت سمجھینگے۔ اور اس قسم کی باتوں سے اسکی شعبدہ بازی کا یقین کرینگے۔

ہماری تجویز کے تیسرے شق کا ثبوت

یہ بھی بطورِ فرض محال فرض کیا۔ اور بطورِ تنزل مان لیا۔ کہ کادیانی نے جو جواب دیا ہے۔ یہ بجائے خود قطعی جواب اور کامل ہے۔ ولیکن یہ جواب اسلام خصوصاً مذہب اہلسنت وجماعت کے رو سے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ **ملحدانہ** جواب ہے۔ جو اسلام اور سنن کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ اس جواب میں احادیث متعلقہ عمل کو اگرچہ کہ عمل و ترک میں اختلاف ہو۔ قطعی صحیح اور بلاریب قوی اور یقینی الثبوت کہا ہے۔ اور تعلیمات اور احکام قرآن پر زیادتی کرنے والے۔ اور اجمال و اشارات قرآن

کی تفسیر و تفصیل کرنیوالے قرار دیا ہے۔ اور اِن احادیث کو جو متعلق عمل نہ ہون مشتبہ و شکی۔ اور بلا شہادت و موافقت قرآن ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔ اور اِس رُتبہ سے گرایا ہے۔ کہ وہ بیان قرآن پر کچھ زیادتی کرین۔ یا اُسکے اجمال و اشارہ کی تفسیر و تفصیل کر سکین۔ اور یہ **محض ملحدانہ اصول ہے۔ جس سے احادیث** متعلقہ **عقائد** کا جو اہل سنت کے نزدیک قطعیات سے ہین۔ رد و **ابطال** اور احادیث متعلقہ فروعات اختلافیہ سے **کتاب اللہ** کا **نسخ** متصور ہے اور یہی اس اصول کی **تمہید** و تقریر سے کادیانی کا مقصود ہے۔ **وہ چاہتا ہے**۔ کہ فروعات **خلافیہ** کے متعلق جس حدیث کو کوئی چاہے۔ دست آویز بناکر کتاب اللہ پر **زیادتی** کرے۔ جو نسخ کہلاتا ہے۔ اور **عقائد متفق** علیہ اہلسنت و جماعت کے متعلق احادیث سے جس حدیث کو مثلاً احادیث متعلقہ توحید و صفات یا احادیث متضمنہ تفاصیل حالات برزخ (قبض ارواح۔ عذاب قبر۔ سوال منکر و نکیر۔) و حالات محشر (علاماتِ قیامت۔ حشر اجساد و ازاحادث۔ و عبور بصراط و حساب و وزنِ اعمال) و نعیم جنت (دیدارِ خدا و حور و قصور۔ انہار و اشجار) و آلام جہنم (طوق و اغلال وغیرہ) چاہے **خیر باد** کہکر **ملحد و زندیق** و خبری بن جائے۔ اور اسپر کادیانی کی یہ دلیل پیش کرے۔ کہ یہ احادیث متعلق عمل نہین صرف قصص و اخبار کے متعلق ہین۔ لہذا اُنکی صحت شکی و مشتبہ ہے۔ اور بلا شہادت و موافقت قرآن اُنکو قبول کرنا جائز نہین۔ اور قرآن مین ان تفاصیل کا نام و نشان نہین۔ اسمین مجملاً احوالِ برزخ و قیامت کا بیان ہے۔ جسپر ان احادیث کے بیان سے زیادتی سہی جائز نہین۔ اور یہ حدیثین اس لائق نہین۔ کہ اس اجمال قرآن کی تفسیر و تفصیل بن سکین۔ کیونکہ یہ احادیث تعامل یعنی عمل کی قوی اور بلا ریب سلسلے مین نہین آئین۔ اور اس آفتاب کی روشنی سے فیضیاب نہین ہوئین۔

اسلام خصوصاً مذہب اہلسنت اس ملحدانہ اصول کے دونو جز کا مخالف ہے۔ وہ احادیث صحیحہ متعلقہ فروعات اختلافیہ کو اگرچہ واجب العمل قرار دیتا ہے۔ مگر انکو قطعی ویقینی الثبوت نہین کہتا۔ بلکہ باوجود واجب العمل قرار دینے کے انکو مرتبہ ظن مین جگہ دیتا ہے۔ اور عملیات مین ظن کو لائق عمل قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہماری تحریر نمبر ہشتم بصفحہ (۱۰۱) مین بیان ہوا۔ اسلام مین ایسا کوئی شخص آجتک نہین ہوا۔ جو اختلافی مسئلہ فرعی کو یقینی وقطعی وبلاریب قوی کہے۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد کو احادیث متعلقہ عمل سے بڑھکر واجب القبول قرار دے۔ وہ احادیث اسلام خصوصاً مذہب اہلسنت مین قطعی ویقینی الثبوت تسلیم کی گئی ہین۔

دوادین اسلام کتب حدیث وکتب عقائد مین ان احادیث اور انسے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامیہ سنیہ مین شمار کیا گیا ہے۔ اور ان احادیث اور ان مسائل کی نسبت محدثین وائمہ کلام دعوی شہرت وتواتر کرتے ہے۔ وہ ان احادیث کو حد شہرت یا تواتر تک پہنچی ہوئی سمجھتے۔ تو ان احادیث اور ان مسائل کو عقائد اسلامیہ مین ہرگز شمار نہ کرتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اونمین مسلم ومتفق علیہ چلا آتا ہے۔ کہ باب عقائد مین ظنیات پر اعتماد جائز نہین۔ اور عقائد کی بنا قطعیات پر ہے۔ اور اس مسئلہ پر انکا نصوص کتاب اللہ سے استدلال واستشہاد ہے۔

قرآن مجید مین فرمایا ہے سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا ولا حرمنا من شیء کذالک کذب الذین من قبلہم حتی ذاقوا باسنا قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن

شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کسی چیز کو (اپنی طرف سے) حرام بناتے۔ ایسا ہی انسے پہلون نے جھٹلایا۔ یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھ لیا۔ تو انسے کہدے تمہارے پاس (اس بیان پر)

* اور آئندہ صفحہ ۲۶۷ مین بھی بیان ہوگا۔

وان انتم الا تخرصون (انعام ع ۱۴)	کوئی یقینی سند ہے جسکو نکال سکو تم

تو ظن ہی کے پیچھے لگتے۔ اور اٹکل دوڑا رہے ہو۔

اور فرمایا۔ ان مین بہت لوگ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہین۔ اور ظن حق

وما یتبع اکثرہم الا ظناً وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً ان اللہ علیم بما یفعلون (یونس ع ۴)	کا کام کچھ نہین دیتا۔ اللہ جانتا ہے جو یہ کرتے ہین۔

پہلی آیت کی تفسیر مین **قاضی بیضاوی** نے کہا ہے۔ اس آیت مین ظن کی پیروی سے ممانعت پائی جاتی ہے۔ خصوصاً اعتقادی مسائل مین شاید یہ ممانعت اس موقع پر ہو۔ جہان ظن کے مقابلہ مین کوئی یقینی امر ہو۔ کیونکہ آیت کا مورد نزول ایسا ہی موقع ہے۔ لفظ "شاید" قاضی بیضاوی نے اس خیال سے بولا ہے۔ کہ الفاظ قرآن کے عموم کا اعتبار ہے۔ نہ خاص مورد نزول کا اور یہ امر بہت سی آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اور اسکے موافق علماے اسلام کا زمانہ صحابہ سے عمل چلا آیا ہے۔ لہذا اس آیت مین ہر ایک ظنی امر کے اتباع سے باب اعتقاد مین ممانعت ہے۔ اسکو اس ظنی امر سے (جسکے مقابلہ مین کوئی قطعی امر ہو) خاص کرنا صحیح نہین ہے۔

اور بیضاوی نے دوسری آیت کی تفسیر مین کہا ہے۔ اس آیت مین اس امر کی دلیل پائی جاتی ہے۔ کہ باب اعتقاد مین یقین حاصل کرنا واجب ہے۔ اسمین ظن وتقلید پر اکتفا جائز نہین۔ خدا کا یہ فرمانا۔ کہ خدا جانتا ہے۔ جو وہ کرتے ہین۔ اتباع ظن اور ترک دلیل پر عذاب سے ڈرانا ہے۔

ایسا ہی دوسری آیت کی تفسیر مین **نواب صاحب** مرحوم نے **فتح البیان** مین فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہین۔ کرخی نے کہا ہے۔ اس آیت مین اسبات کی دلیل پائی جاتی ہے۔ کہ باب اعتقاد مین علم (یعنی یقین) حاصل کرنا واجب ہے۔ اور ظن وتقلید کو کافی سمجھنا جائز نہین۔ کیونکہ دین یقین ہی بتاتا ہے۔ اور اسی یقین سے حق

واضح ہوتا ہے۔ اور ظن اسکے قائم مقام نہین ہوسکتا۔ اور اس سے حق معلوم نہین ہوتا۔ وہ ظن کسی امر مین حق کا کام نہین دیتا۔ خدا کا یہ فرمانا ظن کے باطل ہونے کے بیان کے لئے ہے۔ اس مین حق سے علم مراد ہے۔

اور امام رازی نے فرمایا ہے۔ مسائل اعتقادیہ یقینیہ مین ظن پر اعتماد جائز نہین۔ امام سیوطی نے امام رازی کا یہ کلام تفسیر اتقان مین نقل کرکے فرمایا ہے۔ تجھے یہ کلام اس امام کا اسباب مین بس ہے۔

بحر العلوم لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت مین فرمایا ہے۔ اعتقاد ظن سے حاصل نہین ہوتا۔ ہان باعمال مین ظن پر بھی عمل جائز ہے۔ علامہ تفتازانی نے تلویح مین فرمایا ہے۔ اعتقادی مسائل اکے دُکے راویون کی حدیثون سے ثابت نہین ہوتے۔ کیونکہ اعتقادیات کی بنا یقین پر ہوتی ہے۔

علامہ ہارون نے ناظور الحق مین لکھا ہے۔ تو جان چکا ہے۔ کہ باب اعتقاد مین ظن و قیاس جاری نہین ہوتا۔ اور اعتقاد اجتہاد اور لوگون کی راے سے ثابت نہین ہوسکتا۔ اسمین حق قطعی ہوتا ہے۔ جسمین اختلاف متصور نہین۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین بجواب اس قول منیر علاء الدین قونوی کے کہ جمعرات اور جمعہ کے دن اہل قبور سے عذاب اٹھایا جاتا ہے پھر وہ قیامت تک عود نہین کرتا" فرمایا ہے یہ بات مخفی نہین ہے کہ عقائد کے باب مین یقینی دلائل معتبر ہین نہ اکے دُکے راویون کی حدیثین جو ظنی ہوتی ہین۔ ہان جبکہ وہ کئی طریق راویون سے مروی ہون اور تواتر معنوی کو پہنچ جائین تو اسوقت وہ بھی قطعی ہوجاتی ہین

اور ملا علی قاری نے رسالہ سہم الفوارض نے دم الروافض مین فرمایا ہے۔ اہل علم و صاحب فہم یہ بات جانتے کہ عقائد کی بنا قطعی دلائل پر قائم ہوتی ہے نہ ظنی دلائل پر جو مسائل فرعیہ فقہیہ مین کام دیتے ہین۔ کیونکہ خدا تعالیٰ

نے کافروں کی مذمت مین فرمایا ہے کہ وہ ظن ہی کے پیچھے لگتے ہین۔ اور ظن حق کام نہین دیتا۔ تو اس سے مُنہ پھیر لے۔ جو ہماری نصیحت سے پھر جاتا ہے۔ اور بجز زندگی دنیا کے کچھ نہین چاہتا۔ وہی اُنکی سمجھ کی حد ہے۔ تیرا رب اوسکو خوب جانتا ہے۔ جو اوسکی راہ سے بہکا ہوا ہے۔ اور جو اوسکی راہ پر ہے۔ اور اس باب مین آیات بکثرت موجود اور احادیث مشہور ہین۔ اور پھر اجماع قائم ہے۔ ان لوگون کے نزدیک جنکو علم ہے"۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق نے تکمیل الایمان مین فرمایا ہے۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مین آپ نے فرمایا ہے۔ شیخ علاءالدین قونوی کہ از محققین علمائے شافعیہ است۔ میگوید۔ کہ آنچہ برمن ظاہر میشود۔ اینست کہ اعتقاد حیات انبیاء علیہ السلام در قبور و وجود ایشان در وے۔ بوجہیکہ پیش از وفات ثابت بود استمرار و استقرار ایشان در قبور ہمبرین وجہ از مسائل فروع نیست۔ کہ در وے بدلائل ظنیہ غیر قطعیہ اکتفا رود و بمشاہدہ عیانی ثابت شدہ کہ حیاتے کہ ایشانرا پیش از وفات ثابت بود زوال نپذیرفتہ وفانی شدہ وعود آن حیات را دلیلی قطعی و حجتے ساطع باید تا اعتقاد بدان صورت بندد"

یہ ان حضرات کی عبارات و تصریحات کا ترجمہ ہے۔ اور اصل عبارات ہمارے رسالہ نمبر ۵ جلد ۹ مین منقول ہین۔ ان تصریحات و استدلات کے ساتھ ان حضرات محدثین و متکلمین و مفسرین نے عقائد مذکورہ کو اپنی کتب مین بیان کیا۔ اور اُنپر احادیث مذکورہ سے تمسک و استدلال کیا ہے۔ تو اُسکی وجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اُنھون نے ان احادیث کو حد شہرت و تواتر تک پُہنچی ہوئی جانا۔ اور قطعیات سے شمار کیا ہے۔

مردی و ماثور نہین - اس امر کا تو کادیانی خود فخر کے ساتھ مدعی ہے - اور کہتا ہے کہ وہ معانی کسی کتاب تفسیر مین موجود نہونگے - لہذا وہ تحریفات بحکم حدیث "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد" (یعنے جو شخص ہمارے دین مین ایسی بات نکالے جو اسمین نہو - (یعنے قرون ثلثہ مین جنکی بہتری کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے پائی نہ جاوے) وہ مردود ہے) مسلمانون کے نزدیک لائق رد ہین پھر وہ ان تحریفات کو آسمانی نشان کیونکر مان لین اور اسمین کادیانی کا مقابلہ کسطرح کرین - کادیانی کے مقابلہ مین وہ تھوڑی دیر کے لیے بھی کافر نہین بن سکتے *

وجہ ششم - یہ کہ صورت فیصلہ معجزہ کا دیانی نہایت طوالت اور مہلت طلب ہے ایک عرصہ انعقاد و تقرری کمیٹی لئے مختلف ملکون کے لیے چاہیے - اور بعد انعقاد کمیٹی کا اور شروع کارروائی پھر ایک سال انتظار نتائج دعاؤن اور پیشین گوئیون کے لیئے چاہیے - حالانکہ یہ کسی سالون کی راہ ایک دن یا چند دنون مین بآسانی طے ہوسکتی ہے - جسکی صورت یہ ہے کہ وہی کمیٹی جو آیندہ دعاؤن اور پیشین گوئیون کے نتائج اور قرآنی معارف کا امتحان کرکے کادیانی کو پاس کریگی - کادیانی کی گذشتہ دعاؤن اور پیشین گوئیون کے نتائج اور اسکے بیان کردہ قرآنی معارف کا امتحان کرے - اس کمیٹی مین کادیانی کے مخالف مولوی ہی شامل ہو سکتے ہین - کیونکہ یہ صرف چند دنون کا کام ہے - اور اسمین انکو بنظر کاذب اور مفتری ہونے کادیانی کے اور کذب ہونے اسکی پیشینگوئیون کے اور کفر و الحاد ہونے اس کے بیان کردہ معارف کے اپنی کامیابی کی کامل امید ہے -

اس کمیٹی کے ممبر فریقین سے مساوی منتخب ہون - اور اوسکا پریسیڈنٹ ایک نیوٹرل (ثالث غیر طرفدار) ہو - یہ کمیٹی کادیانی کی پہلی دعاؤن اور پیشین گوئیون کے نتائج اور قرآنی معارف کو درست اور صحیح اور آسمانی نشان قرار دے تو کادیانی کو ہوں

* وہ اس احمق کی نظیر نہیں چاہتے جس نے برائی بدشگنی کے لیے اپنی ناک کٹالی تھی

اور اگر وہ اِن احادیث کو اخبار احاد سمجھتے اور ان عقائد کو جو ان احادیث سے ثابت ہین ظنیات خیال کرتے۔ تو تصریحات بالا کے ماتحت وہ ان عقائد کو اسلامی وسنی عقائد نہ ٹھیراتے اور اپنی کتب حدیث وتفسیر وعقائد مین اُنپر ایمان لانیکی رغبت نہ دلاتے یہ جو ہمنے کہا ہے اسمین محض ظن واستنباط سے کام نہین لیا۔ اور صرف اُن حضرات کے عمل سے نتیجہ کا استخراج واثبات نہین کیا۔ اُن ائمہ نے تصریح وتوضیح کے ساتھ خود بھی ان احادیث کی نسبت شہرت وتواتر کا دعویٰ کیا۔ اور صاف کہدیا ہے۔ کہ یہ احادیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ گئی ہین۔

فتوے علمائے پنجاب وہندوستان بحق میرزا کادیان (مندرجہ نمبر ۵ وغیرہ جلد ۱۳) مین علماء متکلمین ومفسرین کے بعض اقوال کو ناظرین دیکھ چکے ہین۔ متکلمین کے اور اقوال دیکھنے ہون۔ تو شرح عقائد وشرح مقاصد مین ملاحظہ کرین اسمقام مین ہم بعض محدثین کے اقوال نقل کرتے ہین۔ جنمین احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ کو حد تواتر تک پہنچنے والی اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

خاتمۃ المحدثین امام شوکانی رسالہ توضیح مین احادیث نزول حضرت مسیح کو ذکر کرکے فرماتے ہین۔ یہ اُنتیس حدیثین ہین۔ جن کے ساتھ اور احادیث بھی شامل ہوسکتی ہین۔ جنمین حضرت مسیح کے نزول کا ذکر ہے۔ ازانجملہ بعض وہ ہین جو احادیث متعلقہ دجال کے ضمن مین مذکور ہین۔ بعض ایسی ہین جو احادیث مہدی موعود کے ضمن

فهذه تسعة وعشرون حديثا تنضم
اليها احاديث اخر ذكر فيها نزول
عيسى عليه السلام منها ما هو مذكور في
احاديث الدجال ومنها ما هو مذكور في
احاديث المنتظر وتنضم الى ذلك ايضا
الاثار الواردة عن الصحابة فلها حكم الرفع
اذ لا مجال للاجتهاد في ذلك فمنها

عن ابی هريرة عند ابن ابی شيبة ومنها
عنه ايضاً ذكره فی كنز العمال ومنها
عنه ايضاً ذكره فيه ومنها عن ابن
عباس ذكره فی الكنز ومنها عنه
ايضاً ذكره فيه ومنها عن عبد الله
بن عمر ذكره ابن ابی شيبة ومنها
عن ابن مسعود ذكره فی كنز العمال
وجميع ما سقناه بالغ حد التواتر كما
لا يخفى على من له فضل اطلاع فنقول
بجميع ما سقناه فی هذا ان الاحاديث
الواردة فی المهدی المنتظر متواترة
والاحاديث الواردة فی الدجال متواترة
والاحاديث الواردة فی نزول عيسى
متواترة وفی هذا المقدار كفاية لمن له
هداية (حجج عن التوضيح۔)

مین مذکور ہین۔ اور اُن کے ساتھ
صحابہ کے آثار و اقوال بھی شامل
ہو سکتے ہین۔ جو حدیث مرفوع کے
حکم مین ہین۔ کیونکہ ایسی احادیث
کے بیان مین اصحاب کے اجتہاد
ورائے کا دخل نہین ہوسکتا۔ از انجملہ
ابوہریرہ کی حدیث ابن ابی شیبہ کی
کتاب مین ہے۔ ایک اور اوسکی
حدیث کنز العمال مین ہے۔ اُسمین
اُنکی ایک اور حدیث ہے۔ واز انجملہ
ایک حدیث کنز العمال مین ابن عباس
سے ہے۔ اُسمین ایک حدیث اُنکی
اور ہے۔ از انجملہ عبداللہ بن عمر کی حدیث
ابن ابی شیبہ نے بیان کی ہے۔
واز انجملہ ابن مسعود کی حدیث ہے جو

کنز العمال مین ہے۔ یہ سب حدیثین جنکو ہمنے بیان ہی ملکر حد تواتر تک پہنچ چکی ہین۔
ہماری اس نقل و بیان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ جو احادیث مہدی موعود
کے باب مین وارد ہین۔ وہ متواتر ہین۔ اور جو دجال کے حق مین ہین۔ وہ بھی
متواتر ہین۔ اور جو حضرت عیسےٰ کے نزول کے متعلق وارد ہین وہ بھی متواتر
ہین۔ اسقدر بیان مین اس شخص کے لیے کفایت ہے جسکو ہدایت
حاصل ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح مین کہا ہے۔ کہ دجال کے باب مین جو احادیث

واما الاحادیث الواردۃ فی الدجال فالذی ذکرہ ھنا مائۃ حدیث نسردھا بقولہ الاول والثانی الی اٰخر المائۃ ثم قال ونقتصر علی ھذا المقدار فلیس المراد ھنا الا بیان کون احادیث خروج الدجال متواترۃ والتواتر یحصل بالبعض مما سقناہ وقد بقیت احادیث واٰثار عن جماعۃ من الصحابۃ ترکنا ذکرھا ووقفنا علی ھذہ المائۃ الحدیث التی اشرنا الیھا والی من خرجھا۔ (حجج عن التوضیح)

وارد ہین۔ ازانجملہ جو اسمقام مین ہم بیان کرنا چاہتے ہین۔ وہ سو احادیث ہین۔ پھر انکو نام بنام ذکر و شمار کیا۔ اور اسکے بعد فرمایا۔ اب ہمکو چاہیے۔ کہ اسیقدر پر بس کرین۔ اس سے ہمارا مقصود صرف اس امر کا بیان ہی کہ احادیث دجال متواتر ہین۔ اور تواتر صرف بعض احادیث سے جو ہمنے بیان کین ہین۔ حاصل و ثابت ہوسکتا ہے۔ اور ہنوز بہت سی احادیث و آثار صحابہ کے باقی ہین۔ جنکے ذکر کو ہمنے ترک کر دیا ہے۔ اور ان ہی سو احادیث کے بیان پر وقف کیا ہے۔

اور نیز امام شوکانی نے توضیح مین کہا ہے۔ بعض علماء اعلام نے سوال

ورد السوال من بعض الاعلام عن الاحادیث الواردۃ فی ھولاء ھل ھی متواترۃ ام لا فاقول امّا الاحادیث الواردۃ فی المھدی فالذی امکن الوقوف علیہ منھا خمسون حدیثا نسردھا بقولہ الاول ھو الثانی الی اٰخر الخمسین

کیا ہے۔ کہ ان لوگون کے حق مین جو احادیث وارد ہین۔ وہ متواتر ہین یا نہین۔ اسکے جواب مین مین کہتا ہون۔ کہ جو احادیث امام مہدی کے باب مین وارد ہین۔ ازانجملہ جن احادیث سے لوگونکا واقف ہونا ممکن ہو۔ وہ پچاس ہین ہم ان احادیث کو بالفعل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثم قال فهذه خمسون حديثا فيها الصحيح والحسن والضعيف المنجبر وهي متواترة بلاشك ولاشبهة بل يصدق وصف التواتر على اكثرها هو دونها على جميع الاصطلاحات المجردة في الاصول والى هنا انتهى الكلام على الاحاديث الواردة في المهدي واما الآثار عن الصحابة المصرحة بالمهدي ففي كثيرة الى ان ذكر ثمانية وعشرين ثم قال فهذه ثمانية وعشرون اثرا لها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد في مثل ذلك - توضيح على ما في الحجج

و دوم تا آخر بنجا ہم بیان کیا - پھر کہا یہ پچاس حدیثین ہین - جنمین سے کوئی صحیح ہے - کوئی حسن - کوئی ضعیف جسکے ضعف کا جبر نقصان ہو چکا ہے - اور وہ بلاشک وشبہ متواتر ہین - بلکہ یہ صفت تواتر تو انسے کم درجہ احادیث پر صادق آتی ہے - یہ احادیث مرفوعہ کے متعلق گفتگو ہے رہی آثار صحابہ جو آمد امام مہدی کو تصریح بیان کرتی ہین - سو بہت ہین پر انکو اٹھارہ تک شمار کیا - پھر کہا یہ اٹھارہ آثار ہین - جو احادیث مرفوعہ کے حکم ہین - کیونکہ ایسے مضمون کا بیان رائے سے نہین ہو سکتا -

اِن عبارات سے صاف ثابت ہے - کہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح علیہ السلام وخروج دجال اور اس قسم کی اور احادیث کی نسبت علماء محدثین وشکلین کو تواتر کا دعوے ہے - اور اُن کی قطعیت کا اعتقاد وہ ان احادیث کو قطعی الثبوت اور یقینی صحیح جانتے ہین - اور جو مسائل وعقائد ان احادیث سے ثابت ہین - اُنکو وہ اسلامی وسُنّی عقائد ٹھہرا چکے ہین - اور انکے مقابلہ مین مسائل فرعیہ اختلافیہ کو ظن اور انکے متعلق احادیث کو ظنی الثبوت ومفید ظن قرار دے گئے ہین -

کادیانی نے اپنے جواب و بیان مین ان سب کا خلاف کیا۔ اور اُن کے قرار داد کے رو سے اسلام و تسنن کا خلاف کیا۔ اور اسمین الحاد سے کام لیا۔ لہذا اُسکا یہ جواب اسلامی و سنی اصول کے رو سے صحیح جواب نہین ہے۔ اُس مخالفت اصول و اسلام و تسنن کے علاوہ یہ جواب عقل سلیم کے بھی مخالف ہے۔ اور خود اپنے آپکا مخالف اسکے آخر کو اول سے صریح تخالف ہے۔

عقل سلیم سے اس جواب کا مخالف ہونا

یہ اصول مسلم عقلاء ہے۔ کہ یقین اعلیٰ رتبہ ہے۔ اور ظن ادنیٰ۔ اسی اصول کی نظر سے اہل اسلام کے نزدیک اعتقاد جو اعلےٰ رتبہ ہے۔ ظنیات سے متعلق نہین ہوتا۔ بلکہ وہ قطعیات سے مخصوص ہے۔ اور عمل جو بہ نسبت اعتقاد ادنیٰ ہے۔ اور اسکی توابع مین سے ظن سے بھی متعلق ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عبارات علماء منقولہ بالا سے ثابت ہو چکا ہے۔

کادیانی نے اپنے جواب سے اس اصول عقلی کا بھی خلاف کیا (جیسا کہ قرار داد اسلام و تسنن کا خلاف کیا ہے) کہ حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی الثبوت و یقینی صحیح قرار دینے کے لیے اہل اسلام کے عمل کو گو اختلافی ہو (جو مثبت ظن ہوتا ہے نہ مفید یقین) لائق لحاظ و اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی قرار دینے کے لیے اہل اسلام کے اعتقاد کو (جو ان احادیث کے متعلق پایا گیا ہے۔ اور وہ مفید یقین ہے) ساقط الاعتبار و ناقابل لحاظ ٹھہرایا ہے۔ اور اسمین اعلےٰ کو ادنیٰ اور ادنےٰ کو اعلیٰ ٹھہرایا۔ اور مرجوح کو راجح کیا۔ اور راجح کو ساقط کر دیا۔ جو عقلاء جہان کے

بر خلاف ہے۔

اپنے آپ سے اس جواب کا مخالف ہونا
یعنی اُسکے آخر کا اول سے مخالف ہونا

اس جواب مین پہلے تو حصہ اول احادیث متعلقہ عمل کو قطعی و یقینی الثبوت بنانے کے لیے قرار داد علماء اسلام کو (جو اختلاف کے ساتھ ان احادیث کے عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھا۔ اور قبول کیا۔ اور اُنکی نسبت حسن ظن کو قائم رکھ کر یہ خیال و فرض کر لیا۔ کہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتین۔ تو علماء اسلام کا عمل (گو اختلاف سے ہے) انپر پایا نہ جاتا۔ مگر پیچھے کر حصہ دوم احادیث متعلقہ اعتقاد کو ظنی بنانے کے لیے اس قرار داد علماء کو (جو ان احادیث کے متعلق اعتقاد رکھنے اور انسے مستخرجہ مسائل کو بالاتفاق قبول کر کے عقائد اسلامی و سنی قرار دینے مین۔ وقوع مین آئی ہے) رَد کر دیا۔ اور نا قابلِ قبول ٹھیرایا۔ اور اُن کی نسبت حسن ظنی کو قائم نہ رکھا۔ اور اُنکے حقین یہ نیک ظن نہ کیا۔ کہ اگر یہ احادیث صحیح اور قطعی نہ ہوتین۔ تو علماء اسلام خصوصًا اہلسنت ان احادیث کو اتفاق کے ساتھ بسر و چشم کیون قبول کرتے۔ اور انسے مستخرجہ مسائل کو عقائد اسلامی و سُنی کیون ٹھیراتے۔ بلکہ ان احادیث کو صحیح و قطعی سمجھنے اور اُنکے ظاہری معانی مراد ٹھیرا کر ان کو بھلا سنی عقائد ٹھیرانے مین ان سب علماء کو غلطی پر سمجھا۔ اور انکے علم و فہم و دین پر بُرا گمان کیا۔ اور یہ اپنی بات کا خود خلاف کرنا ہے۔ یعنی پہلے اون کے قرارداد کو (جو اختلاف کے ساتھ عمل کے متعلق پائی گئی ہے) مسلم رکھنا اور قبول کرنا۔ اور اُسمین علماء پر حسن ظن رکھنا پھر اُنکے قرارداد کو (جو اتفاق کے

ساتھ اعتقاد کے متعلق پائی گئی ہے) رد کرتا اور اسمین ان پر بدگمانی کرنا۔ کا دیانی مین کچھ عقل وحیا وشرم ہوتی۔ تو وہ اس اختلاف وتناقض کا مرتکب نہ ہوتا۔ بلکہ اگر وہ احادیث نبویہ اور اقوال وقرارداد علماء سے بر اعتقاد ہے (چنانچہ اُسکے لفظ لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اوسکی ہر ایک جزء مذہب جدید کی اسی پر بنیاد ہے) تو وہ جملہ احادیث نبویہ کو عمل کے متعلق ہین۔ خواہ اعتقاد کے متعلق برملا وعلی الاطلاق خیر باد کہتا اور علماء کے عمل واعتقاد دونون کے قرارداد کو لغو وناقابل اعتبار قرار دیتا۔ اور اگر وہ احادیث نبویہ واقوال وقرارداد علماء سے حسن ظنی رکھتا ہے۔ (جیساکہ اسکا ظاہری دعویٰ ہے۔ اور اسکے ناواقف دام اوفتادہ لوگو نکا اوسکی نسبت اعتقاد ہے) تو وہ جملہ احادیث صحیحہ کو متعلق عمل ہین۔ خواہ متعلق اعتقاد قبول کرتا۔ اور اُنکی نسبت قبولیت وقرارداد کا عمل سے وقوع مین آئی ہے۔ خواہ اعتقاد سے لحاظ کرتا۔ اور عمل اعتقاد دونو مین اُنپر حسن ظنی رکھتا۔ یہ مقتضائے خیار وعقل نہین ہے۔ کہ احادیث متعلقہ عمل کو تو وہ قبول کرتا ہے۔ اور اُنکے متعلق علماء اسلام کے عملی قرارداد کو (گو اختلاف سے ہو) مانتا ہو اور اسمین اُنپر حسن ظنی رکھتا ہے۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو وہ واجب القبول نہین سمجھتا۔ اور اونکے متعلق اُنکے اعتقادی قرارداد اتفاقی کو قبول نہین کرتا۔ اور اُسمین اُنپر حسن ظنی نہین رکھتا۔

اس اضطراب واختلاف ورزی کا سبب ومنشاء

اس جواب مین جو کا دیانی نے مخالفت اصول اسلام وتسنن وعقل سلیم کے ساتھ خود اپنا خلاف کیا ہے۔ تو اُسکا سبب ومنشا یہ ہے (جو اسکے ہر ایک قول وکردار سے مفہوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ درحقیقت وہ کسی

مذہب و ملت سماوی کا پابند نہین ہے۔ اور نہ اسلامی اصول و دلائل کتاب سنت و اجماع و اقوال سلف امت وغیرہ کا پابند ہے۔ بلکہ وہ خود اپنا نیا مذہب و دین قائم کرنا چاہتا ہے (چنانچہ تصانیف کادیانی کے ریویومین یا بقیہ فتوئی علما پنجاب و ہند و ستان مین مفصل و مدلل طور پر ثابت کیا جاویگا انشاء اللہ تعالے) مگر وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ مسلمانونکو دام مین لانا پرانے اصول سے مطلق انکار اور نئے اصول کے برملا اظہار و اظہار کے ساتھ ناممکن ہے۔ لہذا وہ اپنے ہر ایک بیان و اظہار مین **شتر مرغی** و روباہ بازی اختیار کرتا ہے۔ اور جس موقعہ پر جو داؤ چلے چلا لیتا۔ اور جس ہتیار سے کام نکلے اسی کام مین لاتا ہے۔ کبھی زور و شور کے ساتھ اعتقاد تسلیم قرآن کا اظہار۔ کبھی آیات قرانیہ کے ظواہر قطعیہ سے انکار۔ کبھی احادیث نبویہ کی تسلیم کا اقرار۔ کبھی کسی بہانہ سے اُنکی تسلیم سے انکار۔ کبھی اجماع سے استدلال۔ کبھی اُسکو کورانہ کھکر اُسکے رد کا اقبال۔ وعلی ہذا القیاس۔ پھر فرط تہور و جرأت سے وہ اس اقبال و انکار کے اختلاف کی بھی کچھ پروا نہین کرتا۔ اور یہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ میرے مختلف اقوال متضمنہ انکار و اقبال کا ہر ایک شخص کب موازنہ کرتا ہے۔ پس جس جال مین جو کوئی پھنسا۔ وہی غنیمت ہے۔ مقابلہ اور موازنہ کرنیوالے پھر بچیدہ بات کی تہ کو پہنچنے والے لوگ شاذ و نادر ہوتے ہین۔ والنادر کالمعدوم۔ اس جرأت و خیال سے وہ ایک مقام مین جس بات کا انکار کر چکا ہوتا ہے۔ دوسرے مقام مین اُسکا اقرار کر لیتا ہے۔ اور جس بات کا اقرار کیا ہو۔ اس سے انکار کر جاتا ہے۔ اور جو بات نہ کہی ہو۔ اُسکے کہنے کا جھوٹا مدعی بنجاتا ہے۔ اور جو بات کہ چکا ہے۔ اُسکے کہنے سے منکر ہو جاتا ہے

اسکی ایک مثال اُسکا یہی جواب مندرجہ تمہید ہے۔ جسکی نسبت وہ کہتا ہے۔ کہ یہ جواب مین تحریر نمبر چہارم پنجم مین دے چکا ہون۔ حالانکہ ان تحریرات مین اُسکا نام ونشان نہین۔ چنانچہ ناظرین نمبر ۹ صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۷ جلد ہذا پر مخفی نہین ہے۔ ایک اور عام فہم مثال اسمقام مین ذکر کیجاتی ہے۔ رسالہ فتح الاسلام صفحہ ۵۴ مین اُس نے لیلۃ القدر کی حقیقتاً رات ہونے کی نفی کی ہے۔ اور اسکی نسبت صاف اور کہلم کہلی الفاظ سے یہ بات کہدی ہے

اُس زمانہ کا نام بطور استعارہ لیلۃ القدر رکہا گیا ہے۔ مگر در حقیقت یہ رات نہین ہے۔ یہ ایک زمانہ ہے۔ جو بوجہ ظلمت راتکا ہمرنگ ہے۔"

پہر اپنے ازالہ کے صفحہ ۴۲۰ مین اور متعدد تحریرون مین اس نفی سے انکار کیا۔ اور بضمن سوال وجواب یہ کہا ہے۔ (۹) سوال لیلۃ القدر کے اور معنے کرکے نیچریت اور باطنیت کا دروازہ کھولدیا۔ اما الجواب معترض صاحب نے اعتراض سے لوگونکو دہوکہ دیا ہے۔ اسجگہ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے۔ کہ پہلے معنے لیلۃ القدر کے جو علماء کرتے ہین وہ بھی مسلم وبجا ہین۔ اور ساتہ اُنکے یہ بہی معنے ہین اور دونو معنو نمین کچہ منافاۃ نہین۔ قرآن شریف ظہر بھی رکھتا ہے۔ اور بطن بہی اور صدہا معارف اسکے اندر پوشیدہ ہین۔ پس اگر اس عاجز نے تفہیم الٰہی سے لیلۃ القدر کے یہ معنے کئے۔ تو کہان سمجہا گیا۔ کہ پہلے معنون سے انکار ہے۔"

ناظرین اس عبارت ازالہ اور اس عبارت فتح کا مقابلہ کرین۔ اور داد انصاف دیکر کہین۔ کہ کادیانی کا لیلۃ القدر کی رات ہونے سے عبارت فتح مین انکار۔ اور اس انکار سے عبارت ازالہ مین انکار۔ اور رات ہونے کا اقرار ہماری دعوی کا مصدق اور اسکی ایک صریح وصحیح مثال ہے یا نہین۔ ایسی صریح مثالین

اور بہت ہین ازانجملہ بعض کا بیان کا دیانی کے تفصیلی اقوال تحریر نمبر ہشتم کے متعلق آیندہ نوٹون مین ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہ مضمون تمہید کا دیانی پر ایک **اجمالی نوٹ** ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے۔ کہ کا دیانی نے جو تمہید مین دعویٰ کیا ہے۔ کہ مین نے تحریر نمبر چہارم وپنجم مین اصل سوال مخاطب کا جواب دیدیا ہے۔ وہ اولاً محض کذب وخلاف واقع ہے۔ اگر اس جواب کا ان تحریرات مین ادا ہونا فرض کرلیا جائے۔ تو وہ اس سوال کا قطعی وکامل جواب نہین ہے۔ اور اگر اس جواب کو قطعی وکامل جواب فرض کرلیا جائے۔ تو وہ جواب اصول اسلام وتسنن اور عقل سلیم کے مخالف ہے۔ بلکہ وہ اپنا آپ مخالف ہے۔ **اب** ہم اس تمہید کے مطالب وفقرات پر نمبروار مفصل نوٹ کرتے ہین۔

فقرات والفاظ زیر نشان نمبرہا پر تفصیلی نوٹ

(ان فقرات والفاظ کو ناظرین اصل تحریر کا دیانی مین جو صفحہ ۲۴ وغیرہ مین منقول ہے۔ ملاحظہ فرماوین گے۔ تو انکے متعلق نوٹ نسے حظ اوٹھائین گے)

نوٹ متعلق نمبر۱۔ یہ قول آپکا محض کذب ہے۔ اپنے آگے ایکدفعہ بھی ہمارے سوال کا جواب نہین دیا۔ اور نہ اب دیا ہے۔ چنانچہ اجمالی نوٹ تمہید مین ثابت ہوچکا ہے۔

نوٹ متعلق نمبر۲۔ ہمنے ایک بات بھی غیر متعلق پیش نہین کی۔ جس بات کو آپ غیر متعلق سمجھتے ہین۔ یعنی احادیث ممانعت وذم۔ ومدت خروج دجالگان سے آپ پر الزام وہ غیر متعلق نہین۔ چنانچہ نمبر (۷، ۸) وغیرہ کے متعلق نوٹ کے ضمن مین ثابت ہوگا۔

کامل تصور کیا جائے ورنہ کاذب دروغ گو۔

پہلی دعا والون مین شاید ان لوگون کے نام ہی پیش ہونگے جنکا ہزار روپیہ کادیانی صاحب کہا کر ہضم کر چکے ہین اور ونکے کام نہین ہوئے اور انکی نسبت شاید وہ یہ عذر پیش کرین کہ انکے حق مین تقدیر برعکس چل چکی تھی۔ اس لیے وہ کامیاب نہیں ہوئے لہذا انکی جگہ چند نئے اہل حاجات (جنمین سے کادیانی کے اتباع سے اسرج (لنگڑے) اعور (کانے) اور احول (کچ کچوا) بھی شامل ہونگے) پیش کیے جائینگے۔ انکی نسبت پہلے کادیانی صاحب الہام کی ذریعہ سے گاکر روح محفوظ یا عرش معلے یا علیین سے یہ دیکھ لین کہ وہ تقدیر برعکس والے تو نہین وہ اسے بخلاف تو انکی جگہ دوسرے لوگون کو منتخب کرے جو تقدیر برعکس کر لپیٹ مین نہ آئے ہون۔ اور پھر انکے حق مین دعا کر کے ایک یا دو ہفتہ مین اسکا اثر دکھاوے۔ اور اس کمیٹی سے اور اپنے تمام مخالفین سے اپنے مسلمان ہونے کا سارٹیفکٹ حاصل کرے۔

ہم سب مخالفین کادیانی اسکو دو ہزار روپیہ دینے ہین کر اگر وہ خدا سے کہنے سے اس امتحان مین پاس ہو گیا تو ہم یہ سمجھینگے کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہین ہے (گو اسکے الفاظ سے یہ دعوے قطعاً ثابت ہو) اور اس نظر سے وہ کافر نہین۔ کیونکہ ہم لوگون اہل سنت کا اصول یہ عقیدہ ہے کہ متنبی (جھوٹے مدعی نبوت) کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا ناممکن نہین ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۔ جلد ۔ مین اسکی تشریح کی ہوئی ہے

سہ۔ اس امر کو سنے آپ کے او مخالف علما کے پاس ذکر کیا تو انہون نے منظور کیا۔ اب اس امر کو منظور کر لینگے تو انکی دستخطی تحریر ہمارے آپ کے پاس بھیجی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

سہ۔ اسصورت مین ان الفاظ کی نسبت یہ خیال کیا جائیگا کہ وہ الفاظ اس نے نادانی اور سادہ لوحی سے جسکا وہ اپنے فیصلہ ۲ فروری ۱۹۰۷ء مین مقر ہوا ہے بولے ہین۔ نہ عمداً اور ارادہ سے فی الحقیقت سے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نوٹ متعلق نمبر۳۔ ہم تو آپ کی کلام کا مطلب وہ سمجھتے ہین۔ جو ہر عاقل صاحب حواس سلیم اس سے سمجھ سکتا ہے۔ افسوس آپ خود اپنی کلام کا مطلب نہین سمجھتے۔ تب ہی کہنا کچھ چاہتے ہین۔ اور کہتے مین کچھ اور۔ (نوٹ متعلق نمبر ۲ وغیرہ ملاحظہ ہو)۔

نوٹ متعلق نمبر۴۔ آپکی کلام سے صاف نکلتا ہے۔ کہ آپ ان باتون کے قائل ہین۔ مگر چونکہ آپ اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ لہذا ممکن ہے۔ کہ آپ دل سے قائل نہ ہون۔ مگر ہم ظاہر کلام پر حکم لگا سکتے ہین آپ کے دل کو چیر نہین سکتے۔ (نوٹ متعلق نمبر ۲ وغیرہ ملاحظہ ہو)

نوٹ متعلق نمبر۵۔ آپ کے عام عقیدہ سے سوال نہ تھا۔ بلکہ خاص صحت احادیث صحیحین سے سوال تھا سو آپنے ابتک صاف صاف ظاہر نہین کیا۔

نوٹ متعلق نمبر۶۔ تحریر چہارم دراصل پنجم ہے۔ اور پنجم دراصل ہفتم۔ اپنی لوگونکو دھوکہ دینے کے لیے نمبر نمکو الٹ پلٹ کر دیا ہے۔

نوٹ متعلق نمبر۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳۔ ان فقرات والفاظ مین اپنے تعامل واحادیث محل متعلق تعامل کے ساتھ محکم وقوی ولاریب وحجت قوی کی قیدین لگا کر اپنی کلام کا مطلب ہر ذی فہم وشعور پر ظاہر کیا ہے (گو خود نہ سمجھا ہو) کہ احادیث تعامل سے آپکی مراد وہ احادیث ہین جو قطعی ویقینی الثبوت ہین۔ اور اُنکے عمل مین کسیکا اختلاف پایا نہین گیا۔ اور خاص کر وہی احادیث قرآن پر عرض کرنے سے مستثنیٰ ہین۔ باقی سب احادیث جنپر اتفاقی تعامل پایا نہین گیا وہ محتاج عرض قرآن ہین۔ اسی وجہ سے آپکو ان احادیث سے الزام دیا گیا تھا۔ جو ممانعت وشم اور حرمت خرد ورندگان کے باب مین وارد ہین۔ اور وہ اعتقادیات

کو متعفا دیکران الفاظ کی تشریح مین یہ کہنا۔ یعنی کوئی اونمین سے درجہ اول کے یقین پر پہنچ جاتی ہے۔ اور کوئی اوسط تک اور کوئی ادنی تک جسکو ظن غالب کہتے ہین" ایک ایسی روباہ بازی ہے۔ جسکو سابق روباہ بازی چلنے نہین دیتی۔ اسکے الفاظ "درجہ یقین" سے اسکی تکذیب ہوتی ہے۔ دنیا مین ایسا کوئی عاقل نظر نہین آتا۔ جو ظن کو ایک درجہ یقین کا سمجھتا ہو۔ لہذا ممکن نہین۔ کہ کادیانی کا یہ قول اسکے قول سابق کی تشریح ہو سکے۔ وہ اپنی تحریرات سابقہ مین ظن۔ اور ظن غالب کو یقین کا مقابل ٹھیرا چکا ہے۔ چنانچہ اجمالی نوٹ مین بیان ہوا ہے۔ پھر وہ اپنے قرار داد سابق کے برخلاف ظن غالب کو یقین کا ادنے درجہ کیونکر ٹھیرا سکتا ہے۔ منصفو! انصاف کرو۔ کادیانیو! تم مین ذرا عقل وانصاف ہو۔ تو ایک اسیبات پر کادیانی کے مکایدکا یقین کرکے اسکی پیروی سے دست بردار ہو جاؤ۔

نوٹ متعلق نمبر ۸۔ بیان تو اپنے احادیث متعلقہ عمل کا۔ دونو جہت (تعامل اور صحت روایت) سے ثبوت پاکر یقینی ہونا بیان کیا ہے۔ اور سابقاً تحریر نمبر چہارم مین صاف کہا ہے۔ کہ ان احادیث کے یقینی ہونیکا موجب صرف تعامل ہے۔ اور فن حدیث کو اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہین ہے صفحہ ۲۵۶ وغیرہ ملاحظہ ہو پھر یہ کادیانی کی ایک دروغ گوئی دھوکہ دہی وروباہ بازی نہین تو اور کیا ہے۔ کادیانیو! کچھ غیرت وشرم ہے۔ تو اسکا جواب دیکر اسکا فریبی ہونا مان کر اس سے الگ ہو جاؤ۔ اب بھی وقت ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۹، و ۳۰۔ قصص آیندہ مین حضرت مسیح کے نزول اور دجال کے خروج کا قصہ بھی داخل ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت کے ساتھ کادیانی کی چوٹ کے محل ہین۔ ایسے ہی وہ قصص اونمین داخل ہین۔

جو احوال حشر و نشر و برزخ کے متعلق ہین۔ جنکو عمل سے تعلق نہین۔ بلکہ وہ صرف متعلق اعتقاد ہین۔ کادیانی نے بڑا غضب ڈھایا کہ ان سب قصص کو صرف اسوجہ سے کہ وہ متعلق عمل نہین۔ درجۂ صحت و اعتبار سے ساقط کردیا۔ اور احادیث متعلقہ عمل کو گو اُنکے عمل مین اختلاف ہو۔ صرف عمل سے (گو اختلاف ہو) قوت یا ثبوت سمجھکر اُنکو ایسا قطعی و یقینی و بلاریب ثابت قرار دیا۔ کہ اُنکی دست آویز سے تعلیم قرآن پر زیادتی کو بھی جائز کردیا ہے۔ اور عقل و فہم سے کام لیکر یا دوسری اہل عقل و فہم و فراست کی پیروی کرکے اتنا خیال نہ کیا۔ کہ احادیث متعلقہ عمل کو قبول کرنے اور اُنکو بنظر عمل مساوی قرآن ٹھیرانے مین اُس نے کس چیز پر اعتماد کیا ہے۔ اور کس چیز نے اُسکی نظر مین ان احادیث کو قطعی و یقینی اور عمل مین قرآن کے مساوی بنادیا ہے۔ اور وہ چیز احادیث متعلقہ اعتقاد مین جنکو وہ متعلقہ قصص کہتا ہے۔ پائی جاتی ہے یا نہین۔ اگر وہ اپنی یا پرائے عقل سے کام لیتا۔ تو فوراً جان جاتا۔ کہ وہ چیز قرارداد و قبولیت اہل اسلام ہے۔ جو ان احادیث متعلقہ عمل پر اُنکے عمل کرنے سے (گو اختلاف سے ہو) سمجھی جاتی ہے۔) اور وہ چیز اس قرارداد و قبولیت مین ان لوگون پر یہ حُسن ظنی ہے۔ کہ اگر وہ حدیثین صحیح نہ ہوتین۔ تو ان لوگون کے عمل مین نہ آتین۔ اور یہ قرارداد و قبولیت بعینہا بلکہ بدرجہ اعلیٰ و اقویٰ ہے۔ احادیث متعلقہ اعتقاد مین پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان احادیث متعلقہ اعتقاد کو اہل اسلام خصوصاً اہلسنت نے اتفاق کے ساتھ قبول کیا۔ اور اپنے اعتقادیات مین داخل کیا۔ اور متعلق اعتقاد ٹھیرایا ہے۔ جو اُنکے نزدیک بجز قطعیات متعلق نہین ہوتا۔ لہذا ان احادیث کی قبولیت مین اُنپر یہ حسن ظنی بطریق اولیٰ واجب ہے۔ کہ اگر یہ احادیث یقینی صحیح اور قطعی ثابت نہ ہوتین۔ تو وہ اُنکو

اعتقادیات اسلامیہ دسنیہ مین داخل نکرتے - اسی وجہ سے یہہ احادیث احادیث متعلقہ عمل سے بڑکہ لائق قبول واعتبار ہین - اور نہ یہ خیال کیا - کہ ان احادیث کو قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ سے کوئی مخالفت وتعارض نہین تو پہر انکے نسخ کی تجویز کیا ضرورت ہے -

نوٹ متعلق نمبر ۳۱ و ۳۲ - لفظ احکام اور واجب العمل کہکر اپنے یہ جتایا ہے - کہ عقائد اسلامیہ کے جو قرآن وحدیث سے ثابت ومستنبط ہین - ماننے مین آپ مسلمانون کے ساتھہ متفق نہین ہین - بلکہ ان عقائد سے منکر ہین - ازانجملہ اعتقاد حیات نزول مسیح ہے - جو قرآن سے مستنبط ہے - اور حدیث مین بھرح ہے - مگر ازراہ روباہ بازی اس انکار کو اپنے اہتقام مین صاف الفاظ مین ظاہر نہین کیا - تاکہ تمام مسلمانون مین آپکے ملحدانہ اعتقاد کی پردہ دری نہ ہو - مگر خدا تعالےٰ نے آپکا پردہ پھاڑ دیا - اور ہماری قلم سے آپکی کلام کا مطلب ظاہر کردیا - اور اگر ان الفاظ سے عقائد اسلامیہ مستنبطہ قرآن وحدیث سے انکار آپکا مقصود نہین ہے - تو پہر لفظ عمل وحکم کیون بولا اسکے ساتھہ لفظ اعتقاد کہکر اعتقادیات مین اہل اسلام سے موافقت کا اقبال کیون نہ کیا - اور نیز اور جگہ اعتقاد نزول حضرت مسیح سے جو کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے - آپ نے کیون انکار کیا - اور اس اعتقاد کی متضمنہ احادیث کو مجرد قصص ٹھیراکر کیون رد کردیا -

فقرہ نمبر ۳۲ مین جو اپنے قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جاننے اور تسلیم کرنے کا اعتراف کیا ہے - یہ آپ کے دعوی نبوت کے برخلاف ہے - اور نیز آپ کے اس دعوی کے مخالف ہے - جو فقرہ نمبر ۱۹ مین آپ کر چکے ہین - کہ جس مقام معرفت دقائق وحقائق دین کو آپ پہنچے ہوئے ہین - اس مقام

تک مجتہدین کی رسائی نہین ہوئی۔" اور یہ بات اپنے موقع (علم اصول) مین ثابت ہے۔ کہ ایک مجتہد کے قیاس کو دوسرا مجتہد نہین مانتا۔ اور اُسمین اسکی تقلید نہین کرتا۔ پہر آپ نبی اور درجہ ولایت عظمیٰ کے ولی ہوکر اور اس مقام معرفت کو جہان مجتہدین پہنچ نہین سکے پہنچکر مجتہدین کے قیاسات کو ماننے والے کب ہوسکتے ہین اور آپ کا یہ اعتراف عوام فریب روباہ بازی نہین تو اور کیا ہے۔ اور اگر یہ اقرار دلی اور راستی پر مبنی ہے۔ تو پہر وہ دعویٰ نبوت و ولایت عظمےٰ فریب و روباہ بازی نہین۔ تو اور کیا ہے۔

الغرض ان دو نو دعاوی متناقض مین آپ سچے نہین ہوسکتے۔ دعوی نبوت و ولایت عظمی مین سچے ہین۔ تو دعویٰ تسلیم و تقلید قیاسات مجتہدین مین جہوٹے ہین۔ اسمین سچے ہین۔ تو اسمین جہوٹے ہین۔

کادیانی کے دام افتادہ نام کے مولویو! تمہاری علم و فہم کہان گئی۔ کادیانی کی تحریر مین یہ بات دیکہہ کر بہی تم اُسکی دام سے رہائی نہ پائی۔ الحق "الحبك للشئ يعمي ويصم" یعنی ایک چیز کی محبت تمہین اندہا اور بہرا کردیتی ہے۔ فانها لا تعمى الابصار ولاكن تعمى القلوب التي في الصدور" یعنی ظاہری آنکہین اندہی نہین ہوتین۔ دلکی جو سینون مین ہے آنکہین آندہی ہوجاتی ہین

نوٹ متعلق نمبر ۳۳ و ۳۴۔ یہ بہی کادیانی کی ایک روباہ بازی ہے۔ وہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح ؑ و خروج دجال کے الفاظ کو غیر صحیح و موضوع و ضعف قرار دے چکا ہے۔ چنانچہ ص ۲۲۱ ج ۱۳ و ص ۲۹۷ ج ۱۴ وغیرہ مین ثابت ہوچکا ہے۔ اور یہی اسکی تقریر کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فقرہ نمبر (۸) مین اسپر تصریح کرچکا ہے۔ مگر اسمقام مین وہ انکے الفاظ کی عدم صحت کا دعوی چہوڑ کر صرف ان احادیث کے معانی ظاہری سے جو علماء اسلام کرتے ہین۔ انکار کا مدعی بن بیٹہا ہے۔

جس سے اپنے دام افتادہ اہلحدیث کو اُسنے یہ جتایا ہے۔ کہ مین صحت ان احادیث کو تو مانتا ہون۔ اسمین مین تمام مسلمانونکا مخالف نہین ہون۔ ہان صرف مین اسکے معنے وہ نہین کرتا۔ جو علماء کرتے ہین۔ اور اگر یہہ امر جو اس نے فقرہ نمبر ۳۳ مین جتایا ہے۔ اسکے دلی اعتقاد کے مطابق ہے۔ تو اُسکا فرض ہے۔ کہ جو اسکی کلام مین جابجا ان احادیث کے موضوع یا غیر صحیح یا ضعیف ہونے پر تصریح پائی گئی ہے۔ اُسکے غلط ہونے کا اشتہار دے۔ اور آیندہ صاف اور کھلے الفاظ سے اعتراف کرے۔ کہ یہ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح وخروج دجال وغیرہ صحیح ہین۔ اُنکی صحت مین مجھے کسی قسم کا شک واشتباہ اور عام مسلمانون سے خلاف نہین۔ مین صرف ان احادیث کی معانی مین عام مسلمانون سے مخالف ہون۔ ظاہری معانی چھوڑ کر تاویلی معنے کرتا ہون۔ اور اگر یہ اشتہار واعتراف اس سے وقوع مین نہ آوے (اور ہرگز امید نہین کہ وقوع مین آوے۔ گو اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاوے) تو کادیانی کے دام افتادہ اہلحدیث اُس کو صحت الفاظ احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح سے منکر سمجھین۔ اُسکے اس اعتراف واظہار فقرہ نمبر ۳۳ کو جھوٹ اور روباہ بازی سمجھین۔ اور آیندہ اسکی اتباع سے دست بردار ہو جاوین۔ اگر وہ حق کے طالب ہین۔

فقرہ نمبر ۳۴ مین جو اُسنے کہا ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید اور دیگر احادیث صحیحہ کے مخالف ہین۔ محض مغالطہ و دہوکہ ہے۔ احادیث نزول مسیح کو نہ قرآن سے مخالفت ہے۔ نہ اور احادیث صحیحہ سے۔ یہ بات ناظرین کو ہمارے پرچہ نمبر ۱ الغایت ۴ جلد ۱۴ سے معلوم ہو چکی ہے۔ اور کچھ آیندہ معلوم ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

وسعہذا اگر کا دیانی آسمانی نشانی اور کرامتون کا ظہور ہوا تو سمجھا جائیگا کہ وہ درحقیقت مدعی نبوت نہین۔ صرف نادانی اور سادگی سے ایسے الفاظ جنسے دعوے نبوت ثابت ہے اسکی قلم سے نکل گئی ہے۔ ہمارے اس وعدہ و تسلیم سے کا دیانی کے یہ دو لو عذر کہ (۱) بعض اوقات تقدیر مبرم نشان دکھانے سے مانع ہوتی ہے۔ اور (۲) یکطرفہ نشان دکھایا جائے تو مخالف مولوی اسکو نہ مانے گے۔ اور انکے بہکانے سے عوام بھی اسکا اعتبار نہ کرینگے" نیز اٹھ گئے۔ اب تو وہ سر تسلیم جھکائے اور یکطرفہ آسمانی نشان دکھائے۔ اور سالہا سال کی راہ ایک دن یا چند دنون مین طے کرنا منظور کرے۔ وہ اس تسلیم کا خود اپنے فیصلے مین ہم سے طالب ہوا تھا ہم نے اسکو منظور کرلیا ہے۔ تو اب اسکو یکطرفہ نشان دکھانے سے کونسا عذر مانع ہے بس اب میدان مین آئے اور نشان دکھائے۔ اور روز کا قصہ طے کرے۔

یہ فیصلہ کا دیانی کے نسخ و ترمیم کی **وجوہات** ہین انہین وجوہات کے ضمن مین اس فیصلہ کی جگہ جو **آسان تجویز** بالتقویم ہمارے خیال مین تھی وہ بیان ہوچکی ہے۔ وہ تجویز وہ آسمانی صورت فیصلہ ہے۔ جو **وجہ اول** کے ضمن مین بیان ہوئی ہے۔ کہ کا دیانی اپنے اقوال و اعتقادات کو آسمانی وحی جلی قرآن اور آسمانی وحی خفی حدیث نبوی پر بمجمع علماء مین حاضر ہوکر پیش کرے اور اپنی زبانی اقرار کلیہ شہادت اور اظہار تسلیم اور ایمان مندرجہ حدیث و قرآن کو اپنی کتب و تصانیف کے انکار سے مطابق کر دکھائے۔ کیونکہ وہ مسلمانون کی مجالس اور بعض شہادات و تحریرات مین تو یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ (۱) ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کو اکلب نہین سمجھتا۔ (۲) انکے بذات خود زمین پر آنے سے انکاری نہین ہون۔ (۳) جبرائیل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس اصلی صورت مین چھ سو بازوؤن کے ساتھ آنا مانتا ہون نہ انبیا کی خیالی صورت سے (۴) روح القدس روح الامین جو انبیاء کے پاس آتا) اون کو

نوٹ متعلق نمبر ۳۵-۳۶-۳۷- یہ بھی محض کادیانی کا کذب ہے۔ قرآن کی کسی آیت مین یہ ذکر نہین ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو چکے ہین۔ بلکہ قرآن حضرت مسیح کا نزول اشارۃً بیان کرتا ہے۔ احادیث اُس اشارہ کی تصریح کرتی ہین۔ پھر مخالفت کیسی۔ اور تجویز نسخ کے کیا معنے۔ اور مطابقت کی کیا ضرورت وحاجت باقی رہتی ہے۔

نوٹ متعلق نمبر ۳۸-۳۹-۴۰- تعامل کو جو اپنے قطعی ویقینی وبلاریب اور احادیث محل تعامل کو قطعی ویقینی الثبوت وبلاریب صحیح کہا۔ تو اس سے سمجھے کیا۔ کس وناکس کو جو الفاظ قطعی ویقینی وبلاریب کے معنے جانتا اور سمجھتا ہے۔ یہی سمجھ مین آیا۔ کہ ان احادیث سے جنکی مراد وہ احادیث ہین۔ جنپر اُمت محمدیہ کا اتفاق کے ساتھ عمل پایا گیا ہے۔ اور اُنمین کسی قسم کا اختلاف نہین ہے۔ اور وہی احادیث آپکے نزدیک اس لائق ہین۔ اور یہ رتبہ رکھتی ہین۔ کہ وہ قرآن پر عرض ہونے کی محتاج نہین۔ اور انکی تسلیم صحت موافقت قرآن پر موقوف نہین۔ بلکہ اُنکا مضمون مخالف قرآن ہی ہو۔ تو وہ لائق تسلیم ہے۔ اور وہی احادیث تعلیم قرآن پر زیادتی کرسکتی ہین۔ اور وہی احادیث قرآن کی مُفسّر ہوسکتی ہین۔ اور جو حدیث ایسی قطعی ویقینی وبلاریب صحیح نہو۔ وہ بلا شہادت موافقت قرآن لائق تسلیم نہین ہے۔ اور نہ وہ حدیث قرآن کی مفسر ہوسکتی ہے بلکہ ایسی حدیث کے مقابلہ مین قرآن اپنا مفسر آپ ہے۔ جسپر ایکو درندون کی حرمت اور گدھے کی ممانعت کی حدیث سے الزام دیا گیا۔ اور یہ کہا گیا تہا۔ کہ گدھے اور درندے کی ممانعت کی حدیث ایسی ہے۔ کہ اُسپر تعامل ہو ہی نہین سکتا۔ چہ جائیکہ تعامل قطعی ہو۔ کیونکہ یہ حدیث متعلق اعتقاد حرمت خر و درندگان ہے۔ نہ متعلق عمل۔ و معہذا یہ حدیث معنے اِن آیات قرآن کی شارح ومفسر ہے جنمین

بیان ہے۔ کہ بجز مردار و خون و خنزیر کے سوا کوئی جانور حرام نہین۔ اور جو کچھ زمین مین خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہ تمہارے لیے مباح ہے۔ اس حکم حرمت خنزیر و درندگان مین قرآن اپنا مفسر نہین ہوا۔ پھر اسکی تائید و شہادت مین کہا گیا تھا۔ کہ یہ خدمت تفسیر و تشریح قرآن حدیث کو قرآن نے خود عطا کی ہے۔ چنانچہ قرآن مین ارشاد ہے۔ کہ رسول جو کچھ تمہین دے۔ وہ تم لے لو۔ پھر اس آیت کی تفسیر و تشریح مین قول ابن مسعود کو پیش کیا گیا تھا۔ کہ انہون نے اس آیت کے رو سے حکم ممانعت وشم وغیرہ (بدن گودنے) کو جو حدیث نبوی مین وارد ہے داخل قرآن اور اسکا ایک حکم سمجھا۔ باوجودیکہ یہ حکم بھی متعلق اعتقاد حرمت وشم ہے متعلق عمل نہین ہے تاکہ یہ محل تعامل ہو سکے۔

اب ناظرین انصاف سے کہین۔ یہ دونو حدیثین (حدیث حرمت خنزیر و درندگان و حدیث حرمت وشم) کا دیانی کے اس دعوی سے کہ وہ حدیث بسبب تعامل قطعی و یقینی پایا نہ گیا ہو۔ مفسر قرآن نہین ہو سکتی۔ اور اسکے مقابلہ مین قرآن اپنا مفسر آپ ہے۔ پورا تعلق رکھتی ہین۔ اور اس دعوی مین اُسکو پورا الزام دیتی ہین۔ یا یہ اجنبی و غیر متعلق احادیث ہین۔ اور یہ بھی داد دین کہ اس الزام کے جواب مین اب کادیانی کا یہ کہنا۔ کہ یہ احادیث متعلق احکام ہین۔ اور احکام تعامل مین داخل ہین۔ اور مین احادیث تعامل کو محل نزاع خارج کر چکا ہون۔ اور انکو قرآن کی مفسر اور اسپر زیادتی کرنے والی مان چکا ہون۔ ایک طرفہ روباہ بازی نہین تو اور کیا ہے۔

اسمین ناظرین اولاً یہ غور کرین۔ کہ یہ احادیث متعلقہ اعتقاد ہین نہ متعلق عمل۔ پھر یہ محل تعامل کیونکر ہو سکتی ہین۔؟

ثانیاً۔ یہ غور کرین کہ کادیانی نے اپنی تحریرات سابقہ مین ہر ایک حکم یا عمل کو

محل نزاع سے خارج کیا۔ اور اُسکو مفسر قرآن ٹھرایا ہے۔ یا تعامل قطعی ویقینی اور بلاریب اور اُسکے متعلق احادیث قطعیہ یقینیہ بلاریب صحیحہ ثابت کو۔
ادنےٰ غور و توجہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ کادیانی نے احادیث قطعی الثبوت کو جو تعامل قطعی ویقینی اور بلاریب کا محل و متعلق ہین۔ خارج از محل نزاع کہا۔ اور مفسر قرآن ٹھرایا ہے۔ نہ ہر ایک عمل یا حکم کو اور نہ ہر ایک حدیث متعلق عمل کو۔ اور احادیث متضمنہ حکم حرمت خر و درندگان و حرمت دشم تو مطلق عمل و تعامل کا محل نہین۔ وہ صرف اعتقاد حرمت اشیاء مذکورہ کے متعلق ہین۔ لہذا ان احادیث سے کادیانی پر پورا اور با موقع الزام عائد ہوتا ہے کادیانی اگر دیانت اور امانت سے کام لیتا۔ تو اس الزام کو مان لیتا۔ اُلٹا یہ الزام نہ دیتا۔ کہ غیر متعلق حدیثون کو پیش کیا۔
نوٹ متعلق فقرہ نمبر ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ آپ نے لوگون کا رفع انتظار خوب کیا۔ اخیر تک اصل جواب سوال کیطرف رجوع نہ کیا۔ اِدہر اُدہر کی باتون۔ قطعی ظنی۔ تعامل وغیرہ مین بحث مقدمات کو پہنسا رکھا۔ نہ مقدمات کو ختم ہونے دیا۔ نہ بحث مقصود حیات و ممات مسیح کیطرف رجوع کرنے دیا۔ آپ کے اس مناظرہ سے بہت حق شناس حقیقت رس لوگون نے آپکی دیانت اور مناظرانہ لیاقت و راستی و تہذیب کا خوب اندازہ کر لیا۔ اور اُنمین سے بہت لوگون نے آپکو جھوٹہا اور فریبی اور دہوکہ باز سمجھکر آپکا اتباع ترک کیا۔ از انجملہ اس مقام مین زیادہ لائق ذکر ایک حضرت میر عباس علی صاحب صوفی مرحوم لودہانہ مین جو پہلے آپکے خلیفہ تھے۔ پہر اس مناظرہ مین آپ سے بے اعتقاد ہوکر۔ آپ کی اتباع سے بیزار ہوئے۔ فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان کا نمبر ۱۲ جلد ۱۳ ملاحظہ ہو۔ ایک میرے سادہ لوح دوست میر ناصر نواب

معانی ماننے پڑتے ہین۔ کیونکہ انکی تاویل کی (جو کادیانی کرتا ہے) شرط (ظاہری معنی کا محال ہونا) پائی نہین جاتی۔ اور اگر انکو برملا غیر صحیح کہتا ہے۔ تو اُس سے اسکے الحاد و نیچریت کی قلعی کھلتی ہے۔ اسکے دام افتادہ اہلحدیث جو اُسکو اہلحدیث سمجھکر اسکے دام مین پھنسے ہوئے ہین۔ اُسکے دام سے نکلتے ہین۔ اسیوجہ "اگر" اور "یا" کا لفظ کہکر اُسنے قطعی ہونے سے اس جواب اور اپنی جان کو بچا لیا۔ اور پھر اس طرفہ جھوٹ کو دیکھو۔ کہ مین تو جواب دے چکا ہون "

ہمارا قول نمبر ۲ صحیح بخاری و مسلم مین ایسی کوئی حدیث ہے؟ جو بوجہ تعارض موضوع ٹھہر سکے (اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۹)

کادیانی کا جواب بے شک حصہ دوم کے متعلق کئی ایسی حدیثین ہین جنمین سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہی حدیثین جو نزول ابن مریم کے متعلق ہین۔ کیونکہ قرآن قطعی طور پر فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور صحیحین کی بعض حدیثین بہی اس فیصلہ پر شاید ناطق ہین۔ اور ایک گروہ صحابہ اور علماء امت کا بہی قرناً بعد قرنٍ اس بات کا مقر ہے۔ اور نصاریٰ کا یونی ٹیرین فرقہ بہی اسبات کا قائل ہے۔ اور یہودیون کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ اب اگر ان مخالف حدیثون کے جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے برخلاف ہین ہماری طرز پر تاویل نہ کیجاوے۔ تو پہر بلاشبہ موضوع ٹہیرین گی۔ ++

ایسی کئی حدیثین اور بہی ہین۔ جنمین سخت تعارض پایا جاتا ہے۔ مثلاً بخاری کی حدیث معراج" پہر اُسکے تعارض کی چار وجہ بیان کین۔ ایک وجہ یہ کہ ایک حدیث مین جو بخاری کے صفحہ ۴۵۵ مین ہے۔ آنحضرت ؐ کا حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان ہوا ہے۔ دوسری

حدیث مین جو صفحہ ۴۷۱ مین ہے۔ چھٹے آسمان پر بجائے موسیٰ حضرت ابراہیم کو دیکھنا بیان ہوا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ ایک حدیث ہے جو باب الصلوٰۃ مین ہے۔ معراج کا بحالت بیداری ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دوسری حدیث مین جو صفحہ ۴۵۵ مین ہے۔ بیان ہے۔ کہ معراج نیند مین ہوا تھا۔

تیسری وجہ یہ کہ ایک حدیث مین محل معراج ہمان فرشتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لینے آیا تھا۔ آپکا گھر بیان ہوا ہے۔ دوسری حدیث مین بیت اللہ کے نزدیک۔

چوتھی وجہ یہ کہ شریک کی حدیث مین وقت معراج قبل وحی پیغمبری بیان ہوا ہے۔ جو دوسری احادیث کے مخالف ہے۔ بلکہ خود اس حدیث کے الفاظ بالصراحۃ مخالف ہے جنمین یہ بیان ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور نمازین فرض ہوئین۔

ان اختلافات کو بیان کرکے کادیانی نے کہا ہے کہ ان اختلافات کا اگر یہ جواب دیا جاوے۔ کہ یہ اسرا متعدد اوقات مین واقع ہوا ہے۔ اسیوجہ سے کبھی موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اور کبھی ابراہیم کو تو یہ تاویل رکیک ہے کیونکہ انبیاء اور اولیا بعد موت کے اپنے اپنے مقامات سے تجاوز نہین کرتے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور نیز اس تعدد معراج کی تجویز سے لازم آتا ہے۔ کہ دو تین بار نمازین پہلے پچاس پچاس فرض ہوئین۔ پھر منسوخ ہوکر پانچ پانچ ہوئین۔ جو ایک بازیچہ۔ کھیل۔ اور لغو ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا نے تعالےٰ نے پہلے حکم سے پشیمان ہوکر دو دفعہ دوسرا حکم دیا۔"

حملہ نمبر ۱۰

اسپر نوٹ اس جواب مین کادیانی نے احادیث بخاری و مسلم پر بیسوان کھلم کہلا حملہ کیا۔ اور احادیث صحیحین کو برملا موضوع قرار دیا ہے ہرچند احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح کو موضوع قرار دینے مین اُسنے ذرا سے شرط عدم تاویل کی آڑ رکھ لی ہے۔ مگر احادیث متعلقہ معراج نبوی کو تعارض کے سبب موضوع قرار دینے مین کسی شرط کی آڑ نہین رکھی۔ اور بزعم خود بڑے زور شور سے اُنکا باہم متعارض و متخالف ہونا ثابت کرکے اُنکو موضوع قرار دیا ہے۔

پہر کادیانی کا اپنی تحریر پنجم مین یہ کہنا۔ کہ "بعض احادیث صحیحین جو تعارض پایا جاتا ہے۔ اُسکو دور کرنے کے لیے خدا نے میری مدد کی ہے" اور تحریر نمبر ہفتم مین اُسکا یہ کہنا۔ کہ "مین نے کسی حدیث صحیحین کو موضوع قرار نہین دیا" اور اشتہار یکم اگست ۹۱ء مین اُسکا یہ کہنا۔ کہ "مین ان کتابون کو قرآن کے بعد اصح الکتب جانتا ہون" یہ سب منافقانہ چال اور اہلحدیث کو پہنسانے کیلئے ایک چال نہین تو اور کیا ہے۔ کادیانی کو اہلحدیث اور قائل حدیث جاننے والو۔ اب بھی اسکے منکر صحت صحیحین ہونے مین شک کروگے۔

اس حملہ مین کادیانی نے ایک وار تو احادیث متعلقہ نزول حضرت مسیح پر کیا ہے۔ دوسرا وار احادیث متعلقہ معراج پر۔ احادیث متعلقہ نزول مسیح کو موضوع بنانے کے لیے اُسنے تین دعویٰ کئے ہین۔ ایک یہ کہ قرآن قطعی فیصلہ دیتا ہے۔ کہ مسیح بن مریم فوت ہوچکا ہے۔ دوسرا یہ کہ صحیحین کی بعض حدیثین بھی اس فیصلہ پر شاہد ناطق ہین۔ تیسرا یہ کہ ایک گروہ صحابہ اور علما امت کا بھی قرناً بعد قرنٍ اسبات کا مقر ہے۔ یہ تینون دعاوی ایسے سفید جھوٹ ہین۔ کہ سچ کا انمین شبہ و شائبہ بھی نہین ہے

قرآن کی کسی آیۃ مین یہ فیصلہ قطعی کجا ظنی طور پر بھی نہین ہوا۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اور نہ کسی حدیث صحیحین مین اس فیصلہ پر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور نہ کسی ایک صحابی یا کسی زمانہ کے ایک عالم اسلام سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اور ابتک وہ مردہ ہین۔

کادیانی نے ان تینون دعاوی کا جو غبوت اپنی تحریرات (ازالہ وغیرہ) مین پیش کیا ہے۔ انمین محض کذب و دجالیت سے کام لیا ہے۔ اور کم علم لوگون کو دھوکہ دیا ہے۔ اس اجمال کی کسیقدر تفصیل جواب فیصلہ آسمانی کادیانی مین بعض نمبر ۲ و ۳ و ۴ جلد ۱۴ رسالہ ہو چکی ہین۔ اور پوری تفصیل آیندہ اس جواب کے تتمہ مین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

اور اس دعوی موضوعیت احادیث متعلقہ نزول مسیح کی تائید مین۔ جو قول یہود اور ایک فرقہ نصاریٰ کا اُسنے پیش کیا ہے۔ وہ بے شک اسکے اصلی دلائل ہین۔ جنپر اسکا واقعی اعتماد اور اعتقاد ہے۔ مگر یہ دلائل ان ہی لوگون کے لیے موجب اطمینان ہو سکتے ہین۔ جو کادیانی کیطرح معتقدات یہود و نصاریٰ کے پیرو ہون۔ خود ابن اللہ کہلاوین۔ یا کسی اور کو ابن اللہ سمجھین۔ اور تثلیث کو پاک بنا کر اسکے معتقد ہون۔ یا ملحد ہونے کے سبب اسلام و یہودیت و نصرانیت کو مساوی درجہ پر مانتے ہون۔

مسلمان تو ان مذاہب کی ایسی باتون کو۔ جنکی قرآن و حدیث مین تصدیق نہین ہوئی۔ لائق تسلیم ہین سمجھتے۔ اور حدیث "ولا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم"[1] کے پابند ہین۔ انکے اعتقاد و ایمان کے رو سے کوئی

[1] یہ حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ اہل کتاب کو نہ سچا کہو۔ نہ جھوٹا۔ اور اسکی شرح اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۱۱ کے صفحہ ۱۶۱ وغیرہ مین ہو چکی ہے۔

اعتقاد یہود و نصاریٰ کا احادیث صحیحین کی موضوعیت کا مثبت نہین ہوسکتا۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۱۱ مین مضمون تعمیل احکام تورات و انجیل کی نسبت اسلامی اعتقاد ملاحظہ ہو۔

احادیث متعلقہ معراج کو موضوع بنانے کے لیے جو اختلافات وجوہ اربعہ کادیانی نے بیان کئی۔ انکے بیان مین وہ اپنے خیال مین دور کی کوڑی لایا ہے۔ اور یہ خیال کر بیٹھا ہے۔ کہ یہ اختلافات اور کسی کو کب معلوم ہو سکتے ہین۔ مگر یہ خیال اسکی بے علمی اور ناواقفی پر دلیل ہے۔ ان اختلافات کو اہلحدیث کا بچہ بچہ جو مشکوٰۃ تک نظر رکھتا ہو۔ جانتا ہے۔ ان اختلافات کے علاوہ چھ وجوہ اختلافات اس حدیث مین اور بیان کئی گئی ہین۔ جو فتح الباری مین منقول ہین۔ مگر ان سب وجوہات اختلاف کو خدا کے فضل سے محدثین نے رفع کر دیا ہے۔ اور اسحدیث کی صحت کو ثابت کر دکھایا ہے۔ کادیانی خود تو کوچۂ حدیث سے محض ناآشنا اور اس فن سے محض جاہل ہے۔ حکیم **نور الدین** نے جو کچھ حواشی صحیح بخاری سے اسکو بتایا۔ اُسنے نئی بات سمجھکر طمطراق کے ساتھ اسکو نقل کر دیا۔ اسمقام مین ان چاروں وجوہات اختلاف کا جو کادیانی نے بیان کئی ہین جواب دیا جاتا ہے۔ باقی پھر سہی اگر کادیانی نے اور چون وچرا کی۔

پہلی وجہ اختلاف کا جواب

حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھٹے اور ساتوین آسمان پر دو نو جگہ دیکھنے مین۔ درحقیقت کوئی مخالفت نہین اور یہ ظاہری اختلاف ان احادیث کے موضوع ہونے کا مثبت موجب

اندرونی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار نہیں دیتا۔ بلکہ جبرائیل فرشتہ کو سمجھتا ہوں جو آسمان سے اُتر کر انبیاء کے پاس آتا تھا۔ ایک دفعہ جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اُس کے کئی سو پر تھے (پھر حکیم صاحب جبون کو مخاطب ہو کر فرمایا) بھائی تو دین بتانا کتنے تھے؟ (حکیم صاحب نے جواب دیا) حضرت چھ سو تھے)۔ میں (۵) تثلیث پاک تجویز نہیں کرتا۔ میں (۶) بطور استعارہ ابن اللہ (خدا کا بیٹا) نہیں کہلاتا۔ میں (۷) ستاروں کی تاثیر کا قائل و معتقد نہیں ہوں۔ میں (۸) نبوت کا دعوی نہیں کرتا بلکہ مدعی نبوت کو کافر جانتا ہوں۔ میں (۹) اپنی وحی کو وحی انبیاء کیطرح دخل شیطان سے منزہ اور معصوم نہیں سمجھتا۔ میں (۱۰) معجزات انبیاء اور خوارق کو مانتا ہوں۔ میں (۱۱) آنحضرت ؐ کے جسمانی معراج کو حق جانتا ہوں۔ میں (۱۲) سجود آدم۔ لیلۃ (۱۳) القدر وغیرہ امور کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں اسیطرح انکو ظاہری معانی سے مانتا ہوں جسطرح تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔ میں (۱۴) نصوص کے ظاہری معانی چھوڑنے کو کفر و الحاد سمجھتا ہوں۔ میں (۱۵) مسیح وغیرہ انبیاء کی توہین نہیں کرتا بلکہ اس توہین کو کفر سمجھتا ہوں۔ میں (۱۶) اپنے اوپر نزول کتاب یا آیات کا مدعی نہیں ہوں۔ میں (۱۷) تمام لوگوں پر اپنی پیروی کو واجب اور موجب نجات اور اپنی نافرمانی کو حرام اور مستوجب سزا نہیں جانتا۔ میں (۱۸) اہل اسلام سلف کو مشرک و کافر نہیں سمجھتا۔ بلکہ مؤمن کو کافر کہنے والے کو کافر جانتا ہوں۔ وعلی ہذا القیاس بہت ایسے امور ہیں جنکا وہ عام مجالس اور بعض تحریرات میں اقرار کرتا ہے۔

مگر اس کی کتب و مشہورہ تصانیف میں اس اقرار کے برخلاف صریح انکار موجود ہے۔ جو بہ ترتیب امور منقولہ بالا اسکی تصانیف سے نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) آپکا ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کو اکواب دنیا آپکی عبارات ذیل میں پایا جاتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نہین ہوسکتا۔ **جائز و ممکن** ہے۔ کہ دونو حضرات کو آپنی دونو جگہ چھٹے آسمان اور ساتوین آسمان پر دیکھا ہو۔ اور ان دونو آسمانون پر دونو حضرات آپنے وجود جسمانی سے موجود ہو گئے ہین۔ وہ حضرات تو عالم برزخ مین ہین جو ایک روحانی عالم ہے۔ جسمین ایسے امور متشابہ الحقیقۃ مجہول الکیفیۃ کا وقوع مستبعد نہین۔ متجردین اور متبتلین الی اللہ اس عالم دنیاوی اور جسمانی مین آپنے جسم اور ظاہری صورت کے ساتھ ایک ہی وقت مین مختلف و متعدد مواضع مین دیکھے گئے ہین۔ اور یہ امر اہل باطن کے نزدیک مسلم ہے۔ اور اسکی حکایات و واقعات مشہور ہین۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت سید احمد بریلوی کا بھی سننے مین آیا ہے مگر یہ اسکے بیان کا محل نہین۔ کادیانی چونکہ محض کور باطن و سیاہ دل نیچری ہے۔ لہذا وہ اس قسم کی باتون کو نیچر کے خلاف سمجھکر دل سے نہین مانتا۔ گو زبان سے وہ اپنے لیے حاصل ہونے کا مدعی ہے۔ وہ دل سے ان باتون کو مانتا یا صرف اپنی زبانی دعوی کا پاس کرتا۔ تو اُن حضرات کی دونو جگہ دیکھی جانے پر معترض نہ ہوتا۔ وہ ہماری اس تنبیہ پر بھی اس روحانی سر کو نہ مانیگا۔ لہذا اس کے اور اسکے ہم خیال کور باطنون کی فہمایش کے لیے **ظاہری اصول** پر اس وجہ اختلاف کا **جواب** دیا جاتا ہے۔ جو محدثین کرام نے جواب دیا ہے۔ کہ **جائز و محتمل** تھا۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر پایا۔ مگر انکی اس فضیلت کی نظر سے کہ وہ خدا سے ہمکلام ہوئے ہین۔ آپنے انکو ساتوین آسمان تک ساتھ لے لیا۔ اور وہ تواضعاً آنحضرت صلعم کے ساتھ ہو گئے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ جاتے وقت انکو چھٹے آسمان پر پایا۔ آتے وقت ساتوین آسمان مین دیکھا۔ ایسا ہی حضرت ابراہیمؑ کو پہلے چھٹے

آسمان پر پہر ساتوین پر پانا ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین بخاری کی حدیث شریک کی شرح

وقد قدمنا ان حدیث ابی ذر یوافقه لکن المشهور فی الروایة ان الذی فی السابعة هو ابراهیم وکذلک فی حدیث مالک بن صعصعة بانه کان مسندا ظهره الی البیت المعمور مع التعدد لا اشکال ومع الاتحاد فقد جمع بان موسی کان فی حالة العروج فی السادسة وابراهیم فی السابعة علی ظاهر حدیث مالک بن صعصعة وعند الهبوط کان فی السابعة لانه لم یذکر فی القصة ان ابراهیم کله فی شیئ مما یتعلق بما فرض الله علی امته من الصلوٰة کما کلمه موسیٰ والسماء السابعة هی اول شئ انتهی الیه حالة الهبوط فناسب انیکون موسیٰ بها لانه هو الذی خاطب فی ذلک کما ثبت فی جمیع الروایات ویحتمل ان یکون لقی موسیٰ فی السادسة

مین جسمین حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان مین دیکھنا بیان ہوا ہے۔ فرمایا ہے۔ کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ کہ ابوذر کی حدیث اُسکے موافق ہے۔ ولیکن مشہور روایت یہ ہے۔ کہ ساتوین آسمان مین حضرت ابراہیم علیہ السلام ہین اس امر کو مالک بن صعصعہ کی حدیث مین یون مؤکد کیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم بیت المعمور کیطرف پشت کی ٹیک لگائی ہوئی تھی (جو ساتوین آسمان مین ہے) پس اگر واقعہ معراج کو متعدد کہین۔ تو (اس اختلاف کیوجہ سے) کوئی اعتراض نہین پڑتا۔ اور اگر اسکو ایک ہی واقعہ قرار دین۔ تو اس اختلاف کو اسطور پر رفع کیا گیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حالت عروج نبوی مین چھٹے آسمان پر تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتوین مین جیسا کہ حدیث مالک کا ظاہر ہے۔ اور

فاصعد معه الی السابعة تفضیلا له علی غیره من اجل کلام الله تعالی وظهرت فائدة ذالك فی کلامه مع المصطفی فیما یتعلق بامر امته فی الصلوٰة وقد اشار النووی الی شئی من ذالك والعلم عند الله تعالی۔ (فتح الباری صفحہ جلد ۱۳)

ساتوین آسمان سے اوپر جاکر واپس آنیکے وقت موسیٰ ساتوین آسمان پر تھے۔ کیونکہ کسی حدیث مین یہ نہین آیا۔ کہ عدد نماز کی کمی مین جو گفتگو آنحضرت صلعم نے فرمائی ہے۔ وہ حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی تھی۔ جیساکہ حضرت موسیٰ سے اس گفتگو کا ہونا بیان ہوا ہے۔ اور اوپر سے نیچے کو اُترنے کے وقت ساتوان آسمان ہی پہلے آتا ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ کا وہان ہونا مناسب ہے۔ کیونکہ جملہ روایات مین ان ہی سے اسباب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گفتگو کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو اس نظر سے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلام ہوئے ہین۔ خود ساتھ لیکر صعود فرمایا ہو۔ جسکا فائدہ یہ ظاہر ہوا۔ کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے باب مین وہ گفتگو کی۔ اسباب مین امام نووی نے بھی کچھ اشارہ کیا ہے۔ اور حقیقی واصلی علم خدا تعالےٰ کو ہے۔"

عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین حدیث ابوذر رضہ کی شرح

وفی الصحیحین من حدیث مالك بن صعصعة وفی السابعة ابراهیم وهو مخالف لروایة انس عن ابی ذر انه وجد ابراهیم فی السادسة وکذا جاء فی صحیح مسلم واجیب بان الاسراء

مین کہا ہے۔ کہ مالک بن صعصعہ رضہ کی روایت مین حضرت ابراہیم کو ساتوین آسمان مین دیکھنا بیان ہوا ہے۔ اور یہ حدیث ابوذر رضہ کے حسین چھٹے آسمان مین انکو دیکھنا بیان ہوا ہے مخالف

انکان مرّتین فلا اشکال وان کان مرّۃ فیکون اولاً راٰہ فی السادستہ ثُمّ ارتقی معہ الی السادسۃ۔ (عمدۃ القاری)

ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ وہ قصہ معراج دو دفعہ ہُوا ہو۔ تو پھر کوئی شبہ نہین رہتا۔ اور اگر ایکدفعہ ہُوا ہے۔ تو یہ ہوگا۔ کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان پر دیکھا پھر وہ آپ کے ساتھ ساتوین آسمان پر چڑھ گئے۔

ایسا ہی **قسطلانی** نے **ارشاد الساری** شرح صحیح بخاری مین کہا ہے۔ اور اُسمین یہ بھی کہا ہے۔ کہ انبیا کے آسمانون پر دیکھے جانے پر یہ شبہ کیا گیا ہے۔ کہ اُن کے اجسام تو قبرون مین زمین کے اندر مدفون ہین۔ پھر وہان آسمانون پر کیونکر دیکھے گئے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ اُن کی ارواح اُنکے جسمون کیصورت سے متشکل

وقد استشکل رویۃ الانبیاء فی السّموٰت مع ان اجسادھم مستقرۃ فی القبور بالارض واجیب بان ارواحھم تشکلت بصور اجسادھم او احضرت اجسادھم لملاقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ تشریفاً لہ وتکریماً (قسطلانی ص۳۳ ج۶)

ہوگئے۔ یا یہ کہ اُن کے اجسام بعینہا آنحضرتؐ کی ملاقات کے لیے آنحضرت صلعم کی تعظیم و تکریم کو وہان حاضر کیے گئے۔ ایسا ہی شیخ **عبدالحق** نے **لمعات** شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے۔

ان عبارات مین جو تعدد واقعہ معراج کی تجویز بیان ہوئی ہے۔ اسپر **کادیانی** کی تقریر سابق مین دو **اعتراض** ہوئے ہین۔ **ایک یہ کہ** قرآن کریم سے ثابت ہے۔ کہ انبیا بعد موت اپنی جگہ سے حرکت و انتقال نہین کرتے۔ جسکو وہ ہمارے جواب مذکور پر بھی وارد کر سکتا ہے۔ **دوسرا یہ کہ** اس تجویز سے تعدد نسخ نماز لازم آتا ہے۔ جو ایک بازیچہ (کھیل) ولغو و مرجب

پشیمانی خدا تعالےٰ بنتا ہے۔ اسمین سے **اعتراض اول کا جواب** یہ ہے۔ کہ مسلمانون کے قرآن مین جو مکہ و مدینہ مین نازل ہوا ہے۔ تو ایسی کوئی آیۃ نہین جس سے انبیا علیہ السلام کا بعد موت ایک مقام مین جگڑے رہنا ثابت ہو ہان کا دیانی قرآن مورد نزول اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَان مین کوئی ایسی آیت ہو۔ تو مسلمانون کے نزدیک وہ جائز التسلیم نہین مسلمانون کے قرآن سے کوئی ایسی آیۃ کا دیانی پیش کرتا۔ تو اسمین اسکی تحریف و تصرف کا جواب دیا جاتا۔

اور احادیث صحیحہ معراج مین صاف آچکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےٰ حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کو بیت المقدس مین بھی دیکھا اور ان انبیاء نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کیا۔ اور حضرت موسیٰ کو قبر مین نماز پڑھتے اور وادی ازرق مین لبیک کرتے دیکھا۔ اور معہذا آسمانون پر بھی انکو دیکھا۔ جس سے علماء اسلام نے یہی سمجھا ہے۔ کہ زمین آسمان دونو جگہ ان حضرات کا وجود پایا گیا ہے۔

صحیح مسلم مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپنے فرمایا

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد رایتنی فی جماعۃ من الانبیاء فاذا موسیٰ علیہ السلام قائم یصلی فاذا رجل ضرب من رجال شنوءۃ واذا عیسی بن مریم علیہ السلام قائم یصلی اقرب الناس شبھا بہ عروۃ بن مسعود الثقفی واذا ابراھیم علیہ السلام قائم یصلی اشبہ الناس بہ صاحبکم یعنی نفسہ فحانت الصلوٰۃ فامتم

مینے اپنے آپ کو انبیا کی جماعت مین دیکھا مینے موسےٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ نماز پڑھ رہے ہین۔ وہ میانہ قد ہین۔ جیسے شنوءہ قوم کے لوگ۔ اور مین نے عیسےٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا۔ کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہین۔ انسے

نمبر یازدہم جلد چہاردہم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الحدیث (مسلم ص۹۱ ج ۱)
وعند احمد من حدیث ابن عباس رض
فلما اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد
الاقصی قام یصلی فاذا النبیون
اجمعون یصلون معہ (قسطلانی
ص۴۴۹ جلد ۶)

زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ہے۔
اور مین نے حضرت ابراہیم ع کو
دیکھا کہ وہ بھی نماز پڑھ رہے ہین
انسے زیادہ مشابہ مین ہون۔ پھر
نماز کا وقت آگیا تو مینے ان سب کو
نماز پڑہائی۔ امام احمد کی روایت مین
ہے۔ بیت المقدس مین آپنے سب انبیا کو نماز پڑہائی۔ اور انہون نے
آپکا اقتدا کیا ؎ دران مسجد امام انبیا شد ٭ صف پیشینیان را پیشوا شد ٭
امام نووی نے اسحدیث کی شرح مین فرمایا ہے۔ قاضی عیاض نے

قال القاضی فان قیل کیف رای موسی
صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی قبرہ وصلی
رسول اللہ صلعم بالانبیاء بیت المقدس
ووجدھم علی مراتبھم فی السموات وسلموا
ورحبوا بہ فالجواب انہ یحتمل ان یکون
رویۃ موسی فی قبرہ عند الکثیب
الاحمر قبل صعود النبی صلعم الی السماء وفی
طریقہ الی بیت المقدس ثم وجد موسی
قد سبقہ الی السماء ویحتمل انہ صلی اللہ
علیہ وسلم رای الانبیاء صلوۃ اللہ وسلامہ
علیھم وصلی بھم علی تلک الحال لاول
ما راھم ثم سالوا ورحبوا بہ او یکون اجتماعہ

کہا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ
آنحضرت ص نے حضرت موسی ع کو قبر
مین نماز پڑہتے کیونکر دیکھا۔ اور آنحضرت ص
نے انبیا کو بیت المقدس مین نماز
کیونکر پڑہائی۔ حالانکہ انکو بحسب مراتب
آسمانون پر پایا۔ تو اسکا جواب یہ ہے
کہ محتمل ہے۔ کہ حضرت موسے ع کو
قبر مین سرخ تودہ ریگ کے پاس
آسمانون کی طرف جانے سے
پہلے دیکھا ہو۔ اور بیت المقدس
کے رستہ مین۔ پہر حضرت موسے
علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

معهم و صلوته و رؤية موسى بعد انصرافه و رجوعه عن سدرة المنتهى (شرح مسلم ص ۹۶)

پہلے آسمان پر پہنچ گئے ہون۔ اور یہ بہی احتمال ہے۔ کہ آنحضرت کو پہلے دیکہا۔ تو نماز پڑہائی۔ پہر انہون نے مرحبا وغیرہ کہا ہو۔ یا انبیا کو آنحضرت کا نماز پڑہانا۔ اور حضرت موسےٰ کو دیکہنا۔ سدرۃ المنتہی سے واپس آنے کے بعد ہوا ہو۔

اور شیخ عبد الحق نے لمعات شرح مشکوٰۃ مین کہا ہے۔ جن انبیا نے

اما الذين صلوا معه في بيت المقدس فتحمل على الارواح المتمثلة ويحتمل الاجساد ويحتمل انه احضرت اجسادهم في بيت المقدس لملاقاته صلى الله عليه وسلم ثم رفعوا على السماء (لمعات شرح مشكوة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ بیت المقدس مین نماز پڑہی۔ انکے ارواح متشکل ہو گئے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ مجسم ہو گئے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ انکے (اصلی) جسم بیت المقدس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے حاضر کیے گئے ہون۔ پہر وہ آسمان پر اٹھا گئے ہون۔

ان نصوص صریحہ اور اقوال صحیحہ کے مقابلہ مین کادیانی کے اس ڈہکوسلہ کو کہ انبیا علیہم السلام بعد موت ایک جگہ سے نہین ہلتے۔ گویا وہان جکڑے ہوئے ہین (معاذ اللہ) کون سنتا۔ اور اس دعوے بلا دلیل سے احادیث صحیحہ ثابتہ کو کیونکر موضوع سمجہا جا سکتا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب تعدد معراج کو اگر یون مانا جاوے کہ پہلے خواب مین [illegible] پہر بیداری مین چنانچہ وجہ دوم اختلاف کے جواب [illegible] ہوگا۔ تو پہر تعدد نسخ نماز اعتراض کادیانی کا مورد نہین ہو سکتا [illegible] حکم ایک تمہیدی اور مثال حکم بنتا ہے۔

دوسرا اصلی اور واقعی اور اُس خواب کی تعبیر گویا پہلے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج خواب مین دکھایا کہ ہم ایسا حکم دین گے۔ پھر معراج بیداری مین ویسا کر دکھا دیا۔ **علاوہ برین تعدد نسخ** بحکم عقل ممنوع اور ناجائز **نہین** ہے۔ اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے پہلے حکم پر پشیمان ہو کر دوسرا حکم دیا ہے۔ اگر تعدد نسخ موجب پشیمانی ہو سکتا ہے۔ تو چاہیے۔ کہ ایک دفعہ کا نسخ بھی موجب پشیمانی ہو۔ اس صورت مین کادیانی کو لازم ہے۔ کہ مطلق نسخ کو موجب پشیمانی ٹھیرا کر اس سے انکار کرے اور اپنے چہیتے مذہب نیچریت کو برملا ظاہر کرے۔ جسمین نسخ کو خلاف تقدس سمجھا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے قرآن مین وقوع نسخ سے انکار کیا گیا ہے۔ چنانچہ کادیانی کے پردہ پیر و مرشد حکیم **نورالدین** نے رسالہ فصل الخطاب لمقدمہ قرۃ فاتحۃ الکتاب کے خاتمہ مین اس انکار کا اظہار کیا ہے۔ اور اس سے پہلے اُنکے پیر و مرشد انگلیل سرسید نے اسکا اشتہار دیا ہے۔ تعدد نسخ پر اعتراض کی آڑ مین ننگا رکھیلنے کی کیا ضرورت ہے۔ اہل سنت تو تعدد نسخ کو ویسا ہی جائز سمجھتے ہین۔ جیسا کہ مطلق نسخ کو اور نسخ کو پہلے حکم سے پشیمانی اور اوسکی غلطی پر مبنی نہین سمجھتے۔ بلکہ اُسکو اس **حکیمانہ** تبدیلی کی **نظیر** خیال کرتے ہین جو حکم حاذق سے وقوع مین آتے ہین۔ کہ پہلے وہ ایک مریض کے حق مین ایک نسخہ کو مناسب سمجھتا ہے۔ اور پھر جب اسکی حالت بدل جاتی ہے۔ تو اس نسخہ کو منسوخ کر کے اُسکے بدلے دوسرا نسخہ تجویز کرتا ہے اور جب پھر وہی پہلی حالت مریض عود کرتی ہے۔ تو اس دوسرے نسخہ کو منسوخ کر کے پھر اس پہلے نسخہ کو تجویز کرتا ہے۔ اور یہ امر اُسکے علم و کمال مین کچھ فرق نہین لاتا اور پشیمانی کا موجب نہین ہوتا۔

اور اسپر یہ گمان نہین کیا جاتا کہ وہ اس تبدیلی مین پشیمان و حیران ہوا ہے بلکہ اسکے علم و کمال و تجربہ اور استقلال کا مثبت ہوتا ہے۔ اس تعدد نسخ کی مثال احکام اسلام مین قبلہ کا نسخ ہے۔ کہ پہلے کعبہ قبلہ تھا۔ پہر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لے گئے۔ تو وہان یہودیون کی اصلاح حالت کی نظر سے استقبال کعبہ منسوخ ہوکر بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا۔ پہر جب یہودیونکی حالت کا ناقابل اصلاح ہونا کس و ناکس پر ظاہر ہوگیا۔ تو پہر برعایت اصلاح حال عرب استقبال بیت المقدس منسوخ ہوا۔ اور کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب حدیث و تفسیر و اصول مین ہے۔ اسمقام مین اسکی گنجایش نہین ہے۔ اس بیان سے ثابت ہے۔ کہ یہ دونو اعتراض کادیانی کی لچر و لوچ ہین۔ اور واقعہ معراج کا متعدد ہونا کسی اعتراض کا محل نہین۔ اور اختلاف وجہ اول کو دور کرنے کے لیے تجویز تعدد معراج بھی ایک عمدہ تجویز ہے۔ اور جو جواب وجہ اختلاف اول کا ہمنے دیا ہے۔ وہ واقعہ معراج کو ایک واقعہ ماننے سے پورا ہوسکتا ہے۔ اور اسپر کادیانی کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا۔ اور یہ امر عقلاً جائز و ممکن اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام ایک ہی واقعہ مین مختلف مواضع مین دیکہے گئے ہون۔ لہذا مومن و متبع سنت کی یہ شان نہین۔ کہ اس امکان و احتمال کے ساتہ احادیث مین ظاہر اختلاف مواضع دیکہہ کر احادیث مین تعارض کا مدعی ہوکر انکو موضوع قرار دی۔ یہ جرأت کادیانی سے ہوئی تھی۔ جسکو حدیث سے دلی عناد و انکار ہے۔

دوسری وجہ اختلاف کا جواب

معراج نبوی کا بحالت بیداری ہونا بھی صحیح ہے۔ اور بحالت خواب بھی درست۔ اور ان دونوں مین کوئی مخالفت وتعارض نہین ہے۔ جائز وممکن ہے۔ کہ پہلے یہ معراج خواب مین ہوا ہو اور وہ معراج بیداری کے لیے ایک وعدہ اور بشارت ہو۔ اور پھر بحالت بیداری معراج ہوا ہو۔ جو اس خواب کی ایک تعبیر وتصدیق ہو۔ اور یہ بھی جائز وممکن ہے کہ ایک ہی معراج کے اول اور آخر آپ پر خواب کیحالت طاری ہو۔ اور اوسط مین بیداری ہو۔ اور یہ بھی ممکن اور محتمل ہے۔ کہ معراج صرف بیداری مین ہوا ہو۔ اور بعض احادیث مین جو نیند اور اس سے بیداری کا لفظ وارد ہے۔ اس سے امور عالم بالا مین استغراق اور اسحالت استغراق سے افاقہ۔ اور عالم دنیوی کیطرف توجہ مراد ہو۔

قسطلانی نے شرح بخاری مین کہا ہے۔ جمہور قائل ہین۔ کہ اسرا بیت المقدس تک اور معراج آسمانون تک دونو یکبارگی ایک رات مین بیداری کی حالت مین جسم شریف کے ساتھ واقع ہوئے ہین۔ بعض قائل ہین۔ کہ یہ واقعہ دو دفعہ ہوا۔ ایک دفعہ خواب مین بطور تمہید دوسری دفعہ بیداری مین۔ یہ بھی قسطلانی نے کہا ہے۔ کہ عام روایتون مین ہے کہ معراج بیداری مین ہوا ہے۔

والجمهور على ان وقوعهما معًا في ليلةٍ واحدة في اليقظة بجسده الكريم صلى الله عليه وسلم وقيل وقع ذلك مرتين مرة في المنام توطيه وتمهيدًا ومرة في اليقظة (قسطلانی ص۲۲۲ جلد ۶)	الثابت في الروايات انه كان في اليقظة فان قلنا بالتعدد فلا اشكال والا فيتصل هذا مع قوله اخر الحديث

آپ اپنے رسالہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۰ مین لکھتے ہین روحانیات سماویہ خواہ انکو ونیانیون کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہین یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے انکو نامزد کرین یا نہایت سیدہی اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا انکو لقب دین۔ درحقیقت سب یہ مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور قرارگیر ہے اور اسکے صفحہ ۴۰ مین لکھتے ہین قرآن شریف سے ثابت ہے کہ سیارات اور کواکب اپنے اپنے قالبون کے متعلق ایکٹن رکھتے ہین جنکر نفوس کواکب سے بھی نامزد کرسکتے ہین۔

(۲)

آپکا ملائکہ خصوصاً جبرائیل و ملک الموت کے ذات خود اور اصلی صورت سے نزول سے انکار کرنا اور صرف نزول تاثیر کا قائل ہونا اور انبیاء کی دیکھی ہوئی صورت کو انکی خیالی صورت قرار دینا۔ اور روح القدس روح الامین وغیرہ انسانی صفت محبت کے نتیجہ کو قرار دینا اور تثلیث پاک کو تجویز کرنا۔ اور اپنے آپ کو بطور استعارہ ابن اللہ کہنا۔

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۲۰ مین لکھتے ہین محققین اہل اسلام ہرگز سبات کے قائل نہین کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانون کیطرح پیرون سے چلکر زمین پر اترتے ہین اور یہ خیال بداہت باطل ہی ہے ++ مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سکینڈ مین ہزارہا ایسے کروں کی جانین نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار مین ایکدوسرے سے ہزارون کوس کے فاصلے پر رہتے ہین اگر ایک کے لیے سبات کا محتاج ہو کہ اول پیرون سے چلکر اسکے ملک اور شہر اور گھر مین جاوے اور پھر اتنی

واستیقظ وھو فی مسجد الحرام
علی انہ کان فی طرفی القصۃ نائماً
ولیس فی ذلک مایدل علی کونہ
نائماً فیھا کلھا۔ (قسطلانی ص۵۰۵ ج۱۰)
ای استیقظ من نومۃ نامھا بعد
الاسراء اوانہ افاق مما کان فیہ
مما خاطر باطنہ من مشاھدۃ
الملأ الاعلی فلم یرجع الی حال بشریۃ
الا وھو نائم (قسطلانی ص۵۰۸ ج۱۰)
ای افاق مما کان فیہ فانہ کان اذا
اوحی الیہ یستغرق فیہ فاذا انتھی
رجع الی حالتہ الاولی فکنی عنہ
بالاستیقاظ (فتح الباری ص۴۰۱ ج۱۳)
قال الکرمانی ثبت فی الروایات
الاخران الاسراء کان فی الیقظۃ
واجاب بقولہ ان قلنا بتعددہ
فظاھر وان قلنا باتحادہ فیمکن
ان یقال کان فی اول الامر واخرہ
فی النوم ولیس فیہ مایدل علی کونہ
نائماً فی القصۃ کلھا (عمدۃ القاری)

سو اگر ہم تعدد معراج کے قائل ہون
تو پہر کوئی اعتراض واختلاف باقی
نہین رہتا۔ یعنی یون کہا جاسکتا ہے
کہ ایک دفعہ خواب مین معراج ہؤا۔
ایک دفعہ بیداری مین۔
اور اگر ہم تعدد کے قائل نہ ہون۔ تو
اس لفظ نیند سے۔ اور جو آخر حدیث
مین اس سے بیدار ہونے کا ذکر ہی
یہ مراد ہونا محتمل ہے۔ کہ آپ اول اور
آخر اس واقعہ کے نیند مین تھے۔ اور
یہ کہین پایا نہین گیا۔ کہ آپ تمام واقعہ
مین سوتے تھے۔
اور یہ بھی قسطلانی نے کہا ہی
کہ آخر حدیث مین جو بیدار ہونے کا
ذکر ہے اس سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ
اس نیند سے بیدار ہوئے۔ جو بعد
واپسی آپ پر طاری ہوگئی تھی۔ یا یہ
مراد ہے۔ کہ جس مشاہدہ عالم بالا
مین آپ مستغرق تھے۔ اس سی افاقہ
مین آکر حالت بشریت کیطرف ایسی
وقت رجوع فرمایا۔ کہ آپ سوتے تھے۔

اور فتح الباری مین کہا ہے۔ کہ آپکو اس حالت استغراق سے افاقہ ہوا۔ جسمین آپ مستغرق تھے۔ اور آپ کی یہ عادت تھی۔ کہ جب آپکی طرف وحی ہوتی آپ اسمین مستغرق ہو جاتے۔ وہ حالت ہو چکی تو آپ نے پہلی حالت کیطرف رجوع کیا۔ اسیکو کنایۃً بیدار ہونا کہا گیا ہے۔ اور عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری مین کہا ہے۔ کہ کرمانی نے فرمایا ہے۔ اکثر روایات مین ثابت ہو چکا ہے کہ معراج بیداری مین تھا۔ پھر خود اسحدیث کا جسمین نیند کا ذکر ہے یہ جواب دیا ہے۔ کہ اگر تعدد واقعہ معراج کے قائل ہون۔ تو ظاہر ہے (کہ پھر کوئی اختلاف نہین رہتا) اور اگر ایک واقعہ کے قائل ہون۔ تو یہ کہنا ممکن ہے کہ آپ اول اور آخر واقعہ مین سو گئے تھے۔ اور یہ کہین نہین آیا۔ کہ آپ تمام واقعہ مین سوتے تھے۔

اس امکان و احتمالات کے ساتھ کسی مؤمن و قائل حدیث سے ممکن و متصور نہین کہ خواب اور بیداری کے الفاظ دیکھکر ان احادیث کے تعارض کا مدعی ہو کر ان احادیث کو موضوع کہدے۔ یہ کادیانی ہی کا کام تھا۔ جو اس سے وقوع مین آیا۔ جسنے یہ ثابت کر دیا۔ کہ وہ درحقیقت صحیحین کا منکر اور حدیث کا دلی دشمن ہے۔

تیسری وجہ اختلاف کا جواب

محل معراج و نزول فرشتہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور بیت الحرام دونو کو کہا گیا ہے۔ اسمین بھی کوئی مخالفت نہین۔ جائز و ممکن ہے۔ کہ پہلے فرشتہ نے آپکے گھر مین آیا ہو۔ پھر جب آپ حرم مین تشریف لائے۔ تو وہان حاضر ہو گیا ہو۔ بلکہ اگر ایک دو مقام مین اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے۔ تو وہان بھی فرشتہ کا جانا ممکن تھا۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے لمعات شرح مشکوٰۃ مین لکھا ہے۔ کہ معراج

اختلف الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعضها وانا فی الحطیم وفی بعضها فی الحجر وفی بعضها بینا انا عند البیت وفی بعضها فرج سقف بیتی وانا بمکة وفی بعضها استربه فی شعب ابی طالب وفی بعضها فی بیت ام هانی وهو اشهر والجمع بین هذه الاقوال علی ما ذکره فی فتح الباری انه باجیء بیت ام هانی وبیتها فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتها واضاف البیت الی نفسه الشریفة لبیتوته فیه فنزل الملک فاخرجه من البیت الی المسجد الحرام ثم اخذ الملک فاخرجه من المسجد (لمعات) ++

هکذا فی المرقاة وزاد فیه فاخرجه من البیت الی المسجد وکان مضطجعا فیه اثر النعاس ثم اخرجه من الحطیم الی باب المسجد (مرقاة علی قاری)

کے مکان کی تعیین مین روایات کا اختلاف ہے۔ بعض روایات مین حطیم کا ذکر ہے۔ بعض مین حجر کا۔ بعض مین بیت اللہ کا۔ بعض مین آپکے گھر کی چھت سے فرشتہ کے آنے کا۔ بعض مین ابوطالب کی شعب (پہاڑ) کا۔ بعض مین ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر کا۔ ان سب کو فتح الباری مین یون باہم متوافق کیا ہے۔ کہ آپ اس رات ام ہانی کے گھر مین تھے۔ جو ابوطالب کے شعب مین تھا۔ اسی گھر کی چھت چیر کر فرشتہ آیا تھا۔ اسیکو اپنے اپنا گھر کہا ہے کیونکہ اسمین آپ رہتے تھے۔ پھر فرشتہ آپکو مسجد الحرام مین لے گیا۔ ایسا ہی ملا علی قاری نے مرقاۃ مین بیان کیا ہے۔ اسمین یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ گھر سے فرشتہ آپکو مسجد مین لایا اسوقت آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ پر اونگھ کا اثر باقی تھا۔ پھر حطیم سے (جسکو حجر بھی کہتے ہین) مسجد کے دروازہ پر لایا۔ وہان سے براق پر سوار کرایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جبکہ ان سب مواضع مین۔ فرشتہ کا آنا یون ممکن ومحتمل ہے۔ تو پھر اس ظاہری اختلاف کی نظر سے احادیث مین تعارض کا دعوی کرنا۔ اور اس تعارض کی نظر سے اُن کے موضوع ہونے کا مدعی ہونا مومن قائل حدیث سے کب متصور ہے۔ اور یہ امر بجز کادیانی کے جو منکر حدیث ہے۔ کس سے ہو سکتا ہے۔

چوتھی وجہ اختلاف کا جواب

درحقیقت واقعہ معراج بعد نبوت ہوا ہے۔ اور جو شریک کی حدیث مین قبل از وحی کا لفظ وارد ہے۔ اس سے یہ مراد نہین ہے۔ کہ معراج وحی سے پہلے ہوا تھا۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس حدیث مین صریح الفاظ کے ساتھ آچکا ہے کہ قبل از وحی کے فرشتہ آیا۔ تو اُسوقت وہ آپکو پوچھکر چلا گیا۔ پھر آپنے اُسکو نہ دیکھا۔ یہانتک کہ پھر کسی اور شب کو آیا۔ اور اوسوقت آپکو آسمان پر لے گیا۔ ان دونو شب مین جو فاصلہ تھا۔ اسکے تعیین مین اختلاف ہے۔ سات سے لیکر تیرہ سال تک فاصلہ بیان کیا گیا ہے۔ اس فاصلہ کو ایک شب کا فاصلہ مانا جاوے۔ تب ہی یہ مطلب اس حدیث کا بن سکتا ہے۔ کہ جس شب قبل از وحی فرشتہ آیا۔ اوس شب مین وہ آپکو پوچھکر چلا گیا۔ اوس شب معراج نہین ہوا۔ معراج کسی اور شب ہوا۔

جن لوگون نے شریک کی اس روایت مین لفظ قبل از وحی کو غلط قرار دیا۔ اور شریک کو اوسکے بیان مین متفرد اور دوسرے راویونکا مخالف کہا ہے۔ اُنہون نے اس حدیث کے اس جملہ کیطرف کہ فرشتہ اوس رات آپکو پوچھکر چلا گیا اور پھر نظر آیا۔ توجہ وغور سے نہین دیکھا۔ اور لفظ قبل وحی کو دوسری شب کے معراج سے متعلق کر دیا۔ اور دھوکھ کھایا۔ اور جن لوگون نے اس جملہ کو توجہ سے پڑھا۔ اُنہون نے صاف کہہ دیا ہے۔ کہ شریک نے اس لفظ کے

بیان مین کوئی غلطی نہین۔ یہ لفظ قبل از وحی معراج کا محل و متعلق نہین ہے بلکہ یہ معراج سے پہلے فرشتہ کے آنے کا محل و متعلق ہے۔ اور اس لفظ مین شریک متفرد بھی نہین اور راویون نے بھی یہ لفظ بولا ہے۔ اور اس لفظ کو ان روایات سے جنمین معراج کا بعد از وحی و نبوت ہونا بیان ہوا ہے۔ کوئی مخالفت نہین۔ کیونکہ اس لفظ کو معراج سے تعلق نہین ہے اسمقام مین اصل حدیث شریک کے الفاظ معہ ترجمہ نقل کیئے جاتے ہین۔ اور خطوط وحدانی (بریکٹس) مین اسکی شرح مین اقوال بعض شراح منقول ہوتے ہین۔ جس سے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ شریک کی اسمین کوئی غلطی نہین بلکہ معترضین کی غلطی فہم ہے۔

صحیح بخاری اور اسکی شرح قسطلانی مین ہے۔ تین شخص (جن کے نام پر مطلع نہین ہوا۔ ہان جیون بن سیاہ کی روایت مین جو طبری نے نقل کی ہے۔ جبرئیل و میکائیل کا نام آیا ہے۔) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے ایسے وقت مین آئی۔ کہ آپ مسجد الحرام مین سوتے تھے۔ اُن مین سے اول بولا۔ ان (سونے والون) مین محمد کونسا ہے (ایک روایت مین ہے۔ اسوقت آپکر ساتھ دو آدمی اور سوتے تھے۔ ایک آپ کے چچا حمزہ۔ دوسرے آپکے چچازاد بھائی

جاء ثلثة نفر لما اقف على اسمائهم صريحًا لكنهم من الملئكة لا كن في روايه ميمون بن سياه عند الطبري فاتاه جبريل وميكائيل. قبل ان يوحى اليه وهو نائم في المسجد الحرام فقال اولهم ايهم هو. محمد وقد روى انه كان نائمًا معه حينئذٍ عمه حمزة بن عبد المطلب وابن عمه جعفر بن ابي طالب. فقال اوسطهم هو خيرهم فقال اخرهم ولابي ذر عن الكشميهني فقال احدهم اي احد	

النفر الثلثة خذ واخيرهم للعروج به الى السماء فكانت تلك الليلة اى فكانت تلك القصة الواقعة تلك الليلة ماذكرها فلم يرهم صلى الله عليه وسلم حتى اتوه ليلة اخرى لم يعين المدة بين المجيئين فيحمل على ان المجيئ الثانى كان بعد ان اوحى اليه وحينئذٍ وقع الاسراء والمعراج وان كان بين المجيئين مدة فالفرق بين ان يكون تلك المدة ليلة واحدة او ليالى كثيرة او مدة سنين وبهذا يحصل الجواب عما استشكله الخطابى وابن حزم عبد الحق وعياض والنووى من قبل قوله قبل ان يوحى اليه ونسبتهم رواية شريك الى الغلط لان الحجم عليه ان فرض الصلوٰة كانت ليلة الاسراء فكيف يكون قبل الوحى وان شريكا تفرد بذلك فارتفع الاشكال كذا قرره ابن حجر ++ اما دعوى تفرد شريك فقال الحافظ بن حجر رض

جعفر) ان ملائکہ سے بیچ والا بولا۔ محمد وہ ہے جو انمین سے بہتر ہے پس اخیر والا بولا (کشمیہنی کی روایت ہے۔ انمین سے ایک بولا) اس بہتر کو لے لو (یعنی آسمان پر لے جا ئیگو) پس اس رات اتنا ہی قصہ واقعہ ہوا۔ (یعنی جو مذکور ہوا ہے) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ندیکھا یہانتک کہ کسی اور رات وہ فرشتے آئے (ان دو دفعہ کے آنے کے بیچ کی مدت مقرر نہین ہوئی۔ پس یہ قرار دیا جائیگا۔ کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تھا۔ اور اسوقت سیر معراج کا وقوع ہوا۔ ان دو دفعہ کے آنے مین کچھ مدت تھی۔ تو اس مطلب مین۔ کہ دوسری دفعہ کا آنا بعد از وحی ہوا تہا کوئی فرق نہین پڑتا۔ خواہ وہ مدت ایک رات کی ہو۔ یا کئی راتون کی یا چند سالون کی۔ اس مطلب سے خطابی وغیرہ کے اس شبہ کا جواب ادا ہوا۔ جو انکو لفظ قبل از وحی

انه قد وافقه كثير بن خنيس عن انس كما اخرجه سعيد بن يحيى الاموى فيما يرى قلبه وتنام عينه ولا ينام قلبه وكذلك الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلبهم فلم يكلموا حتى احتملوه فوضعوه عند زمزم۔ الحديث (بخاری ص۱۱۲ قسطلانی ص۵۰۸ جلد ۱۰)

سے پیدا ہوا تھا۔ اور اس لفظ کے بیان مین اُنہون نے شریک کو غلطی پر کہا۔ وہ شبہ یہ کہ بالاتفاق نماز معراج مین فرض ہوئی تھی۔ پہر معراج قبل از وحی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ شبہ کہ اس لفظ کو صرف شریک ہی لایا ہے۔ اور کسی نے یہ لفظ نہین بولا یہ شبہ اس مطلب سے رفع ہو گیا۔

ایسا ہی حافظ بن حجرؒ نے تقریر کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ بہی کہا ہے۔ کہ اس لفظ قبل از وحی کو کثیری خنیسؒ بھی لایا ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید اموی نے کتاب المغازی مین نقل کیا ہے۔ یعنی شریک اسمین متفرد نہین ہے) وہ فرشتے اسحالتمین آئی کہ آپکا دل بیدار تہا۔ اور آنکہہ خواب مین تھی۔ دل خواب مین نہ تہا۔ ایسا ہی اور انبیا کا حال ہوتا ہے۔ اُنکی آنکھین سوتی ہین دل نہین سوتے۔ تب وہ فرشتے کچہہ نہ بولے۔ آپ کو اوٹھا کر لے گئے۔ اور زمزم کے پاس لیجا کر رکھا۔ تا آخر حدیث جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اوپر لے جانے کا بیان ہے۔

ایسا ہی **حافظ** بن حجرؒ نے **فتح الباری** جلد ۱۳ ص۳۹۹ مین کہا ہے۔

واما ما ذكره بعض الشراح انه كان بين الليتين اللتين اتاه فيها الملئكة سبع وقيل ثمان وقيل تسع وقيل عشر۔ وقيل ثلثة عشر فيحمل على ارادة

اور اسپر یہ زیادہ کیا ہے۔ کہ ان دو راتون مین مدت فرق بعض نے سات۔ بعض نے آٹھ۔ بعض نے نو۔ بعض نے دس۔ بعض نے تیرہ

السنین لا کما فہمہ المشارح المذکور انفا لیالی (فتح الباری ص ۳۹۹ ج ۱۳)

بیان کئے ہین۔ جس سے سال مراد ہین نہ راتین۔ جیسا کہ بعض شراح نے سمجھا ہے۔ کہ ان اعداد سے راتین مراد ہین۔"

بعض علماء نے لفظ قبل از وحی کی یہ تاویل کی ہے۔ کہ قبل از وحی خواب کا معراج تھا۔ اور معراج بیداری بعد از وحی ہوا ہے۔ بعض نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ اس وحی سے وہ وحی مراد نہین جو مبدء نبوت ہے۔ بلکہ خاصکر وہ وحی جو بیان معراج کی بابت ہوئی ہے۔ یا وہ وحی جو حکم نماز مین وارد ہوئی ہے۔ ان تاویلات کو حافظ ابن القیمؒ نے زاد المعاد مین اور قسطلانی نے شرح بخاری مین نقل کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک لفظ قبل از وحی کو معراج سے تعلق ہی نہین (چنانچہ الفاظ حدیث سے ثابت ہے۔ اور ائمہ حدیث نے اسکو تسلیم اور بیان کیا ہے) تو پھر ان تاویلات کی کیا حاجت ہے۔ بالجملہ یہ لفظ قبل از وحی کسیطرح اعتراض کا محل نہین ہے۔ نہ یہ اور روایات کے مخالف ہے نہ اسکا راوی اسکے بیان مین متفرد ہے۔ لہذا اس لفظ کی نظر سے اس حدیث کو دوسری احادیث معراج کی معارض قرار دیکر موضوع ٹھیرانا کادیانی ہی کا کام ہے۔ جو حدیث کا دلی دشمن ہے۔ مومن متبع سنت سے اس دعویٰ موضوعیت پر جرءت نہین ہو سکتی۔

قیل ان ھذا کان اسراء المنام قبل الوحی واما اسراء الیقظۃ فبعد النبوۃ وقیل بل الوحی ھھنا مقید ولیس بالوحی الذی ھو مبدء النبوۃ والمراد قبل ان یوحی الیہ فی شان الاسراء فاسری فجاءۃ من غیر تقدم اعلام۔ (زاد المعاد ص ۲۴ ج ۱)

وقیل المراد بہ قبل ان یوحی الیہ فی بیان الصلوۃ (قسطلانی ج ۱۰ ص ۵۰۵)

ہر چند بعض محدثین سلف نے شریک کیحدیث کے بعض الفاظ پر کچھ کچھ اعتراض کئے ہین۔ جنکی ایک جماعت محدثین نے کہ ازانجملہ ایک ابوالفضل بن طاہر ہین۔ حدیث شریک کی نصرت ومدافعت مین کھڑے ہوکر کافی جواب دیئے ہین۔ مگر یہ جرأت کسی محدث سے نہین ہوئی کہ ان الفاظ کے سبب شریک کیحدیث کو دوسری احادیث کی معارض ومخالف ٹھراکر۔ ان سب کو موضوع قرار دیا ہو یہ زہر قاتل عداوت حدیث کا پیالہ کادیانی کا نصیب تھا۔ جو اُس نے پی لیا اور اپنے آپ کو دشمن حدیث خصوصاً حدیث صحیحین بناکر ہلاک کیا۔

تکلم ابن حزم والقاضی عیاض وغیرھما علی حدیث شریک ھذا وانتصر لہ جماعۃ منھم ابوالفضل بن طاھر فصنف فیہ جزءاً وسند کو ما یتعلق بہ مستوفی عند الکلام علیہ انشاء اللہ تعالی فی موضعہ (مقدمہ فتح الباری ص۴۴۳)

محدثین سلف مین سے جسنے اپنی غلطی فہم سے کسی لفظ پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ اسنے صرف اسی لفظ کو شریک کی اغلاط سے خیال کرلیا۔ اصل حدیث اور اسکے تمام مضمون کو دائرہ صحت سے خارج نہین کیا۔ جیساکہ کادیانی سے عمل مین آیا۔ اور اس سے اسکا چھپا انکار صحت صحیحین بخوبی آشکارا ہوگیا اس نوٹ مین کادیانی کے جواب کا جواب بھی ادا ہوا۔ اور ساتھ ہی اسکے کادیانی کا منکر صحت حدیث صحیحین ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ وہ جو اپنی تحریرات واشتہارات مین صحیحین کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ لکھ چکا ہے۔ وہ اسکا محض نفاق ہے۔ درحقیقت وہ انکی صحت کا منکر ہے۔ امید ہے کہ کادیانی کو اہلحدیث سمجھنے والے اور اس دھوکہ سے اسکے دام مین پھنسنے والے اب اسکو منکر حدیث سمجھکر اسکے دام سے چھٹکارا

پائین گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

ہمارا قول نمبر ۳ آپ لکھتے ہین۔ احادیث کے دو حصہ ہین۔ اول وہ حصہ جو تعامل مین آچکا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴) صہ ۱۶۲

کادیانی کا جواب۔ ہمنے اصطلاح اہلحدیث سے سروکار نہین رکھا ہر شخص اپنی اصطلاح اختیار دینی کا مجاز ہے۔ ہمین نے ضروریات دین کے لفظ سے ان امور کو مراد لیا ہے۔ جنکا سلسلہ تعامل سے ضروری تعلق ہے۔ وہ احکام فرمودہ اللہ اور رسول ہین۔ جو مسلمان بننے کے لیئے ضروری ہین۔ ہر ایک مسلمان ان تمام احکام کو عملی طور پر یاد رکھتا ہے کیونکہ وہ مسلمان بننے کی حالت مین دائمی طور پر اسکو کرتے پڑتے ہین۔ یا کبھی کبھی کرنے کے لیے وہ مجبور کیا جاتا ہے۔ بخلاف قصص واخبار کے جو سلسلہ تعامل سے خارج ہین۔ مسلمانون کو انکے علم واطلاع کی کوئی بھی ضرورت نہین ہے۔ مسلمانون سے ایسے آدمی بہت تھوڑے ہین۔ جنکو وہ قصے یاد ومعلوم ہون"۔

اسپر نوٹ ہین۔ اس جواب مین کادیانی نے سراسر جھوٹ بولکر سخت دھوکہ دیا۔ اور اپنا دجال ہونا ثابت کردکھایا ہے۔ ضروریات دین سے احکام متعلق عمل کو مراد لیا۔ (۲) اور ان سب احکام کے جاننے اور عمل مین لانے کو مسلمان ہونے کے لیے ضروری شرط ٹھیرایا۔ (۳) اور ہر ایک مسلمان کے ان احکام سے واقف ہونے کا دعوی کیا۔ اور ان احکام علیہ کے مقابلہ مین احادیث متعلقہ عقائد ایمانیہ اسلامیہ سنیہ کو محض قصص واخبار ٹھیراکر ضروریات دین (متعلقہ ضرورت دین) سے خارج کیا۔ (۳) اور انکے جاننے ماننے کو غیر ضروری بتایا۔ (۳) اور اکثر مسلمانون کو ان عقائد

مشقت کے بعد جان نکالنے کا اسکو موقعہ ملے تو ایک سکینڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کے لیے تو کئی مہینے کی مہلت بہی کافی نہین ہو سکتی کیا ممکن ہے کہ ایک شخص انسانون کیطرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اسکے کم عرصے مین تمام جہان گہوم کر چلا آوے ہرگز نہین۔ اور اسکی عبارت منقولہ ۳۲ مین گذر چکا ہے کہ "درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام مین مستقر اور قرار گیر ہے" + اور اسکے صفحہ ۳۸ مین لکہتے ہین اگر ان نفوس طیبہ کا ان ستارون سے الگ ہونا فرض کر لیا جاوے تو انکی تمام قوی مین فرق پڑ جاوے گا + + وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لیے جان کا حکم رکہتے ہین اور انکے جدا ہونے سے انکی حالت وجودیہ مین بکلی فساد راہ پا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔ اور اسکے صفحہ ۶۸ مین لکہتے ہین سو وہ فرشتہ (جبریل) اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازے کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکہنی چاہئے) لیکن اسکے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادون اور مختلف ظروف کے لحاظ سے چہوٹی چہوٹی یا بڑی بڑی شکلون پر تقسیم ہوتا ہے وہ توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ مین لکہتے ہین۔ ان دونو محبتون (یعنے محبت خدا و محبت بندہ) کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکہتی ہین۔ ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق مین پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جسکا نام روح القدس ہے + + + چونکہ روح القدس اُن دونو کے ملنے سے انسان کے دل مین پیدا ہوتی ہے اس لیے کہہ سکتے ہین کہ وہ ان دونو کے لیے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ کی محبت کے لیے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتون نے مشرکانہ طور پر سمجہ لیا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۲۵ مین لکہتے ہین۔ اور کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

سے بے خبر قرار دیا۔ اور ان چیزوں دعاوی میں ایسا محض کذب و مغالطہ سے کام لیا۔ کہ سچ کو انکے آس پاس بھی پھٹکنے نہیں دیا۔ ضروریات دین سے کا دیانی کی مراد امور دین متعلقہ حاجت و ضرورت دینی ہیں تو اعتقادیات اسلامیہ سنیہ عملیات فرعیہ (احکام متعلقہ عمل) سے بڑھکر اور پیشتر ان ضروریات میں داخل و شامل ہیں۔ کادیانی نے ضروریات دینیہ میں صرف عملیات کو داخل کرنے اور اعتقادیات کو خارج کرنے میں دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ (۲) ان اعتقادیات کو جاننا اور ماننا ایسا ضروری اور مسلمان بننے کا لازمہ ہے۔ کہ ویسا احکام عملیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ عقائد اسلامیہ سنیہ کا جاننا ہر ایک مسلمان سنی کو ضروری ہے بخلاف احکام متعلقہ عمل کہ ان سب کو ہر ایک مسلمان کا جاننا ضروری و شرط اسلام نہیں۔ بلکہ خاص کر اوسی مسلمان کو اس حکم کا جاننا ضروری ہے۔ جو اس حکم کی تعمیل کے لائق ہو۔ مثلاً ایک شخص فقیر ہے۔ اور وہ صرف ادائی حکم نماز کے لائق ہے۔ تو اسپر اس حکم نماز کا جاننا اور اسپر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور جب وہ زکوٰۃ کے لائق مالدار ہو جائے۔ تب اسپر احکام متعلقہ زکوٰۃ کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ حج کے لائق مال پیدا کرلے۔ تو اوسوقت اسپر احکام متعلقہ حج کا جاننا لازم ہوتا ہے۔ اور جب وہ تجارت کرنے لگے۔ تو اوسوقت اسپر احکام متعلقہ تجارت کا جاننا لازم ہوتا ہے۔

ایسے ہی اور ہزاران بلکہ بے شمار احکام ہیں۔ جنکا قبل از وقت تمام مسلمانوں کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ اور اعتقادیات کا یہ حال ہے۔ کہ مسلمان کہلانے کے لیے ہر عاقل بالغ کو جو ایمان سے مامور ہے لازم ہے۔ کہ وہ خدا پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اسکی کتابوں اور فرشتوں کو مانے

اور قیامت پر اور مُردون کے جسمون کے ساتھ اوٹھائے جانے اور سبھون کا محشر مین حاضر ہونے پر اور نیک و بد اعمال کا حساب دینے اور مؤمنون کے بہشت مین جانے اور کافرون کے دوزخ مین داخل ہونے کا یقین رکھے اور سنی بننے کے لئے ہر ایک سنی کو جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اربعہ کی خلافت برحق ہے۔ اہلبیت نبوی کی محبت جزو ایمان ہے۔ قبر کا عذاب برحق ہے۔ اور اہل توحید گنہ گارون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت برحق ہے وعلی ہذا القیاس بہت سے اعتقاد ہین۔ جو احکام عملیہ نہین کہلاتے۔ اور اسلیے وہ سلسلۂ تعامل مین داخل نہین ہو سکتے۔ **کادیانی** نے اس قسم کے اعتقادیات ایمانیہ وسنیہ کو جاننا اور ماننا مسلمانون کے لیے غیر ضروری بتایا۔ اور اسکے مقابلہ مین بے شمار احکام متعلقہ حج وزکوٰۃ وبیع شراء وبہ طلاق وغیرہ اعمال کو جاننا تمام مسلمانون کے لیے ضروری ٹھیرایا ہے۔ اسمین بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔ (۳) اعتقادیات مذکورہ ایسے ہین جن سے ہزار مسلمان اور سنیون مین سے دس نہ جانتے ہونگے۔ اور بے شمار احکام عملیہ ایسے ہین۔ جنکو ہزار مسلمانون سے صرف دس بیس جانتے ہون گے۔ کادیانی نے جملہ احکام عملیہ سے تمام مسلمانون کو واقف۔ اور اعتقادیات سے اکثر کو ناواقف قرار دینے مین بھی دو جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

اپنی نئی **اصطلاح** کا کادیانی اور ہر شخص کو اختیار ہے۔ مگر دو شرط سے **ایک** یہ کہ جو اصطلاح کوئی مقرر کرے۔ اسکو استعمال مین لانے کے وقت یا اس سے پیشتر مخاطبین کو مطلع کرے۔ اور یہ بتادے۔ کہ فلان اصطلاح سے میری مراد یہ معنے ہین۔ **دوسری** یہ کہ اس اصطلاح

ہین اس فن یا مذہب یا جماعت کا خلاف کرے۔ جس فن یا مذہب یا جماعت مین دخل دیکا مدعی ہو کر وہ اصطلاح مقرر کرتا ہے۔ اور جو شخص ان دونو شرط کا خلاف کرتا ہے۔ اسپر اس اصطلاح کے مخالف اصطلاح سابق سے اکزام عائد ہوسکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی اصطلاح مین بکری کا نام خنزیر مقرر کرکے اسکو حلال کہدے۔ اور یہ دعوے کرے۔ کہ دین اسلام مین خنزیر حلال ہے۔ تو اسپر یہ دو الزام قائم ہونگے۔ (۱) تو نے پہلے سے یا اس کلام کے ساتھ یہ کیون نہ کہدیا۔ کہ خنزیر سے میری مراد بکری ہے۔ (۲) اس اصطلاح سے تو نے اصطلاح دین اسلام کا جسنے بکری کو حلال اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے۔ خلاف کیا۔ لہذا تیرا یہ کہنا اسلام کے مخالف ہے۔

کادیانی نے اعتقادیات اسلامیہ سنیہ کو غیر ضروریات دین سے خارج کرنے مین بعینہ یہی کام کیا ہے۔ تحریر نمبر ہفتم مین ضروریات دین کا لفظ بولا۔ تو اس لفظ کا کوئی مطلب بیان نکیا۔ جسپر وہ پہلے اعتراض کا مورد ہؤا۔ جو ہماری تحریر نمبر ہشتم مین اسپر وارد کیا گیا ہے۔ اب اسنے اس لفظ کا مطلب اصطلاح اہل اسلام کے مخالف یہ بیان کیا ہے۔ کہ اس سے صرف احکام عملیہ مراد ہین۔ تو اب اسپر اعتراض دوم وارد کیا گیا ہے۔ کہ یہ اصطلاح اہل اسلام کے قرارداد کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اعتقادیات کو عملیات بڑھکر دینی ضروریت و حاجت کا متعلق سمجھتے ہین۔ ایسا ہی کادیانی نے اور نئی اصطلاحات بنین کام کیا ہے۔ جسکا بیان قول مابعد اور اقوال آیندہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

ہمارا قول نمبر ۲ آپ نے سلامت فہم راوی کو شرط ٹھیرایا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۲)

کا دیانی نے اس سیدھی بات کو بنگڑ بنا دیا۔ اور اسکو یہ کہنا قرار دیا۔ کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے۔ وہ ان الفاظ کی معانی سے ایسے ناآشنا و بے نصیب تھے۔ جیسے ایک عربی شخص ہندی۔ انگریزی ترکی۔ اور عبرانی الفاظ کی معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس افترا مین وعید لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کا کچھ لحاظ نکیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعلسازی یہ گھڑ لیا۔ کہ اس سے سلامت ہوش وحواس وعدم خبط وجنون ومدہوشی مراد ہے نہ فہم معانی۔ اور خرم دنیا وخوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کو معنے کس وناکس محدث ہو۔ خواہ صرف لغتِ عرب کا واقف ہو۔ یہی سمجھتا ہے کہ فہم مین معانی غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اور اس لفظ سے سلامت حواس وہوش وعدم خبط وجنون کے معنے۔ نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے۔ نہ عام لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح مینے اگر خدا تعالےٰ کی شاگردی سے مقرر کی تھی۔ تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اسکا ظاہر کرنا۔ اور ایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا۔ میرا فرض تہا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونوا اعتراض وارد ہوتے ہین۔ جو نوٹ سابق مین بیان ہوئے ہین۔ علاوہ بران اس لفظ سے میری یہی مراد تھی۔ تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا۔ ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہو۔ پر قوت حافظہ کا سلامت ہونا۔ اسکے لیے لازم ہے۔ لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہین رہتی۔ اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے۔ کہ اسوقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تہا۔ بلکہ فہم معانی احادیث مین غلطی نکرنا

کادیانی نے اس سیدہی بات کو بتگڑ بنادیا۔ اور اسکو یہ کہنا قرار دیا۔ کہ حدیث کے راوی الفاظ کا مطلب بالکل کچھ نہ سمجھتے تھے۔ وہ ان الفاظ کی معانی سے ایسے ناآشنا و بے نصیب تھے۔ جیسے ایک عربی شخص ہندی۔ انگریزی ترکی۔ اور عبرانی الفاظ کی معانی سے بے نصیب ہوتا ہے۔ اور اس افترا مین وعید لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْن کا کچھ لحاظ نکیا۔ پھر اپنی شرط سلامت فہم (یعنی عدم غلط فہمی) کا مطلب ازراہ جعلسازی یہ گھڑ لیا۔ کہ اس سے سلامت ہوش وحواس وعدم خبط وجنون وہ ہوشی مراد ہے نہ فہم معانی۔ اور شرم دنیا وخوف آخرت کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ سلامت فہم کے معنے کس وناکس محدث ہو۔ خواہ صرف لغتِ عرب کا واقف ہو۔ یہی سمجھتا ہے کہ فہم مین معانی غلطی نہ ہو۔ بلکہ صحت وسلامتی ہو۔ اور اس لفظ سے سلامت حواس وہوش وعدم جنون کے معنے۔ نہ کوئی محدث سمجھ سکتا ہے۔ نہ عام لغت عرب سے واقف۔ اور یہ اصطلاح مینے اگر خدا تعالےٰ کی شاگردی سے مقرر کی تھی۔ تو پہلے سے اس لفظ کو بولنے کے وقت اسکا ظاہر کرنا۔ اور ایک الہامی ڈکشنری کا چھاپ دینا۔ میرا فرض تہا۔ ورنہ مجھ پر وہ دونو اعتراض وارد ہوتے ہین۔ جو نوٹ سابق مین بیان ہوئے ہین۔ علاوہ بران اس لفظ سے میری یہی مراد تھی۔ تو پھر اس لفظ کے بعد لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا۔ ضروری نہ تھا۔ جب دماغ کسی آفت کا محل نہ ہو۔ پھر قوت حافظہ کا سلامت ہونا۔ اسکے لیے لازم ہے۔ لہذا اس لفظ کے بعد اس لفظ کے کہنے کی حاجت نہین رہتی۔ اس لفظ سلامت فہم کے بعد میرا لفظ سلامت قوت حافظہ کہنا ناظرین کو صاف یقین دلا رہا ہے۔ کہ اسوقت اس لفظ سے میری مراد دماغ کا آفات سے سلامت ہونا نہ تہا۔ بلکہ فہم معانی احادیث مین غلطی نکرنا

مراد تھا۔ جسپر مخاطب کا اعتراض مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب ناظرین منصفین سے عموماً اور کادیانی کی اتباع سے (جو کسی غرض فاسد طمع مال یا نکاح اسے جدیدہ یا ترویج سابق اعتقادات نیچریہ سے اسکے پیرو نہین ہوئی۔ بلکہ وہ طالب حق ہین۔ اور دھوکہ مین آکر وہ اسکی پیروی مین پھنس گئے ہین) خصوصاً داد انصاف کی درخواست ہے۔ وہ خدارا طرفداری کو یکسو کرکے دادِ انصاف دین۔ اور ایمان سے کہین۔ کہ کادیانی کے لفظ سلامتٌ فہم کے وہ معنے صحیح ہین۔ جو اسنے اب گھڑکر بیان کئے ہین یا وہ معنے جو ہمنے سمجھے اور بیان کئے ہین۔ اور ہمارے اس قول کے۔ کہ فہم معنے ہر ایک حدیث کی روایت کے لئے شرط نہین ہے۔ کیا وہ معنے ہین۔ کہ جو کادیانی نے افترا کئے ہین۔ کہ راوی حدیث معانی احادیث سے بالکل بےنصیب تھے۔ اور وہ صرف الفاظ سے غرض رکھتے تھے۔ انکی نسبت وہ اسقدر بھی فہم نہ رکھتے کہ وہ الفاظ کے عربی مین یا ترکی یا انگریزی وغیرہ یا یہ معنے (جو ہمنے بیان کئے ہین) کہ ہر ایک حدیث کی معانی کو راوی حدیث کا سمجھنا شرط اور لازمی اور ضروری امر نہین ہے۔ بلکہ خاص احدیث کے الفاظ کی معانی کو سمجھنا شرط روایت ہے۔ جسکے الفاظ کی معانی کو وہ بیان کرے اور یہ جائز و ممکن ہے۔ کہ وہ بعض الفاظ حدیث کو ان کی غریب و نادر اور قلیل الاستعمال ہونے کے سبب باوجودیکہ وہ صاحب زبان ہو۔ اور لغت حدیث سے واقف نہ سمجھے۔ اور اسوجہ سے وہ ان الفاظ کو بعینہا نقل کردے۔ ناظرین منصفین انصاف سے کام لین گے۔ تو امید ہے ہمکو ڈگری دین گے۔ اور کادیانی کو بہتانی و جعلساز گہینگے۔

ہم اپنے اس قول اور اسکے صحیح معنے کی تائید مین اقوال محدثین و اصولیین سے

شہادت پیش کرتے ہین۔ تاکہ منصفین کو داد انصاف دینے کے وقت وہ اقوال مدد دین۔

طیبی نے رسالہ اصول حدیث مین عبارت منقولہ صـ۱۲۷ کی پہلی شروط راوی کے بیان مین کہا ہے۔ ضبط راوی سے یہ مراد ہے۔ کہ راوی بیدار مغز ہو۔ صاحب حافظہ غافل ہو۔ اور نہ بھولنے والا۔ حدیث کو سنو اور بیان کرنے دو نو حالت مین جو اگر حفظ روایت کرے۔ تو چاہئیکہ اسکو یاد رکھتا ہو۔ اور اگر کتاب سے دیکھ کر روایت کرے۔ تو چاہیے کہ اس کتاب کو ضبط کر رکھا ہو۔ (یعنے وہ غلطی و تغیر سے محفوظ ہو) اور اگر حدیث کو بالمعنی روایت کرے۔ تو چاہئے کہ اس غلطی سے واقف ہو۔ جس سے معنے مین خلل واقعہ ہو۔ اور روایت حدیث کے لیے یہ شرط نہین۔ کہ راوی مرد ہو (یعنے عورت نہو) اور نہ یہ کہ آزاد ہو (یعنے غلام نہو) اور نہ یہ کہ اسکو احادیث کی فقہ (یعنے مسائل خفیہ مستنبط کا علم ہو۔ اور نہ یہ کہ وہ اسکے غریب (نادر الاستعمال) الفاظ کے معنے جانتا ہو۔ اور نہ یہ کہ وہ بینا ہو۔ اور نہ کوئی معین عدد شرط ہے (کہ اتنے راوی ہون)

والضبط انیکون متیقظا حافظا غیر مغفل ولا ساہٍ فی حالتی التحمل والاداء فان حدث عن حفظہ ینبغی انیکون حافظا۔ وان حدث عن کتابہ ینبغی انیکون ضابطا لہ وان حدث بالمعنی ینبغی انیکون عالما بما یختل بہ المعنی ولا یشترط الذکورۃ ولا الحریۃ ولا العلم بفقہہ وغریبہ ولا البصر ولا العدد (رسالہ اصول طیبی)

حنفیہ کے ایک امام شیخ ابن الہمام کے استاد شیخ عبد العزیز مصنف کشف

لم ینقل عن احد من السلف اشتراط الفقہ فی الروی (غایۃ التحقیق)

و تحقیق نے غایۃ التحقیق مین کہا ہے۔ کہ راوی کا فقیہ ہونا یعنی معانی خفیہ حدیث

احادیث کو سمجھنا شرط روایت نہیں ہے۔ اور بعض الفاظ غریب فی الاستعمال حدیث کے معنے سے بیخبر ہونا بڑے بڑے ائمہ حدیث و غریب سے مروی ہی۔ فقہ و حدیث کے امام مشہور امام احمد بن حنبل سے کسی نے ایک

روینا عن المیمونی قال سئل احمد بن حنبل عن حرف من غریب الحدیث قال سلوا اصحاب الغریب فانی اکرہ ان تکلمنی فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالظن فاخطی۔ (علوم الحدیث ابن الصلاح)	حدیث کے ایک لفظ غریب کے معنے پوچھے۔ تو آپنے جواب دیا۔ کہ اصحاب الغریب سے (یعنے ان لوگون سے جو الفاظ غریب کی شرح کرتے ہین) پوچھو مین پسند نہین کرتا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی حدیث مین اٹکل سے کچھ کہون۔ تو خطا مین پڑون۔
عربیت اور نحو کے امام اصمعی سے ایک شخص نے پوچھا۔ کہ آن

وبلغنا عن الباردیجی محمد بن عبد الملک قال حدثنی ابو قلابۃ عبد الملک بن محمد قال قلت للاصمعی یا ابا سعید ما معنی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجار احق بسقبہ فقال انا لا افسر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن العرب تزعم ان المسقب اللزیق ثم ان غیر واحد من العلماء صنفوا فی ذلک ++ المظفر بن شمیل وابو عبیدۃ معمر بن	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے۔ کہ ہمسایہ اپنے سقب کا حق دار ہے۔ کیا معنے ہین۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی کوئی تفسیر نہین کرتا۔ ہان اتنا کہتا ہون۔ کہ عرب سقب اسکو کہتے ہین جو ملا ہوا ہو۔ یہ اقوال ان ائمہ کے ابن الصلاح نے علوم الحدیث مین بیان کئے ہین۔ پھر کہا کہ غریب الفاظ

المثنی وابو عبید القاسم بن سلام وابو سلیمان الخطابی۔ (علوم الحدیث ابن الصلاح مختصرا)

حدیث مین جن لوگون نے کتابین تصنیف کی ہین۔ وہ امام نضر بن شمیل ہین اور امام ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ اور امام ابو عبید قاسم بن سلام اور امام ابو سلیمان خطابی تا آخر

اس بیان سے آپ کے دو کذب و مغالطے ظاہر ہوئے جو ہماری کلام کو بگاڑنے اور اپنے قول کے جعلی معنے کرتے ہین۔ آپ سے سرزد ہوئے ہین۔ اب آپکے باقی دو کذب و مغالطون کی کیفیت ناظرین سنین صحابہ کی حدیث نبوی کو بالفاظ روایت کرنے کا مدعی مین ہی نہین ہون۔ یہ دعویٰ بہت سی علماء نے کیا ہے۔ جنمین وہ لوگ بھی داخل ہین۔ جنکی کلام سے آپ بھی اپنی تحریر نمبر ہشتم مین متمسک ہوئے ہین۔ اور اس دعوے پر دلیل صحابہ کی وہ روایات ہین۔ جنمین اُنہون نے دو لفظون کو باوجود ہم معنی یا قریب المعنی ہونے کے شک کے ساتہ بیان کر دیا ہے۔ اور ان کے معنے پر نظر کر کے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا نکیا۔ **علامہ تفتازانی** (جن کی کلام کے غلط معنے سمجہکر اسکی دست آویز سے اپنے صحیح بخاری مین حدیث موضوع کے پائے جانے کا دعوے کیا ہے۔) اپنی کتاب **تلویح** کے صفحہ ۲۲۵ مین فرماتے ہین۔ کہ عادل صحابہ کا ظاہر یہ حال تہا

اما ثانیا فلان الظاهر من حال عدول الصحابة نقل الحدیث بلفظه ولهذا نجد فی کثیر من الاحادیث شك الراوی وانما استفاض النقل بالمعنی عند العلماء لنفور الحدیث

کہ وہ حدیث کو بلفظہ نقل کرتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم بہت سی احادیث مین (دو ہم معنے لفظون کو) صحابہ کا شک کے ساتہ بیان کرنا پاتے ہین۔ اگر وہ روایت بالمعنے کرتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بالروایۃ والتدوین۔ (تدریب ص۲۳۵) تو ان الفاظ کے بیان مین وہ معنے کا لحاظ کر کے صرف ایک لفظ پر اکتفا فرماتے۔ حدیث کو بالمعنے روایت کرنا۔ تو علما مین تب مروج ہوا ہے۔ جبکہ احادیث کے الفاظ روایت اور تصنیف سے مقرر ہو چکے تھے۔

علامہ سندہی نے **دراسات** مین فرمایا ہے۔ کہ حفظ الفاظ حدیث مین صحابہ کے کمال توجہ پر دلیل ہے کہ صحابہ نے دو ہم معنے لفظون کے بیان مین شک و تردد ظاہر کیا اور انمین سے ایک لفظ کے بیان پر اکتفا کیا یہانتک کہ انکے اس فعل کو اس مسئلہ پر دلیل سمجھا گیا کہ حدیث کو بالمعنے روایت کرنا جائز ہی نہین چنانچہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث صلوۃ الوسطے مین لفظ ملاء اللہ اوحشی اللہ شک سے وارد ہی (جسکے معنے پر کرنے کے ہین) اسکے بعد علما نے امام ابن عبدالبر سے اس فعل ابن مسعود سے عدم جواز روایت بالمعنے نکالنے کا جواب نقل کیا ہے۔ اور ان الفاظ کی مثالین کتب حدیث مین بہت پائی جاتی ہین۔ مثلاً انجملہ بخاری کی یہ بصفحہ ۱۴۴ حدیث کسوف مین لفظ سوس۔ یا موقن اور لفظ منافق یا مرتاب شک کے ساتھ مروی ہین۔

ومن شرة اعتنائهم في حفظ الالفاظ شكهم وتردد هم بين اللفظين وعدم اقتصارهم على احدها حتى ظن ذلك من الدليل على عدم صحة النقل بالمعنى في اللفظين المتغايرين جدا في المعنى كما في حديث عبد الله بن مسعود في صلوة الوسطى ملاء الله اجوافهم وقبورهم نارا او حشى الله اجوافهم وقبورهم نارا الخ (دراسات صفحہ ۱۸۲)

اس دعوی کے مقابلہ مین جو کا دیانی نے حدیث معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھنا اور کبھی حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر دیکھنا بیان کیا اور اسکو روایت کے بالفاظہا مروی ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ یہ اسکا محض مغالطہ ہے۔ تو نے سیاق مین ثابت ہو چکا ہے کہ ان الفاظ مین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دونو مجتبون کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اوسکو روح امین کے نام سے بولتے ہین۔ اور اسکے صفحہ ۷۰ مین لکھتے ہین اسوقت جبریل اپنا نورانی سایہ اوس مستعد دل پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اپنی اسکے اندر کھدیتا ہے تب جیسے اس فرشتے کا جو آسمان پر مستقر ہے جبریل نام ہے اسکی عکسی تصویر کا نام بھی جبریل ہی ہوتا ہے یا مثلاً اس فرشتے کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے سو یہ نہین کہ فرشتہ اُسکے اندر گھس آتا ہے۔ جیسے مثلاً آئینہ[1] دیکھنے سے یہ نہین ہوتا کہ تمہارا مُنہ اور تمہارا سر گردن سے ٹوٹ کر اور الگ ہو کر آئینہ مین کھدیا جاتا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۷۹ مین لکھتے ہین جب جبریلی نور خدا کی کشش اور تحریک اور نفخہ نورانیہ سے جُنبش مین آتا ہے تو معاً اسکی ایک عکسی تصویر جسکو روح القدس کی ہی نام سے موسوم کرنا چاہیے محب صادق کے دِل مین منقش ہو جاتی ہے

(۷)
آپکا تاثیر ستارون کا قائل و معتقد ہونا

آپ توضیح مرام مین صفحہ ۳۳ مین لکھتے ہین۔ جیسے ہمارے اجسام اور ہماری تمام ظاہری قوتون پر آفتاب اور ماہتاب اور دیگر سیارون کا اثر ہے ایسا ہی ہمارے دل اور دماغ اور ہماری تمام روحانی قوتون پر یہ سب ملائک اثر ڈال رہے ہین۔ اور اسکے صفحہ ۳۸ مین لکھتے ہین کہ تمام نباتات اور جمادات اور حیوانات پر آسمانی کواکب کا دن رات اثر پڑ رہا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۴۰ مین لکھتے ہین کہ جیسے کواکب اور سیارون مین باعتبار اُنکے قالبون کیطرح طرح کے خواص پائے جاتے

[1] ۔ اس عبارت مین الفاظ زیر خط بعینہا کادیانی کے الفاظ ہین۔ باقی ربط عبارت کے لیے جملے لگائے ہین۔ اصل عبارت طویل تھی اسلیے پوری نقل نہین ہوئی۔

کوئی مخالفت نہیں یہ دونوں حضرت چھٹے آسمان پر دیکھے گئے تھے۔

حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی توہین و تحقیر کا الزام جو کادیانی نے خاکسار پر لگایا ہے اور انکے حق میں یہ کلمات کہنے کا کہ وہ حدیث نبوی سے محروم رہے۔ اور قیاسی اٹکلوں پر انکا گذارہ رہا۔ مجھپر بہتان کیا ہے۔ اسمیں کادیانی نے سفید جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔

حضرت امام الائمہ کی توہین کرنے والے پر خاکسار ہزار لعنت بھیجتا ہے۔ اور ناحق تہمت کرنے والے پر ہزار نہیں تو پانسو ہی سہی۔ کادیانی سچا ہے تو اسپر آمین کہے اور بیش باد کا نعرہ بلند کرے۔ خاکسار نے تو حضرت امام صاحب کی نسبت صرف اتنا کہا تھا۔ کہ اگر صحیح بخاری امام صاحب کے وقت میں ہوتی تو امام اعظم صاحب اسکو آنکھ پر رکھ لیتے پھر اسکی تائید و تصدیق میں امام شعرانی کی عبارات میزان سے نقل کر دی۔ جسکا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امام صاحب کے وقت میں حدیثیں جمع نہوئی تھیں۔ اسلئے آپکو دوسرے اماموں کی نسبت احادیث کم پہونچیں۔ اسیوجہ سے آپنے قیاس کیا۔ یہ بات نہیں۔ کہ آپنے حدیث کے ہوتے قیاس کی طرف رجوع کیا جیسا کہ امام کے معترضین اور مخالفین سمجھتے ہیں۔

اصل کلام خاکسار و عبارت شعرانی رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۱۴ کے صفحہ ۱۹۹ میں اور کادیانی کے مطبوعہ مباحثہ کے صفحہ ۹۴ میں ناظرین ملاحظہ فرماکر داد انصاف دیں کہ وہ کلام خاکسار و عبارت شعرانی امام صاحب کی مدح و تعریف کی مثبت ہے یا انکی توہین کی موجب۔ خاکسار کا کلام تو امام صاحب کی مدح و تعریف کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ امام شعرانی کی عبارت بھی آپکی مدح و تعریف و حمایت ہی میں فرمائی گئی ہے۔ اس عبارت سے پہلے بصفحہ ۱۷ میزان کبریٰ امام شعرانی نے ایک فصل منعقد کر کے کہا ہے۔ کہ اس فصل میں اُس شخص کے قول کا ضعف بیان ہوتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔

کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو حدیث سے مقدم سمجھتے تھے۔ پہر کہا یہ کلام اُس شخص سے صادر ہوا ہے جو امام صاحب کی نسبت تعصب رکھتا ہے اور اپنے دین مین دلیر ہی گفتگو مین پرہیزگار نہین اور خدا تعالیٰ کی اس قول سے غافل ہے جسمین ارشاد ہے۔ کہ انسان جو بات منہ سے نکالتا ہے اُسکے پاس فرشتہ لکھنے کو منتظر و تیار ہی پہر امام شعرانی نے حضرت امام صاحب کی بہت سی ایسے اقوال نقل کئے ہین جنسے آپکا رائے سے بیزار ہونا اور حدیث کو قبول کرنا ثابت ہے اسکے بعد صفحہ ۷۲ مین وہ عبارت فرمائی ہے جسکو کادیانی نے موجب توہین امام قرار دیا ہے۔

اب ناظرین انصاف کرین کہ اس مدعا و غرض کے ساتھ وہ عبارت امام صاحب کی مدح بنتی ہے یا نہین۔ ہمارے زمانہ کے سرامد حنفیہ مولوی عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی بھی اپنے رسالہ نافع کبیر مین اس عبارت میزان کو اپنے اس دعوی کی تائید مین لائے ہین کہ حضرت امام ابو حنیفہ احادیث و آثار کے متبع تھے حدیث کے مقابلے مین قیاس نہ کرتے تھے۔ پہر اس عبارت کو نقل کرکے اسکی نسبت فرماتے ہین کہ یہ عبارت اُن بدگمانونکے لئے۔ جو امام صاحب کو حدیث کے مقابلے مین قیاس کرنیوالا سمجھتے ہین نافع ہے اور انکے اوہام کے دافع ہے۔ اس عبارت میزان مین اگر ذرا بھی وہم توہین ہوتا تو ایسے مشاہیر حنفیہ کی کلام مین امام صاحب کی مدح اور برأت پر اس سے تمسک و استدلال نہ کیا جاتا کادیانی نے اس الزام و اتہام توہین امام صاحب کے حنفیون کو اپنا دوست اور ہمارا دشمن بنانا چاہا تھا جس سے اُلٹا نتیجہ نکلا اُسکا دجال ہونا ثابت ہوا اور اسکا وہ داؤ

وما اتباعه الاحاديث والآثار خلاف ما يظنه الظانون انه يقيس على خلاف الحديث فيدل عليه ما اورده في الميزان الى ان نقل عبارتها۔ ثم قال ومطالعة الميزان لهم نافع ولاوهامهم دافع۔ النافع الكبير ص ۱۱

نہ چل سکا کسی حنفی نے اسکو اپنا دوست نہ سمجھا بلکہ تمام حنفیہ ہندوستان و پنجاب نے اوسکو اپنا دشمن اور اپنے مذہب کا مخالف تصور کیا۔ خواص حنفیہ نے اسکے معتقدات پر کفر کا فتوی لگایا اور عوام حنفیہ نے اس فتوی پر کاربند ہوکر ہر شہر و دیار مین کا دیانی پر نعرہ لعنت و تکفیر بلند کیا۔ اور ہر جلسہ اور معرکہ مین اسکو مکفرین کا ساتھ دیا۔ اور اس افترا مین وہ خسالدنیا والآخرہ کا مصداق بنا۔

ہمارا قول نمبر ۵ شاید آپ کہین کہ احادیث بھی بالمعنے روایت ہوئے ہین۔ جیسا کہ آپکے مقتدا سید احمد خان نے کہا ہے جسکی تقلید سے آپ نے قرآن کو معیار صحت احادیث ٹھیرایا ہے۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۴)۔

کادیانی کا جواب۔ سید احمد خان ہمارے مقتدا نہین۔ صحابہ (۲) حتی الوسع حفظ الفاظ نبی کرتے۔ مگر انکی روایتون پر اعتماد کرنے کے لئے سلامت فہم ضروری شرط ہے۔ کیونکہ اگر فہم مین بباعث پیرانہ سالی۔ یا اختلال دماغ کی کوئی آفت پیدا ہو جاوے تو مجرد حفظ الفاظ کافی نہین۔ اس صورت مین تو الفاظ مین بھی شک پڑتا ہے۔ کہ شاید اختلال دماغ کے سبب سے اسمین بھی کچھ تصرف ہو گیا ہو۔ قرآن (۳) کریم کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ اسمین ہر چیز کی تفصیل ہے۔ اور ہر ایک امر کا بیان ہے محبوب لوگ احادیث صحیحہ نبویہ کو اس نگاہ سے دیکھتے ہین کہ گویا وہ قرآن پر کچھ زوائد بیان کرتے ہین یا بعض احکام مین اُنکے ناسخ ہین۔ اور نہ زوائد بیان کرنے ہین۔ بلکہ قرآن شریف کے بعض مجمل اشارات کی شارح ہین۔ اور حدیث معاذ بن جبل (جسمین یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قاضی بنا کر یمن مین بھیجا۔ تو فرمایا۔ کہ تو کس چیز پر فیصلہ کیا کریگا۔ اوسنے کہا

---

(۱) یہان آپ یہ لکھنا بھول گئے ہین یا آپکا کاتب بھول گیا ہے۔ کہ در حقیقت نہ وہ احادیث قرآن کی ناسخ ہین اور نہ زائد۔ منہ

کتاب اللہ پر۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ مین نہ پاویگا۔ تو پھر کس چیز پر۔ تب اوسنے عرض کیا۔ کہ پھر حدیث پر (تا آخر) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن مین ہر ایک امر دین درج ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہین۔ لہذا حق الامر یہ ہے کہ جو چیز قرآن کے باہر یا اُسکے مخالف ہو وہ مردود ہے اور احادیث صحیحہ قرآن سے باہر نہین کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ مسائل قرآن سے مستخرج و مستنبط کئے گئے ہین۔ لہذا جو حدیث از قسم حصہ دوم (قصص و اخبار) ہے اونکو پرکھنے کے لئے قرآن معیار و محک ہے یعنے جو حدیث قرآن مین نہین یا اسکے مخالف ہے وہ موضوع ہے۔

اسپر نوٹ اس جواب مین بھی کادیانی نے کذب و مغالطہ سے کام لیا اور اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔ اسمین آپنے تین دعوی کئے ہین ایک یہ کہ سید احمد خان پیرا مقتدا نہین ہے اس دعوی کا کذب ہونا صفحہ ۱۹۴ نمبر ۶ جلد ہذا مین ظاہر ہو چکا ہے۔ اسمین ثابت کیا گیا ہے کہ کادیانی سید احمد کا شاگرد ہے اسنے جو ملحدانہ ایجاد کیا ہے اسکو سرسید سے بعینہ یا باجمله لیا ہے۔ ہان اس شاگردی کے ساتھ وہ سرسید سے بڑھ گیا۔ اور اسکا مقابل بن بیٹھا ہے جسکی تفصیل صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۵ جلد ہذا مین ہو چکی ہے۔

دوسرا یہ دعوی کہ صحابہ کی روایات پر اعتماد کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ وہ مخلص المومن تو نہین ہو گئے تھے۔

اس دعوی مین اوسنے بہت غضب ڈھایا ہے اور دھوکہ دیا اور یہ بندوبست کرنا چاہا ہے کہ جس حدیث کو اپنے مذہب ملحدانہ کے مخالف دیکھا اوسکو اس بہانہ سے کہ اسکا راوی صحابی مخبوط الحواس ہو گیا تھا رد کر دیا۔

اس دعوی کے کذب و مغالطہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحابہ کی عدالت بالاجماع مسلم ہے۔ امام **ابن صلاح** نے علوم الحدیث مین فرمایا ہے۔ کہ جملہ صحابہ کا یہ خاصہ ہے کہ انکی عدالت

التاسعة للصحابة باسرهم خصيصة هي | سے سوال نہو یہ سوال اُنسے اوٹھایا گیا

انه لا یسئل عن عدالة احد منهم بل ذلك امر رفع عنهم لكونهم على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من یعتد به فی الاجماع (علوم الحدیث ابن الصلاح)

ہے۔ کیونکہ وہ بلا تفصیل بحکم کتاب وسنت واجماع عادل ہین۔ پھر اسپر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔

اور یہ بات کادیانی خود لکھہ چکا ہے۔ کہ عدالت تب ہی قائم رہ سکتی ہے۔ جبکہ ہوش وحواس قائم ہون۔ مباحثہ رمضانہ صفحہ ۸۷ مین اوسکی تحریر نمبر ہشتم مین یہ عبارت موجود ہے۔ آپ (خاکسار کو فرماتے ہین) اپنے بیان مین راوی کے لئے عدل کی شرط لگاتے اور صفت عدل صفت سلامت کی تابع ہے۔ اگر سلامت فہم مین آفت ہو صفت درست فہمی مین اختلال راہ پاوے تو ہر کسی کے قول وفعل مین عدل قائم نہین رہ سکتا۔" اس کلام واعتراف کے ساتھہ پرائی تحریر ہشتم مین کادیانی کا یہ کہنا کہ صحابہ کی مرویات پر تب ہی اعتماد کیا جاویگا۔ جبکہ اُنکی فہم مین سلامت ہو یعنے اختلال نے راہ نہ پائی ہو اس لکھنے کے برابر ہے۔ کہ وہ سب عادل نہ تھے۔ بعض البتہ ایسے لوگ بھی تھے جو مختل الحواس ہوکر ساقط العدالت ہو چکے تھے۔ جو قرار داد اہل اسلام کے مخالف ہے۔ اور محض کذب اور مغالطہ ہے۔

تیسرے دعوے مین کادیانی نے عجیب رویہ بازی کی ہے۔ اور اپنے دجال ہونے کی پوری داد دی ہے۔ قرآن شریف کو جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا متضمن ٹھیرایا۔ اور احادیث متعلقہ اعتقاد نزول حضرت مسیح وخروج دجال کو قصص واخبار بنا کر اس وجہ سے ساقط الاعتبار ٹھیرایا۔ کہ قرآن مین اُنکا مضمون پایا نہین جاتا ومعہذا برطبق مثل مشہور دُروغ گو را حافظہ نباشد۔ اور بحکم نص قرآن فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون ونص والله لا یهدی القوم الفاسقین۔ یہ دو فقرے ہی اسکی قلم سے نکل گئے۔ (۱) احادیث مجمل اشارات قرآن کی شارح ہین۔ (۲) احادیث صحیحہ قرآن سے

باہر نہیں۔ کیونکہ وحی غیر متلو کی مدد سے وہ تمام مسائل قرآن سے مستنبط کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس دعوی سوم کے ابطال اور اسکی رو بہ بازی کے اظہار کے لئے ہمکو زیادہ تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں۔ صرف ان ہی دو فقروں کے دست آویز سے یہ کہنا کافی ہے۔ کہ جملہ امور متعلقہ دین کی تفصیل کا قرآن میں پایا جانا یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ قرآن میں ان امور کا بیان موجود ہے۔ مجمل ہو خواہ مفصل۔ جس آیت میں اس تفصیل کا ذکر ہے۔ اسمیں تفصیل سے مطلق بیان مراد ہے۔ نہ وہ تفصیل جو اجمال کے مقابل ہوتی ہے **قرآن** میں **پانچ** جگہ یہ لفظ **تفصیل** آیا ہے۔ جہاں مطلق بیان ہی کے معنے مراد ہیں۔ (جو آپکی قلم سے بھی لفظ تفصیل بطور تفسیر نکل گئے ہیں) تفصیل مقابل اجمال مراد نہیں۔ اور جو قرآن کا بیان اجمالی ہے۔ اسکی تفصیل و شرح حدیث صحیح نے کردی ہے۔ چنانچہ آپنے بھی فقرہ نمبر ۱ میں اقرار کیا ہے۔ اور اسکی **مثال** حکم ممانعت دشم ہے جو حدیث میں وارد ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رض نے اسکو اس وجہ سے داخل قرآن قرار دیا ہے۔ کہ وہ قرآن کے اس مجمل و عام حکم کے۔ کہ جو کچھ تمہیں رسول دے لے لو۔ اور جس چیز سے وہ تمکو اُس سے رک جاؤ" داخل و شامل ہے۔ چنانچہ نمبر ۷ جلد ۱۴ کے صفحہ ۲۰۵ میں مفصل بیان ہوا۔

بناء علیہ احادیث صحیحہ متعلقہ نزول حضرت مسیح و خروج دجال جسکو کادیانی نے قصص و اخبار ماکر خارج از قرآن و مخالف قرآن ٹھہراکر ساقط الاعتبار کیا ہے۔ قرآن میں داخل ہیں اس سے باہر نہیں قرآن نے نزول حضرت مسیح کو پانچ آیتوں میں مجملاً ذی الوجوہ الفاظ سے بیان کیا ہے۔ احادیث نے ان وجوہات سے بعض وجوہ کی تفصیل و تعیین کردی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کو ماننا عین قرآن کو تسلیم کرنا ہے۔ آپنے احادیث متعلقہ احکام فرعیہ عملیہ اختلافیہ کو تو اس اصول سے قرآن میں داخل اور اسکے مجمل اشارات کی شارح تسلیم کیا ہے۔ اور اُن احادیث کو پرکھنے کے لئے محتاج

قرآن نہیں ٹھہرایا۔ مگر احادیث متعلقہ اعتقاد کو جو احادیث عملیہ فرعیہ اختلافیہ سے بڑھکر صحیح اور قطعی ہیں قرآن سے خارج کیا اور ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ اسمیں اپنے اصول کا خود خلاف کیا اور اس سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا۔

ہمارا قول نمبر ۶ آپنے باستدلال آیہ وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً احادیث پر اعتراض کیا ہے (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۸)

کادیانی کا جواب میرا عام طور پر احادیث پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اُن احادیث پر اعتراض ہے جو اولہ قطعیہ بینہ قرآن کے مخالف ہوں۔ (مباحثہ کادیانی مطبوعہ نمبر ۹۲)

اسپر نوٹ یہ محض کذب ہے۔ جسمقام میں اپنے اس آیہ سے تمسک کرکے احادیث کو ظنی اور ناقابل وثوق ٹھہرایا ہے۔ اس مقام میں عموماً الفاظ احادیث پر اعتراض کیا ہے۔ اور انمیں تعارض تجویز کرکر انمیں وقوع تحریف کا دعویٰ کیا ہے۔ اس اعتراض اور دعویٰ سے احادیث مخالفہ قرآن کو مخصوص نہیں کیا۔ ناظرین اصل عبارت مقام مذکور مباحثہ کادیانی کے صفحہ ۹ میں اور رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۸ میں ملاحظہ کرین۔

ہمارا قول نمبر ۷۔ علماء کا حنفی ہوں یا شافعی اہلحدیث ہوں یا اہلفقہ۔ اسپر اتفاق ہے۔ کہ خبر واحد صحیح ہو تو واجب العمل ہے (اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۱۴ صفحہ ۱۹۲)

کادیانی کا جواب حنفیوں شافعیوں کا یہ مذہب نہیں۔ کہ مخالفت قرآن کیحالت میں خبر واحد واجب العمل ہے۔ حنفیہ بجز خبر مشہور کسی حدیث سے قرآن پر زیادتی کو جائز نہیں رکھتے۔ شافعی بجز متواتر کسی حدیث سے زیادتی جائز نہیں رکھتے۔ آپنے کس سے سُن لیا۔ کہ ان سب کے نزدیک خبر واحد بہرحال واجب العمل ہے۔

اسپر نوٹ سنی سنائی باتیں لکھنا آپ ہی کا کام ہے جو نہ کتابوں میں نظر نہیں آتی ہیں نہ کسی اہل علم سے استفادہ۔ آپکا علم لدنی (خیالی) ہے۔ اور معلم و استاد حکیم نورالدین

ہین جو زمین کی ہر ایک چیز پر حسب استعداد اثر ڈال رہے ہین ایسا ہی انکے نفوس فزانیہ مین بھی انواع اقسام کے خواص ہین جو باذن حکیم مطلق کائنات الارض کے باطن پر اثر ڈالتے ہین اور یہی نفوس فزانیہ کامل بندون پر بشکل جسمانی متشکل ہوکر ظاہر ہوجاتے ہین۔

(۸)

آپکا مدعی نبوت ہونا اور نبیون کی نسبت اپنی وحی کو دخل شیطان سے منزہ و معصوم سمجھنا۔

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ مین لکھتے ہین اسمین کچھ شک نہین کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لیے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالے سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اُسپر ظاہر کئے جاتے ہین اور رسولون اور نبیون کی وحی کیطرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے۔ اور منصب شریعت اسپر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور انبیاء کیطرح اُسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئین بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنے بجز انکے اور کچھ نہین کہ امور متذکرہ بالا اسمین پائے جائین۔"

اور اپنے **ازالہ** کے صفحہ ۵۳۲ مین لکھتے ہین ان یہ بھی سچ ہے کہ آنیوالے مسیح کو نبی کرکے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اسکو امتی کرکے بھی تو بیان کیا گیا ہے +++ سو یہ بات کہ اسکو امتی بھی کہا اور نبی بھی کہا اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ دونو شانین امتیت اور نبوت کی اوس مین پائی جائینگی جیسا کہ محدث مین ان دو شانون کا پایا جانا ضروری

ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لاینافی الانقطاع اوکون احد رواتہ غیر معروف۔ جسکا ترجمہ لفظی یہ ہے۔ کہ "بخاری کا اسکو اپنی صحیح مین لانا اس کے منقطع اور اسکے راوی کے غیر معروف ہونیکے مخالف نہین"۔

یہ قول صاحب تلویح کا بقول **ملا خسرو** محشی تلویح کتاب **کشف** کے

قولہ ایراد البخاری ایاہ فی صحیحہ لاینافی الانقطاع اقول فیہ رد علی صاحب الکشف حیث قال ان الامام اباعبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری اورد ھذا الحدیث فی کتابہ الخ صت

مصنف کے اس سوال کا کہ یہ حدیث بخاری مین ہے۔ رد و جواب ہے۔ صاحب تلویح اسکے جواب مین گویا یہ کہتے ہین کہ اگر بقول تمہارے یہ حدیث بخاری مین ہے۔ تو بھی صحیح نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یہ منقطع و غیر متصل ہے اور اسکا راوی غیر معروف ہے۔ صاحب تلویح نے صاحب کشف کے قول کو بطور فرض محال تسلیم کرکے اسکا یہ جواب دیا ہے۔ خود اپنے علم یا رویت سے اس حدیث کا بخاری مین ہونا بیان نہین کیا۔

کادیانی نے غضب کیا ہے۔ یہ لفظ کہ "بخاری مین یہ حدیث ہے" از خود گھڑ لیا اور صاحب تلویح کی طرف منسوب کرکے اسپر افترا کیا۔

مباحثہ لودہانہ کے جلسہ آخیر مین کادیانی کو اسکے اس کذب پر **متنبہ** کیا گیا۔ تو کادیانی اور اسکے ایک کاسہ لیس نے اسکے جواب مین عذر بدتر از گناہ کیا۔ اور اس جھوٹ پر کئی اور **جھوٹ** کا ملمعہ چڑہا دیا۔ کادیانی نے **اپنے ازالہ** کے صفحہ ۸۷۱ مین کہا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئین قرار دیکر بیان کیا ہے۔ کہ وہ حدیث (یعنی عرض الحدیث علی القران) کی حدیث بخاری مین موجود ہے۔ اب اسکے مقابلہ پر یہ عذر پیش کرنا۔ کہ نسخجات موجودہ

بخاری جو ہند مین چھپ چکی ہین۔ ان مین یہ حدیث موجود نہین۔ سراسر ناسمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلی عدم لازم نہین آتا۔ جس حالت مین ایک سرگروہ مسلمانونکا اپنی شہادت روئت سے اس حدیث کا بخاری مین ہونا بیان کرتا ہے۔ اور آپ کو یہ دعوی نہین اور نہ کر سکتے ہین۔ کہ تمام دُنیا کی نسخجات بخاری کے قلمی وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہین + + + اگر ثانی الحال کوئی نسخہ قلمی نکل آوے جس مین یہ حدیث موجود ہو۔ تو پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مؤمن کی شہادت عند الشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے۔ اور فقط ایک کی شہادت روئت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانون پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس صورت مین علامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہین ہو سکتی۔ صـ۸۷۳۔ اگر صاحب تلویح اپنی روئت مین کاذب ہوتا۔ تو اسی زمانہ مین علما کی زبان سے اسکی تشنیع کیجاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔ اور جبکہ کوئی جواب پوچھا نہین گیا۔ تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے۔ کہ درحقیقت اسکی روئت صحیح تھی اور ان سب کا سکوت بطور شواہد ملکر اس امر کو اور بہی قوت دیتا ہے۔ کہ درحقیقت وہ حدیث صاحب تلویح نے بخاری مین دیکھی تھی۔"

ایسا ہی کادیانی کے ایک کاسہ لیس نے جسکا ظاہر کادیانی کے باطن کا فوٹو اور عکس ہے۔ مباحثہ مطبوعہ کی حاشیہ مین لکھا ہے۔

اس کلام مین کادیانی نے اول سے آخر تک جو کچہ کہا ہے۔ وہ سراسر کذب و مغالطہ ہے۔ علامہ تفتازانی نی کتاب تلویح مین اس حدیث کی متعلق جو کچہ لکھا ہے۔ وہ ہمنے بصفحہ ۲۹۰ نقل کر دیا ہے۔ اس مین علامہ نے نہ اس حدیث کا بخاری مین موجود ہونا بیان کیا ہے۔ نہ اس حدیث کے متعلق اپنی روئت ظاہر کی ہے۔ اور نہ اس حدیث کے بخاری مین ہونے کی شہادت دی ہے۔ اسکا کلام مذکور صرف صاحب کشف کے

قول کا جواب ہے ولبس۔ اب کادیانی کے اکاذیب ومغالطات کو دیکھیں کہ (۱) پہلے اس فقرہ کا۔ کہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہے۔ علامہ پر افترا کیا۔ پھر (۲) علامہ کی روئت کا جھوٹا دعوی کیا۔ پھر (۳) علامہ کو اس بیان کا۔ کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہے۔ گواہ بنایا۔ پھر (۴) اسکی تائید مین یہ مسئلہ گڑھ لیا۔ کہ ایک شخص کی روئت ہلال رمضان سے تمام دُنیا کے مسلمانون پر روزہ فرض ہوجاتا ہے جو علی الاطلاق کسی مذہب حنفی یا شافعی۔ یا اہل حدیث کا مسئلہ نہین۔ پھر (۵) دوسرے علماء کے اس دعوی روئت پر سکوت کو شہادت بنا دیا۔ اور ان اکاذیب ومغالطات سے اپنا دجال ہونا ثابت کیا ہے۔

جو شخص تلویح کے اس مقام سے دیکھیگا۔ وہ صاف یقین کریگا۔ کہ جو کچھ کادیانی نے کہا ہے صاف جھوٹ ہے۔ علامہ تفتازانی نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صحیح بخاری مین ہے۔ نہ یہ کہا ہے۔ کہ مین نے اسمین خود دیکھی ہے۔ اور نہ اس حدیث کے متعلق علامہ کا بیان اس حدیث کے صحیح بخاری مین پائے جانے کی نسبت شہادت ہے نہ اور علما کا اس پر سکوت اسکی شہادت ہوسکتی ہے۔

کادیانی نے جو یہ دھوکا دیا اور کہا ہے۔ کہ شاید کسی قلمی نسخہ صحیح بخاری مین یہ حدیث ہوگی۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اس حدیث موضوع وافترا کفار کا صحیح بخاری مین ہونا ایسا محال اور یقیناً ناممکن ہے۔ جیسا کسی نسخہ قرآن شریف یا صحیح بخاری مین شراب یا خنزیر کی حلت کا ہونا ناممکن ہے۔ اگر کوئی کادیانی کا بھائی یہ کہدے کہ ایک قلمی قرآن مین اس مضمون کی آیت ہے۔ کہ خنزیر حلال ہے۔ اور صحیح بخاری کی ایک قلمی نسخہ مین اس مضمون کی حدیث مین نے دیکھی ہے۔ تو اس کے جواب مین مسلمان یہی بات کہینگے۔ کہ ایسی آیت اور حدیث کا قرآن اور صحیح بخاری مین ہونا ناممکن ہے۔ اور کوئی شخص ہجڑ کادیانی پہ تجویز نہ کریگا۔ کہ شاید کسی

قلمی نسخہ مین یہ آیت و حدیث ہو۔

ایسا ہی محدثین کے نزدیک اس حدیث کا صحیح بخاری مین ہونا ناممکن ہو۔ کیونکہ اس حدیث کا موضوع و افترا کفار ہونا اور اس کے مضمون کا مخالف و معارض قرآن ہونا محدثین کے نزدیک مسلم ہے۔ اور صحیح بخاری موضوعات اور معارضات قرآن سے بالاتفاق پاک ہے۔

اس بیان سے یہ **شبہ پیدا** ہوگا۔ کہ یہ حدیث ایسی موضوع و افترا کفار ہے۔ تو علامہ نے سرسی صاحب کشف نے اسکو صحیح بخاری کی حدیث کیون سمجھا۔ اور علامہ نے اسکے جواب مین صاف کیون نہ کہدیا۔ کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور بخاری مین اسکے موجود ہونے کا دعوی غلط ہے۔ یا اور اصولیون نے اسکو اس کتاب مین وارد کرکے اس سے کیون استدلال کیا۔

اسکا **جواب یہ ہے**۔ کہ جس شخص نے اس حدیث کو صحیح بخاری کی حدیث قرار دیا۔ یا کسی اور کتاب کی حدیث صحیح سمجھا۔ اسنے دوسرے سے سنی سنائی بات پر اعتماد کیا۔ بچشم خود حدیث کی کتابون کی طرف رجوع نہین۔ اور یہ امر غیر واقع و مستبعد نہین ہے۔ بہت ایسے اکابر گذرے ہین جنکو خاص خاص فنون کا تشغل و تعلق رہا ہے۔ جنمین انکو امامت کا درجہ حاصل ہؤا۔ دوسرے فنون کی طرف ان کو توجہ کرنے کا موقع نہین ملا۔ اور یہ امر ان کے رتبہ امامت مین جو خاص خاص فنون مین ان کو حاصل تھا۔ خلل انداز نہین سمجھا گیا۔

اس کی **تائید** مین ہم ایک عام شہادت پیش کرتے ہین۔ جو بمنزلہ اصول ہے۔ پھر ایک خاص شہادت پیش کرینگے۔ جو اس عام اصول کی تمثیل ہوگی۔

عام شہادت

تذکرۃ الحفاظ ملخص طبقات ذہبی مین نوح کی نسبت کہا ہے۔ کہ وہ جامع

نوح الجامع لجلالتہ فی العلم ترک حدیثہ وکذالک یتیحنہ مع عبادتہ فکم من امام فی فن مقصر عن غیرہ کسیبویہ مثلاً امام فی النحو ولا یدری ما الحدیث ووکیع امام فی الحدیث ولا یعرف العربیۃ وکابی نواس راس فی الشعر وہی مزجیرہ وعبد الرحمن بن مہدی امام فی الحدیث لا یدری ما الطب قط ومحمد بن الحسن راس فی الفقہ لا یدری ما القرأۃ کحمزۃ امام فی القرأۃ تالف فی الحدیث والنحو رجال یعرفون بہا (ملخص طفا ذہبی)

اور علم مین جلیل الشان تھا۔ متروک الحدیث تھا۔ اور بہت سے لوگ ایسے گذرے ہین۔ جو ایک فن مین امام تھے۔ دوسرے مین قاصر۔ جیسے سیبویہ نحو مین امام تھے۔ اور یہ نہ جانتے تھے۔ کہ حدیث کیا چیز ہے اور وکیع حدیث مین امام تھے۔ علم ادب نہ جانتے۔ اور ابو نواس شعر مین رئیس تھے۔ اور فنون سے عاری اور عبد الرحمن بن مہدی حدیث مین امام تھے۔ اور نہ جانتے طب کیا ہے۔

اور امام محمد بن حسن (شاگرد امام ابو حنیفہ رح) فقہ کے سر تھے۔ اور نہ جانتے علم قرأت کیا چیز ہے۔ اور امام حفص قرأت مین امام تھے۔ حدیث سے خالی۔ (چنانچہ کہا گیا ہے) لڑائی کے لئے مخصوص لوگ ہوتے ہین۔ جو اس سے پہچانے جاتے ہین۔"

خاص شہادت

مفسرین اور فقہا اصولین اپنی کتابون مین بہت سی ایسی احادیث لائے ہین۔ جو موضوع اور ضعیف ہین اور اس امر کو محدثین اور ان فقہا نے جنکو علم حدیث مین دخل ہے۔ بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طیبی شارح مشکوٰۃ فرماتے ہین۔ حدیثین وضع کرنے والے کئی قسم کے لوگ ہین۔ ازانجملہ بہت ضرر رسان دو لوگ ہین۔ جو زاہد کہلاتے ہین۔ انہون نے باسید خواب حدیثین وضع

والواضعون للحدیث اصناف واعظمہم ضررا من انتسب الی الزہد فوضع احتسابا ووضعت الزنادقۃ ایضا

جملاً ثم نهضت جهابذة الحديث
بكشف عوارها ومحو عارها والحمد لله
وقد ذهبت الكرامية والطائفة
المبتدعة الى جواز وضع الحديث في
الترغيب والترهيب ومنه ما روى
عن ابي عصمة نوح ابن ابي مريم انه قيل له
من اين لك عن عكرمة عن ابن عباس في
فضائل القرآن سورة سورة فقال اني
رأيت الناس قد اعرضوا عن القرآن
واشتغلوا بفقه ابي حنيفة ومغازي
محمد بن اسحاق فوضعت هذه الاحاديث
حسبة - وقد اخطأ المفسرون في ايداعها
في تفاسيرهم الا من عصمه الله ومما ادعوا
فيها انه قال صلى الله عليه وسلم حين قرأ
ومنوة الثالثة الاخرى تلك الغرانيق العلى
وان شفاعتهن لترتجى ولقد اشبعنا القول
في ابطاله في باب سجدة التلاوة وكذا ما اورده
الاصوليون من قوله اذا روي عني حديث
فاعرضوه على كتاب الله فان وافقه
فاقبلوه وان خالفه فردوه قال الخطابي
وضعه الزنادقة ويدفعه قوله

کی ہین۔ اور بعض زندیقون (چھپے مرتدون)
نے بہی حدیثین وضع کی ہین۔ پہر ماہرین
حدیث کہڑے ہوگئے اور انہون نے انکے
عیب کھولدیئے۔ اور اس ننگ کو جو اُن
احادیث کے سبب اسلام کو لاحق ہوا تہا۔
مٹا دیا۔ کرامیہ (معتزلہ کا ایک فرقہ ہے)
اور بعض بدعتی بھی ثواب کی رغبت
دلانے اور ڈرانے کے لئے حدیثون کو وضع
کرنا جائز سمجہتے ہین۔ اسکی ایک مثال وہ
ہے۔ جو ابو عصمہ نوح ابن مریم سے منقول
ہے۔ کہ اسکو کسی نے پوچہا۔ کہ تیرے پاس
جو فضائل قرآن مین عکرمہ عن ابن عباس
کی حدیثین ہین۔ یہ تو نے کہانسے لی ہین۔
تو اُسنے جواب دیا۔ مینے لوگون کو دیکہا۔ کہ وہ
قرآن کی طرف توجہ نہین کرتے۔ اور امام
ابو حنیفہ رح کی فقہ اور محمد بن اسحاق کے
جنگ نامون سے مشغول ہین۔ تو مین نے
خدا کے لئے یہ حدیثین از خود بنائین۔
بیشک تمام مفسرین* نے بجز اِن لوگون کی
جنکو خدا نے بچا لیا۔ خطا کی۔ کہ ان احادیث
کو اپنی تفاسیر مین نقل کر دیا۔ اور منجملہ

* جیسے واحدی زاہدی۔ بیضاوی وغیرہ مشاہیر مفسرین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انی قد اوتیت الکتاب وما بعدہ ویروی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ (رسالہ اصول طیبی)

موضوعات وہ حدیث ہے۔ جنکو مفسرین تفاسیر مین لائے ہین جسکا یہ مضمون ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم مین "ومنوۃ الثالثۃ الاخری۔ پڑہا۔ تو اُسکے بعد تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ۔ بھی اُنکی زبان سے نکل گیا۔ ہمنے اس روایت کے ابطال مین باب السجدۃ تلاوۃ مین بتفصیل بحث کی ہے۔ وازانجملہ وہ حدیث موضوع ہے جسکو اصولی اپنی کتابون مین لائے ہین۔ کہ جب کوئی حدیث مجہ سے روایت ہو۔ تو اسکو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ موافق ہو۔ تو قبول کرو۔ ورنہ رد کرو۔ خطابی نے کہا ہے۔ کہ اسکو چھپے زندیقون نے وضع کیا۔ اور اسکو آنحضرت کا یہ قول رد کرتا ہے۔ کہ مین قرآن دیا گیا ہون اور اسکی مثل (یعنی حدیث) اس مضمون کے اور بہت سے محدثین کے اقوال ہین۔ جنمین انہون نے ان احادیث موضوعہ کو نقل کرنے والے مفسرین کے حق مین کہا ہے فلیسو من اھل ھذا الشان۔ یعنے وہ لوگ فن حدیث کے اہل نہ تھے"

شیخ عبدالحق صاحب فقیہ و محدث دہلوی احادیث کتاب ہدایہ کی نسبت شرح سفر السعادت مین فرماتے ہین۔ "وکتاب ہدایہ کہ در دریار ما مشہور معتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے رحمہ اللہ علیہ در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ۔ غالباً اشتغال وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ است"

کادیانی شاید ان اقوال کے ذریعہ سے بھی عوام حنفیہ کو مشتعل کرے۔ اور یہ کہے کہ ان مین فقہا و اصولین کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے۔ مگر وہ یاد رکھے۔ کہ جیسے پہلے بہتان توہین امام ابو حنیفہ مین اسکو کامیابی ہوئی ہے۔ ویسی ہی اس اشتعال مین ہوگی۔ خواص علماء حنفیہ خوب جانتے ہین۔ کہ ان اقوال مین مفسرین

واصولین و فقہاء کی توہین نہین ہوتی - ہوتی تو اکابر حنفی علما امثال شیخ عبدالحق دہلوی کی زبان سے یہ اقوال نہ نکلتے -

(۲) شریک کی حدیث مین لفظ قبل ان یوحیٰ کا غلط ہونا - جو امام نووی سے کادیانی نے نقل کیا ہے - اسکا جواب نمبر ۱۱ جلد ۱۴ صفحہ ۳۱۳ مین منقول ہو چکا ہے - کہ یہ شریک کی غلطی نہین - بلکہ یہ معترضین کی غلطی فہم ہے -

وکم من عائب قولاً صحیحاً ٭ وآفتہ من الفہم السقیم ٭

(۳) حدیث اقض بینی وبین ہذا الکاذب - کا جھوٹا ہونا - جو کادیانی نے امام نووی سے نقل کیا ہے - اسمین کادیانی نے کذب وخداع سے کام لیا - اور اپنا دجال ہونا - ثابت کیا ہے - امام نووی ہرگز اسبات کا قائل نہین کہ یہ حدیث یا یہ الفاظ راوی کا کذب ہے - امام نووی نے صرف مازری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ان الفاظ کی کوئی تاویل نہو سکے - اور باب تاویل بند ہو جاوے - تو راوی کی طرف کذب منسوب کیا جائیگا - مگر آگے چلکر اسی مازری سے یہ بہی نقل کر دیا ہے - کہ جبکہ اس لفظ کا ثابت اور صحیح سمجھنا ضروری ہے - تو اس لفظ کی تاویل ہو سکتی ہے - اور اسکو بیان کیا -

اسمقام مین امام نووی کا پورا کلام نقل کیا جاتا ہے - تاکہ اُس سے ناظرین کو کادیانی کے کذب کا یقین ہو - اور اسکے دجال ہونے کی تصدیق -

امام نووی نے شرح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۹۰ مین کہا ہے - مازری نے

قال المازری ہذا اللفظ الذی وقع لا یلیق ظاہرہ بالعباس وحاش لعلی ان یکون فیہ بعض ہذہ الاوصاف فضلا عن کلہا ولسنا نقطع

کہا - یہ ایسا لفظ واقع ہوا ہے - جو بظاہر معنے حضرت عباسؓ کے مناسب حال نہین ہے - کیونکہ حضرت علیؓ کی شان اس سے پاک ہے - کہ یہ اوصاف

بالعصمة الا للنبی صلی الله علیه وسلم
ولمن شهد له بها لکنا مامورون
بحسن الظن بالصحابة رضی الله عنهم
اجمعین ونفی کل رذیلة عنهم
واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا
الکذب الی رواتها قال وقد حمل
هذا المعنی بعض الناس علی ان ازال
هذه اللفظة من نسخته تورعا عن اثبات
مثل هذا ولعله حمل الوهم علی رواته قال
المازری واذا کان هذا اللفظ لا بد من
اثباته ولم نصف الوهم الی رواته
فاجود ما حمل علیه انه صدر من
العباس علی جهة الادلال علی ابن اخیه
لانه بمنزلة ابنه وقال ما لا یعتقده
وما یعلم براءة ذمة ابن اخیه منه ولعله
قصد بذلک ردعه عما یعتقد انه مخطی
فیه وان هذه الاوصاف یتصف
بها لو کان یفعل ما یفعله عن قصد وان
علیا کان لا یراها الا موجبة لذلک
فی اعتقاده وهذا کما یقول المالکی
شارب النبیذ ناقص الدین والحنفی

انمین ہون۔ اور ہم کو بجز نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے یا اس شخص کے جسکے
حق مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
شہادت دی ہو۔ کسیکے معصوم
ہونے کا یقین نہین۔ ولیکن ہم
تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق
مین حسن ظن رکھنے اور اُن کی
نسبت برے خصائل کی نفی کرنے
سے مامور ہین۔ جب باب تاویل
بالکل بند ہو جاوے گا۔ تو ہم راوی
کی طرف کذب کو منسوب کرین گے
بعض لوگون نے اس لفظ کے
یہی معنے (ظاہری) سمجھے۔ تو
اپنے نسخہ سے ان الفاظ کو کاٹ
دیا۔ شاید اسنے یہ سمجھا ہو۔ کہ ان
الفاظ کے بیان مین راوی کو وہم
ہو گیا ہے۔ مازری نے کہا ہے۔
کہ جب کہ اس لفظ کا صحیح رکھنا
ضروری ہے۔ اور ہم راوی کو وہم
سے موصوف نہین کرتے۔ تو اسکی
عمدہ تاویل یہ ہے۔ کہ حضرت

ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک انسان نبوت ہی رکھتا ہے غرض تحدیث دونو رنگون سے رنگین ہوتی ہے اسلیے خدا تعالے نے براہین احمدیہ مین ہی اس عاجز کا نام محدث بھی رکھا ہے اور نبی بھی"

اور اسکے صفحہ ۴۹۷ مین لکھتے ہین کہ جیسے اسلام مین سر دفتر الٰہی خلیفونکا متفیل ہوئے ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا سرچشمہ اعلیٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسے بن مریم ہے جو اس امت کے لوگون مین سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہو گیا ہے۔ اور فرمان جلت آلاء المسیح ابن مریم نے اوسکو درحقیقت وہی بنادیا ہے وکان اللہ علی کل شئ قدیرا اور اُس آنے والا کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے متفیل ہونے کیطرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسے اپنے جمالی معنون کے رو سے ایک ہی ہین اسیکی طرف اشارہ ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط احمد ہی نہین بلکہ محمد بھی ہین یعنے جامع جلال وجمال ہین لیکن آخری زمانہ مین بر طبق پیشگوئی مجدد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا ہے۔

(۱۰)

انکا معجزات سے انکار کرنا اور انکو قانون قدرت کے مخالف سمجھکر ازقسم شعبدہ بازی و دستکاری و سمریزم قرار دینا

اپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ مین لکھتے ہین۔ یہی معجزہ کفار مکہ نے ہمارے سید اور

يعتقد انه ليس بناقص فكل واحد
محق في اعتقاده ولا بد من هذا التاويل
لان هذه القضية جرت في مجلس فيه
عمر رض وهو الخليفة وعثمان وسعد
وزبير وعبد الرحمن رضي الله عنهم
ولم ينكر احد منهم هذا الكلام مع
تشددهم في انكار المنكر وما ذلك
الا لانهم فهموا بقرينة الحال
انه تكلم بما لا يعتقد ظاهره مبالغة
في الزجر قال المازري وكذلك قول
عمر رض انكما جئتما ابا بكر فرايتماه
كاذبا اثما غادرا خائنا وكذلك
ذكر عن نفسه انهما راياه كذلك
وتاويل هذا على نحو ما سبق وهو
ان المراد انكما تعتقدان ان
الواجب ان نفعل في هذه القضية
خلاف ما فعلته انا وابو بكر فنحن
على مقتضى رأيكما لو اتينا ونحن معتقدان
ما تعتقدانه لكنا بهذه الاوصاف
(شرح مسلم صفحہ ۹۰ ج ۲)

عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت
علی رض کو اپنا بھتیجا بمنزلہ فرزند
سمجھکر یہ الفاظ زبان سے کہدیئے
ہین۔ مگر انکا یہ اعتقاد نہ تھا۔ کہ حضرت
علی رض ایسے ہی ہین۔ شائد ان کا
مقصود (اس الفاظ سے) یہ تہا۔
کہ حضرت علی اس خیال سے رُک
جاہین۔ جس خیال مین وہ حضرت
عباس رض کے نزدیک خطا پر تھے۔ اور یہ
مقصود تہا۔ کہ حضرت علی رض اگر دیدہ
دانستہ وہ خطا کرتے ہین۔ تو
ویسے ہین۔ گو حضرت علی اپنے خیال
مین ایسے نہ تھے۔ اسکی مثال یہ ہے۔
کہ کوئی مالکی مذہب شیرہ انگور یا کہجور
پینے والے کو ناقص الدین کہے۔
جسکو حنفی اپنے خیال مین ناقص
الدین نہین سمجھتا۔ اور ان دونون
مین سے ہر ایک شخص اپنے خیال
مین حق پر ہے۔ یہ تاویل ضروری
ہے۔ کیونکہ یہ مقدمہ حضرت عمر رض کے جو خلیفہ وقت تھے۔ اور حضرت عثمان
وسعد وزبیر وعبد الرحمن رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش ہوا۔ ان مین سے

کسی نے ان الفاظ پر انکار ظاہر نہ فرمایا۔ باوجودیکہ بری بات پر انکار کرنے مین ان کو تشدد تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہون نے بقرینہ حال یہ سمجھا۔ کہ وہ ایسے الفاظ بولتے ہین۔ جن کے ظاہری معنے مراد نہین لیتے۔ مازری نے کہا۔ ایسا ہی (یعنے اسی معنے سے) حضرت عمر رضہ کا ان دونون حضرت عباس وحضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو یہ کہنا ہے۔ کہ تم ابوبکر کے پاس آئے۔ تو تم نے اُنکو کاذب۔ گنہگار۔ غادر اور خائن سمجھا ایسا ہی اپنی نسبت انکا خیال بیان کیا۔ اس کے معنے بنابر تاویل مذکورہ بالا یہی ہین۔ کہ تم جب کہ یہ سمجھ رہے ہو۔ کہ معاملہ اراضی متنازعہ فیہا مین واجبی امر وہ تھا۔ جو تمہارا خیال ہے۔ تو اس کا یہ مقتضی ہے۔ کہ ہم تمہارے خیال مین کاذب۔ دغادر خائن ہین۔"

اس کلام امام نووی کو ناظرین انصاف سے دیکھین۔ اور داد انصاف دین۔ کہ امام نووی نے ان الفاظ کو راوی کا کذب قرار دیا ہے۔ یا انکی تاویل کرکے ان الفاظ کو صحیح وثابت ٹھہرایا ہے۔

یہ ہمنے تحریر ہشتم کادیانی کے اقوال تفصیلی کا اول سے نہم قول تک مطول تمثیل کذب ودھوکہ ظاہر کیا ہے۔ اس تفصیل سے کادیانی کا کذاب ودھوکہ باز ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ اور اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے۔ کہ آیندہ اقوال مین بھی اس نے اسی کذب ودھوکہ بازی سے کام لیا ہوگا۔

اسوقت ہمکو باقی اقوال تحریر مذکور پر بحث کرنے کے لئے نہ وقت ہے۔ اور نہ رسالہ مین جگہ۔ ناظرین کی اگر خواہش ہوئی۔ یا کادیانیون کی اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

قدر سے تسلی نہوئی۔ تو آئندہ کسی پرچہ مین باقی اقوال پر بھی بحث ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ باقی آئندہ سہی۔

نوٹ لائق ملاحظہ و یاد ہر یک ناظر و مناظر

جس شخص کو اسکا مقابل و مباحث چھاڑے یا پچھاڑے یا للکارے۔ وہ پھر اسکے مقابلہ کا مدعی ہو۔ یا اپنی حالت سے انکاری تو اسکو یہ خیال کرنا ضروری ہے۔ کہ اگر پھر اسنے چھاڑا۔ یا پچھاڑا یا للکارا۔ تو اسوقت اسکو اور لوگون کے سامنے جو پھر حاضر نہ تھے۔ دوبارہ ذلت اٹھانی پڑیگی۔ مگر یہ خیال اور دور اندیشی اسی شخص کو ہوتی ہو۔ جو کچھ حیا رکھتا ہو۔ اور جن کو نہ خوف آخرت اور نہ ننگ و حیا دنیا۔ وہ سو دفعہ لتاڑا اور چھاڑ کھاتے ہین۔ اور پھر مقابلے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہین۔ ہمنے بہت لوگ ایسے دیکھے ہین۔ جو مار کھائے جاتے ہین۔ اور مارنے والو کو کھتے جاتے ہین۔ کہ ایک دفعہ تو پھر مار اور دیکھ تماشا۔ اور وہ سر و سر لگائے جاتا ہو۔ مگر وہ اُس کہنے سے باز نہین آتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔ ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت۔ جسکا خلاصہ ترجمہ یہ مصرعہ ہے۔

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن ✦ آپ اگر کوئی پوچھے۔ کہ اسکا مصداق کون ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اشاعۃ السنۃ نمبر دوازدہم جلد چہاردہم دیکھو۔

کادیانیونکے نئے مباحثے[1]

اور

انکی تازہ گریز

بٹالہ کا مباحثہ اور اس سے ایک حواری کادیانی کی گریز

میان غلام احمد کادیانی کو لودہانہ۔ دہلی۔ پٹیالہ اور سیالکوٹ وغیرہ مین مباحثہ سے گریز و شکست کی ذلت پہچی تو وہ ناچار ہوکر اپنے مسکن قادیان مین خلوت گزین ہوئے۔ اور آیندہ بحث و مباحثہ سے بالہام و حکم الٰہی ممنوع (روکے گئے) ہوکر اس شعر کے مصداق بن بیٹھے ؎ زاہد نداشت تابِ وصالِ پری رُخان ٭ کنجے گرفت و ترسِ خدا را بہانہ ساخت مگر اسکے نادان حامی اور کوتاہ اندیش حواری اسکی اس پالیسی کو نہ سمجھے۔ اور اس کی دور اندیشی کی تہ کو نہ پہنچے۔ و بناءً وہ انکی عافیت و جان بری کو غنیمت نہ سمجھکر اُس ایک سال کی دبی ہوئی ذلت کو تازہ اور دوبارہ ظاہر کرنے سے خواستگار ہوگئے۔

---

[1] ۔ میان غلام احمد کادیانی اور اُنکے حواری منشی یا مولوی احمد حسن و حکیم نورالدین۔

اور اس مقولہ مشہورہ کی کہ نادان دوست دانا دشمن سے بدتر ہوتا ہے مصداق بن گئے۔
ازانجملہ ایک منشی یا مولوی[۱] محمد احسن صاحب امروہی ملازم معزول ریاست بھوپال ہیں۔
جو اوائل جنوری ۹۳ء مین کادیانی کے بعض مریدون اور حواریون مہر نبخش نمبردار بٹالہ
ضلع گورداسپور وغیرہ کی حمایت کی امید اور بھروسہ پر بٹالہ مین پہنچے اور میر امتیاز علیصاحب

[۱] اس ننگ و نزد پر ناظرین تعجب نہ کرین۔ مشہور تو وہ مولوی ہین۔ اور یہ ہم بھی انکو زمانۂ تالیف مصباح الادلہ مین انکے اس رسالہ کو انکے سینہ کے معلومات سمجھکر انکو مولوی کہہ چکے ہین۔ اور ان کی تعریف مین چند فقرات لکھہ چکے ہین۔ مگر انکی تحریرات حال سے۔ اور انکی بالمشافہ گفتگو سے انکار اور گھر سے سوال و جواب لکھکر لانے پر اصرار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مولوی (عالم) نہین۔ صرف منشی ہین۔ اور جو کچھ وہ سابقًا مصباح الادلہ وغیرہ مین لکھہ چکے اور حال مین لکھہ رہے ہین انکے سینہ کے معلومات نہین۔ بلکہ سفینہ کے منقوشات ہین۔ جنکو وہ جون تون کرکے قلم مین لاتے ہین۔ اور چونکہ یہ بات مشہور ہے۔ سہ علم در جلد خویش میباید + نہ کہ در جلد میش سے باید +
لہذا وہ اب ہمارے خیال مین مولوی (عالم) کہلانے کے مستحق نہین ہین صرف منشی کہلانے کا حق رکھتے ہین۔ کیونکہ اردو۔ فارسی یا کسی دوسرے شخص یا تراجم کی مدد سے عربی کتابون کی فہرستین دیکھکر ایسے مضامین اور مسائل نکال لینے اور انکو غلط یا صحیح عبارت و انشا مین لانے پر وہ قادر ہین۔ اور یہ امر شاید کسی کے نزدیک محل نزاع نہوگا۔ کہ اس طور پر کتابین دیکھکر کچھ لینا علمًا (مولویون) سے مخصوص نہین ہے یہ کام وہ لوگ بھی کرتے ہین جو اتنا نہین جانتے۔ کہ علم یا مولوی کیا لفظ ہے اسم ہے یا فعل اور اسکے لغوی معنے کیا ہین۔ اور اصطلاح مین کیا؟
اسکی تمثیل مین ایسے بہت اشخاص کو پیش کرسکتے ہین جنکو ہمارے مہربان منشی صاحب

منصف کے مکان پر انکی ہم وطن ہونے کی وجہ سے خیمہ زن ہوئے۔ اور جاہلون مین بیٹھکر کافر و یانی کے کفریات کو دین ثابت کرنے اور اسپر ھل من مبارز (کوئی ہے میدان مین نکلنے والا) کا نعرہ بلند کرنے لگے۔ خاکسار ان دنون اہتمام طبع رسالہ کے لئے لاہور مین تہا۔ ۱۴ جنوری کو ایک قومی ضرورت کے لئے امرتسر بھیجا تو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۴

ہی مولوی نہ کہینگے۔ اور معہذا وہ صاحب تصانیف ہین۔ انمجلہ ایک شخص شیخ محی الدین مرحوم تاجر کتب لاہور ہین جو بڑی بڑی ضخیم کتب خطف المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے شاگردون غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کرکے تمام ملکون مین شائع کرگئے ہین۔ اور ان تصانیف کو دیکر پنجاب سے باہر اور دور کے بلاد ہندوستان۔ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی۔ برہما۔ اسام۔ رنگون وغیرہ کے لوگ انکو مولوی و عالم سمجھتے ہین۔ اور درحقیقت وہ بیچارہ میزان منشعب بھی پڑہے نہ تھے۔ اور ماضی مضارع کے معنے نہ جانتے تھے اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور مانتے ہونگے۔ نہین جانتے تو لاہور اور امرتسر کے لوگون سے معلوم کرسکتے ہین۔ اور خود بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابوعبداللہ غلام علی قصوری مرحوم کو دیکھ سکتے ہین۔ اسمین مولوی صاحب مرحوم مقام تعریف کتاب مین اس امر کو جتا چکے ہین۔ اسٹیلو پر انکی تصانیف و تحریرات سابقہ اور تحریرات حال اور گریز از شفاہی مقال سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے۔ کہ آپ صرف منشی ہین۔ آپکی موجودہ تحریرات کی بذربانی اور بازاری دشنام دہی اور اپنی تحریر کے مطالب کو آپ کی نافہمی بھی بتا رہی ہے۔ کہ آپکو علم اور علوم سے کوئی تعلق نہین ہے۔ کسی نے کوئی عالم ایسا نہ سنا ہوگا۔ کہ وہ اپنے مخاطب کو جورو کی گالیان دے۔ ایک شخص نے کسیکو ماں کی گالی دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

تو وہان سے ایک شب کے لئے بٹالہ گیا۔ اور منشی صاحب کا یہ حال سُنکر اُنکے نام اس مضمون کا ایک رقعہ لکھا۔ کہ آپ بحث کرنا چاہتے ہین تو مجھسے کرین ورنہ بہان زبان کو بند رکھین۔ یہ رقعہ اُنھون نے ۱۶ جنوری ۹۷ء کو وصول کیا۔ مگر اسکا جواب شام تک نہ دیا۔ تو پھر ایک ریمنڈر (رقعۂ یاد داشت) بنام مولوی احمد علی صاحب

حاشیہ صفحہ ۳۵۵

اُسکو فرمایا۔ اِنَّکَ امرؤ فیکَ جاھلیہ یعنے تو ایسا آدمی ہے جسمین ہنوز جاہلیت پائی جاتی ہے۔" اور آپنے اعلام کے دوسرے حصہ مین اسخاکسار کو اس قسم کی گالی دی ہے۔ تو پھر آپ عالم نہ بابل کھلانے کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہین۔

تحریرات حال مین جو کچھ آپ لکھتے ہین اوسکا مطلب خود نہین سمجھتے۔ اعلام کے حصہ اول مین کادیانی کی تاویل حدیث نزول حضرت مسیح پر آپنے دس شواہد کو نقل کرکے کئی اوراق سیاہ کئے۔ مگر انصاف سمجھے کہ یہ شواہد اسی شخص کے مقابلے مین کارآمد ہین۔ جو تاویل کو مطلقاً ناجائز کہی۔ اور کسی حدیث مین تاویل کا قائل نہو۔ ان شواہد سے یہ ثابت نہین ہوتا۔ کہ جملہ نصوص نیشنگویون کی متضمن اول ہین یا ہونے چاہئین۔ یا خاص کر نیشنگویان متعلقہ نزول حضرت مسیح وغیرہ دجال ماؤل ہین۔ اس فہم پر آپ ایک رسالہ بنا کر رسالدار بن بیٹھے۔ اور یہ کہ رہے ہین۔ کہ ہم پانچون سوار دہلی سے آئے ہین۔" اور اس بے ساز و بے سامان رسالے کے ساتھ جنرل جرنل اشاعۃ السنۃ کا مقابلہ کرنے کو نکلے۔ اور اسکا جواب مانگ رہے ہین۔

حال مین جو آپنے خاکسار کے نام دو خط لکھے ہین انکو مطالب کو آپ کا نہ سمجھنا ناظرین کو ان کے خطون کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ اسصورت مین آپ مولوی کھلانے کے کیونکر مستحق ہو سکتے ہین۔ اس نافہمی اور بدزبانی پر اگر ہمارا منشی صاحب کہنا بھی ہمارا ایک احسان ہے۔

جو منصف صاحب کے مکان پر تھے روانہ کیا۔ اسکے جواب مین مولوی احمد علی صاحب نے لکھا۔ کہ آپکا رقعہ منصف صاحب کے سامنے مولوی محمد احسن کو سنایا گیا۔ انہون نے کہا۔ کہ مولوی محمد حسین کو لکھدو۔ وہ اپنے کام کا کیون حرج کرتے ہین۔ وہ لاہور کو جاوین۔ جواب بذریعہ ڈاک پہنچ جاویگا۔

دوسرے دن خاکسار مباحثہ سے مایوس ہوکر عازم لاہور ہوا۔ مگر مزید احتیاط کی نظر سے اُسدن یہی تین بجے کی ٹرین کے وقت ٹہیرا رہا۔ اور دس بجے صبح کے مولوی امام الدین صاحب حکیم کی زبانی بٹالہ کے سجادہ نشین سلسلہ عالیہ قادریہ فاضلیہ شاہ ظہور الحسین صاحب کی طرف اس مضمون کا پیام بہیجدیا۔ کہ آپ منشی محمد احسن سے دریافت کرین۔ کہ وہ مجہسے مباحثہ کرنا چاہتے ہین۔ یا نہین۔ چاہتے ہین تو مین عزم لاہور کو فسخ کرون ورنہ آج تین بجے کی ٹرین مین چلا جاؤنگا۔ اگر تین بجے سے پہلے میرے پاس منظوری مباحثہ کا پیام نہ پہنچا۔ مگر وقت روانگی ٹرین تک پیام نہ آیا۔ اور مین لاہور کو روانہ ہوا۔ میری روانگی بعد ۱۸ - ۱۹ - تاریخ جنوری کو منشی صاحب نے شاہ صاحب موصوف کو میرے خط کا جواب دیا۔ جسمین ناجائز اور مباحثہ کو ٹلانے والی شروط لگاکر۔ درپردہ مباحثہ سی انکار

بقیہ صفحہ ۳۵۶

آپکے اکثر حصے عمر کے شغل کو دیکہا جاتا ہے۔ تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ مولوی نہین۔ صرف منشی ہین۔ پہلے آپ ایک مدت تک رسالہ باڈی گارڈ ویسرائے کے منشی تھے۔ اور کام یہ تہا۔ کہ سوارون کو اُردو وغیرہ پڑہاتے۔ اسکے بعد سی آپ بہوپال مین ملازم رہے تو وہان بہی ایسا ہی منشیانہ شغل رہا۔ کہ زکوٰۃ کے مستحقین کے حساب و پرتال مین رہے۔ مولوی و عالم سے یہ جرأت نہین ہوتی۔ کہ اپنی عمر کا اکثر حصہ منشیانہ ملازمت مین صرف کری۔ پڑہنے پڑہانے وغیرہ علمی شغلون سی معطل رہی۔ باایں ہمہ اس خطاب منشی پر آپ آشفتہ خاطر ہون۔ اور مولوی کہلانے کی حرص رکہین تو بدزبانی سے تائب ہوکر میدان مین آوین اور اپنی تقریر سے علمی جوہر دکہاوین۔ پہر ہم آپکو مولوی (عالم) نہین بلکہ فاضل سمجہینگے اور فضیلت کا سرٹیفکیٹ دینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور بظاہر مستعدی کا اظہار تھا۔ اور زبانی یہ کہا۔ کہ آپ مولوی محمد حسین کو لاہور سے بلاویں۔ مین اُنسے مباحثہ کرونگا۔

وہ خط مجھے ۲۰۔ جنوری کو لاہور مین ملا جسکا جواب مین نے ۲۰۔ جنوری کو روانہ بٹالہ کردیا۔ اور انمین ناجائز شرط منشی صاحب کی ترمیم۔ اور جائز شروط کو تسلیم کرکے بٹالہ مین مباحثہ کے لئے حاضر ہونا منظور کیا۔ وہ خط ۲۱۔ جنوری کو بذریعہ شاہ صاحب موصوف منشی صاحب کو مل گیا۔ پر ۲۲۔ جنوری ۱۸۹۶ء کو خاکسار اسی ضرورت قومی کے لئے امرتسر مین پہنچا۔ تو وہان شاہ صاحب کے فرستادہ اپنے بھائی شیخ محمد عمر کو جو صرف میری طلبی کے لئے بٹالہ سے آئے تھے۔ موجود پایا۔ تو ائیدن امرتسر سے فارغ ہوکر بٹالہ پہنچ گیا۔ خاکسار کے پہنچنے پر منشی صاحب کو دعوی مباحثہ بھول گیا۔ جیسے کابلی افغان کو دیکھکر ہندی کو فارسی بھولجاتی ہے۔ اور دو دن تک میرے خط کا جواب نہ دیا۔ ۲۴ کو جواب بھیجا۔ تو وہ اس مضمون کا تھا۔ جسمین اپنی ناجائز شرط پر اصرار۔ اور ہماری جائز شروط کی تسلیم سے انکار۔ اور اس آڑ مین مباحثہ سے انکار بایا جاتا تھا۔

اس خط کو دیکھکر خاکسار پھر مباحثہ سے مایوس ہوا۔ اور لاہور کو تیار ہوگیا۔ مگر ۲۵۔ جنوری ۱۸۹۶ء کو شاہ صاحب موصوف کی طرف سے چند علما (مولوی فخر الدین صاحب مدرس سکول۔ مولوی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ۔ مولوی امام الدین صاحب حکیم۔ مولوی احمد اللہ صاحب صوفی وغیرہ) کا ڈیوٹیشن یہ پیام لایا۔ کہ آپ آج لاہور کا قصد نکرین۔ بلکہ جمعہ تک یہان قیام کرین۔ جمعہ تک مولوی احمد حسن صاحب مباحثہ کے لئے مستعد نہوئے۔ تو مین جمعہ کے مجمع عام مین اعلان کردون گا۔ کہ مولوی احمد حسن صاحب مباحثہ سے انکار کرتے ہین پھر آپ روانہ لاہور ہون۔ اور ادھر منشی صاحب کو مباحثہ کے لئے تقاضا کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ مین چار ہزار روپیہ کی ضمانت تحریر کردیتا ہون۔ اگر آپکو مجلس مین کسی قسم کا خوف ہو۔ مگر منشی صاحب نے مجلس مین آنا منظور

نہ کیا۔ اور ایک طولانی خط اس مضمون کا کہ "مرزا صاحب کو دعوئ نبوت نہین" ان کے پاس بھیجدیا۔ اور اس کا جواب تحریری خاکسار سے طلب کیا۔ شاہ صاحب بھی جب آپسے مایوس ہوئے۔ تو انہون نے جامع مسجد مین تمام مسلمانون جمعہ پڑہنے والون کو جمع کیا۔ اور مجمع عام مین یہ کھدیا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب کا مین ممنون ہون کہ وہ میری درخواست پر لاہور سے آئے۔ اور انہون نے اپنا کاروبار کا حرج کرکے اتنے دن بٹالہ مین قیام کیا۔ مگر مولوی محمد احسن صاحب مباحثہ کے لئے مجلس مین نہ آئے۔ باوجودیکہ مین چار ہزار روپیکی ضمانت بھی دینے کو حاضر تھا۔ اب میری طرف سے مولوی محمد حسین صاحب کو لاہور جانے کی اجازت ہے۔

اسکے بعد شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ ظہور الحسن صاحب کھڑے ہوگئے۔ اور مظہر ہوئے۔ کہ مین آج صبح کے وقت منصف صاحب کے مکان پر مولوی محمد احسن صاحب سے ملا تھا اور انسے کہا۔ کہ آپ مباحثہ کرنا نہین چاہتے۔ تو بالمقابلہ ایک مجلس مین وعظ ہی کرین۔ پہلے ایک صاحب (آپ خواہ مولوی محمد حسین صاحب) وعظ کرین۔ پھر دوسرے صاحب۔ اس ہی حاضرین کو خود بخود معلوم ہو جائیگا۔ کہ حق پر کون ہے۔ اور اس امر کو مولوی محمد احسن صاحب نے منظور کر لیا ہے۔ لہذا آپسے درخواست کی جاتی ہے۔ کہ آپ دو روز (شنبہ اور یکشنبہ کا دن) بٹالہ مین اور رہین۔ اور ہماری مسجد مین بالمقابلہ وعظ کرین۔" اس درخواست کی اور معزز لوگون نے جو حاضر مجلس تھے (جیسے شیخ مہر علی صاحب و شیخ امیر بخش صاحب وغیرہ وغیرہ انے بھی تائید کی جسکا ساتھ آخر تک شاہ صاحب سجادہ نشین بھی متفق ہوگئے۔ خاکسار نے اس درخواست کو منظور کیا اور بالاتفاق یہ قرار پایا۔ کہ تقریرین تین ہون جس شخص کی پہلی تقریر ہو۔ اوسکی آخری ہو۔ اور دونون مین دو مسئلون پر بحث ہو۔ اول یہ کہ آیا نے نبوت کا دعوئ کیا ہے یا نہین۔ دوم یہ کہ وہ مسیح موعود ہین یا نہین۔ جسکے ضمن مین حیات و ممات مسیح سے بھی بحث ہو۔

+ سب مسلمانون مختلف گروہون کو ایک جگہ جمعہ پڑہنے کا اتفاق اس سے پہلے بٹالہ مین نہوا تھا۔

مولے حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگا تھا کہ آسمان پر ہمارے روبرو چڑہین اور روبرو ہی اوترین اور اُنہین جواب ملا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ یعنے خدا تعالیٰ کی حکیمانہ شان اس سے پاک ہے کہ ایسے کہلے کہلے خوارق اس دارالابتلا مین دکہاوے اور ایمان بالغیب کی حکمت کو تلف کرے اور **آپنے ازالہ کے صفحہ ۶ وصفحہ ۷** مین آپ لکہتے ہین مشابہت کے لیے مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہین (یعنے کادیانی سے) اِس بارے مین ابہی بیان کر چکا ہون کہ **احیائی جسمانی کچہ چیز نہین**[1] احیائے روحانی کے لیے یہ عاجز آیا ہے اور اُس کا ظہور ہوگا ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کامون کو اون حواشی سے الگ کر کے دیکہا جائے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گہڑے گئے ہین[2] تو کوئی اعجوبہ نظر نہین آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگویون پر جسقدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہین مین نہین سمجہ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریون مین کبہی ایسے شبہات پیدا ہوئے[3] ہون۔ کیا تالاب کا[عہ] قصہ مسیحی معجزات[4] کی رونق دور نہین کرتا؟ اور پیش گویون کا حال اس سے بہی زیادہ تر ابتر[5] ہے۔ کیا یہ بہی کچہ پیشگویان ہین کہ زلزلے آئینگے۔ مری

---

[1] یہ فقرہ بہت توجہ ناظرین کی لائق ہے۔ اسی غرض سے اسکو بقلم جلی لکہا گیا۔

[2] یہ فقرہ بہی توجہ ناظرین کے لائق ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ جن معجزات کو مسیح کیطرف مسلمان منسوب کرتے ہین وہ مفتریات ہین مسیح سے وہ معجزات سرزد نہین ہوئے۔

[3] یہ بہی لائق توجہ ہے اسمین صاف تصریح ہے کہ سب نبیون کے معجزات و خوارق محل شبہات ہین مگر مسیح کے سب سے زیادہ۔

[4] ناظرین! دیکہو یہ کیسی صریح نفی معجزات مسیح ہے۔

[5] ناظرین! خدا کے لیے توجہ کرنا۔ اصیل مسیح کی پیشگویون کا حال ابتر اور اُسکے مثیل کی جو ظلیت

عہ تالاب کا حال آپ کی عبارت منقولہ صفحہ ۴۱ رسالہ مین ہے۔

دوسرے دن بہت سے مسلمان حسب قرارداد روز جمعہ شاہ صاحب کے مکان پر جمع ہوئے۔ پولیس کے ملازم بھی حفاظت کرنے آگئے۔ خاکسار کی طرف سے بھائی صاحب شیخ محمد عمر حصول اجازت حاضری خاکسار کو لئے پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ منشی محمد حسن صاحب نہیں آئے انکو تابعین اور کادیانی کے حواری جو اس مجلس میں تھے۔ یہ بولے کہ اگر شاہ صاحب یہ وعدہ کریں۔ کہ ہم اپنے مکان کو مقفل کرکے رکھیں گے تو مولوی محمد احسن صاحب آتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس امر کو بھی منظور کیا اور انکو یہ وعدہ دیکر منشی صاحب کی طرف روانہ کیا۔ مگر منشی صاحب نے آنے یہانتک کہ انوار کا دن بھی گذر گیا۔ پھر خاکسار شاہ صاحب سے اجازت سفر لاہور کا خواستگار ہوا۔ تو شاہ صاحب نے ایک خط اور منشی صاحب کے نام روانہ کیا۔ جسکے جواب میں انہوں نے شاہ صاحب کے نام اس مضمون کا خط لکھدیا۔ کہ آپ اس معاملے سے علیحدہ ہو جاویں میں مولوی محمد حسین صاحب سے لاہور میں مباحثہ کرونگا۔

لو تر کی تمام ہوئی اور بحث ختم ہوئی۔ جسپر شاہ صاحب سجادہ نشین نے خاکسار کو دوبارہ رخصت کیا۔ تو خاکسار ۱۴ کو لاہور پہنچا اور بٹالہ کے کس و ناکس کو معلوم ہو گیا۔ کہ منشی (یا مولوی) محمد احسن نے مباحثہ سے گریز کیا۔

ذیل میں وہ مراسلت نقل کیجاتی ہے جو خاکسار اور منشی صاحب میں ہوئی

رقعہ اول منجانب خاکسار

۱۷ جنوری ۹۳ء نمبر ۹

مولوی (یا منشی) محمد احسن صاحب امروہی

سلام علی من اتبع الھدی۔ میں نے سنا ہے۔ کہ آپ بٹالہ میں بیٹھکر کادیانی کے مسیح موعود ہونیکا دعوے کر رہے ہیں۔ اور ھل من مبارز کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ آپکو اس دعوی کے اثبات یا دعوی وفات مسیح کے اثبات کا حوصلہ یا کسی عقیدہ کفریہ کادیانی کے اثبات کا دعوی ہے۔ تو ابھی خاکسار کے مکان پر تشریف لاوین یا جسے جس کے

مکان پر آپ چاہین بلالین۔ اور اپنے دعاوی کو ثابت کرین۔ ورنہ بٹالہ مین ان دعاوی سے اپنے مُنہ کو بند رکہین۔ (ابو سعید محمد حسین)

اسکا جواب منجانب منشی محمد احسن صاحب

اسکے جواب مین جو منشی صاحب کا خط ۲۰ تاریخ کو بذریعہ ڈاک مجھے لاہور مین ملا وہ بہت طول وطویل ہے و معہذا مطاعن کا مجموعہ لغویات کا ذخیرہ تمسخر کا گلدستہ بدتہذیبی کا خاکہ ہے لہذا ہم اسکو بتمامہ نقل کرنا مناسب نہین سمجھتے۔ اوسکے بعض الفاظ پر ہم کچہ اور کارروائی بہی کرنا چاہتے ہین۔ ان الفاظ کو ہم خود ہی شائع کرین تو ہمارا وہ حق جاتا رہیگا۔ منشی صاحب اس خط کو بعینہ چہپوائینگے۔ تو ہمارے بیان کی تصدیق کرین گے اور ہمکو اس کارروائی کا موقع دین گے۔ ہم صرف اوس خط کا آخری حصہ جو مضمون مباحثہ کے متعلق ہے بلاکم وکاست منشی صاحب کے بعینہا الفاظ سے نقل کرتے ہین۔

وہ یہ ہین

اَبْ اگر آپ چاہین۔ کہ اولاً مین حضرت مرزا صاحب کی مسیحائی ثابت کرون۔ تو آپ پر ضرور ہے۔ کہ جن اصول اور قواعد سے آپنے اس امت مرحومہ مین کسی ولی کو اولیائی گذشتہ سے مجدد تسلیم کرلیا ہو۔ اور وہ آپکے نزدیک صحیح الولائت و مُسلّم التجدید ہو گیا ہو۔ پس اون اصول کو مفصل بیان فرما دیا جاوے۔ تاکہ اونہین اصول کے رو سے مع شَئْیٍ زَاہِدٍ بلکہ مع شَئْیٍ اَزَید اس مجدد مختلف فیہ کی تجدید (جس کو حسب مسلک مذکورہ بالا مین مسیحا ابن مریم سمجھتا ہون۔ اور بعض احادیث صحیحین کا

ناپاس مسلک کا خلاصہ صفحہ مین مشتمل ہے

پورا مصداق جانتا ہون ثابت کرون۔ شرائط مباحثہ حسب ذیل ہین۔

شرط اول۔ فریقین مین سے کوئی شخص مجاز نہوگا۔ کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب بول سکے۔ ورنہ حسب تجویز حضرت منصف صاحب کے حضرت سجادہ نشین صاحب بحیثیت صدر انجمن اوسکی حکم ہوکر سزائے مناسب تجویز فرماوین گے۔

شرط دوم۔ جو مناظر کوئی تقریر شروع کرنا چاہے۔ بغیر اجازت صدر انجمن صاحب کے مجاز بولنے کا نہوگا۔ اور جب تک وہ اپنی تقریر پڑہ رہا ہو تو دوسرے مناظر کو خاموش رہنا واجب ہوگا۔ بعد ختم ہوجانے ایک مسلسل تقریر کے جو تحریر مین ضبط[1] کرکر پڑہی جاویگی۔ دوسرا مناظر حسب اجازت صدر انجمن صاحب کے اپنی تقریر شروع کریگا۔ سواء ہر دو مباحث کے تیسرے کسی شخص کو کسی جانب سے استحقاق بالمواجہ بولنے کا نہوگا۔

شرط سوم۔ برخواستگی جلسہ بحث برضائے مندی ہر دو مباحث فریقین عمل مین آویگی۔ بلا رضامندی ہر دو مناظرین جلسہ بحث برخاستہ نہوگا۔

شرط چہارم۔ حاضرین فریقین مین سے کوئی صاحب کسی باتمین اشارۃً یا کنایۃً یا استہزاءً کوئی دخل نہ دے سکیگا۔ اسکے ذمہ وار بھی صدر انجمن صاحب ہونگے۔

شرط پنجم۔ مراتب اول وہی رہینگی جو اصول فقہ اور نیز اصول حدیث مین مسلم اور مستحکم طور پر منضبط ہین۔ اور تعاریف مصطلحات علوم[2] مین مثل طلبہ علم کے گفتگو نہوگی

---

[1] ۔ یہ شرط اور شرط ششم بتا رہی ہے۔ کہ آپ ضبط تحریر سے پہلی تقریر پر قادر نہین پر بالمشافہ مباحثہ کی کیون حرص ہے۔ تحریرات کے واسطے امروہہ کا کافی نہین؟

[2] ۔ یہ شرط بتا رہی ہے۔ کہ علمی سوال سے آپ جی چراتے ہین۔ شاید اسیواسطے آپ تقریری مباحثہ سے گھبراتے ہین۔ یہ بساط ہے تو مباحثہ کا دعوی کیون اور کس غرض سے ہے؟۔

ایسے مباحث سے مقاصد ختم نہین ہوتے۔ مثلاً مین سوال کر بیٹھون۔ کہ نص کی کیا تعریف ہے۔ دوسرا سوال کرے کہ اقتضاء النص کی کیا تعریف ہے۔ یہ بحث جو موجب تسلسل ہے نہوگی۔ ہان البتہ اگر کسی بحث کا دار و مدار کسی اصطلاح پر قرار پا جاوے۔ اور مناظرین اسمین مختلف ہون۔ تو حسب اقتضاء صراط مستقیم اسکی تحقیق ہو سکتی ہے۔ کتب معتبرہ اصول کی طرف رجوع کرکے اس اختلاف کو دفع کیا جائیگا۔

شرط ششم ہر ایک تقریر تحریر مین ضبط کی جاویگی۔ اور ہر ایک کو یہ اختیار ہے۔ کہ کوئی مناظر اپنی تقریر کو۔ اول سے محرر کر لیوے[1]۔

شرط ہفتم۔ جن اقوال مرزا صاحب کو موجب تکفیر قرار دیا ہے۔ ان مین بھی بحث نہوگی کیونکہ میرے نزدیک وہ اقوال عین معارف و اسرار ہین۔ نہ موجب تکفیر۔ اسکا ثبوت اس عاجز نے رسالہ تحذیر المومنین عن اکفار المسلمین مین بخوبی کر دیا ہے۔ اور اگر فرض کیا جاوے۔ کہ وہ اقوال خطا ہین۔ تو بھی معفو عنہ ہین۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا مین داخل ہے۔ جنکو اللہ تعالی نے بحکم حدیث قدسی صحیح کے معاف فرما دیا ہے۔ حضرت منصور نے انا الحق کہا تھا۔ علماء معاصرین نے تکفیر کی دوسری قرن مین خود مکفرین غدار قرار دیئے گئے

؎ چون قلم در دست غدارے فتاد ✤ لاجرم منصور بر دارے فتاد ✤

اور ظاہر ہے۔ کہ مجدد کیواسطے یہ امر ضروری ہے۔ کہ کوئی فہم جدید لاوے۔ ورنہ اس کو مجدد کیون کہا جاتا

(محررہ ۱۷ جنوری ۹۳ء وقت شب محمد احسن امروہی نزیل بٹالہ)

---

[1] یہی نہوگا۔ اور سب کچھ ہوگا۔ تاکہ آپ صاحبون کے علم اور لیاقت کی حقیقت کھلی۔ آپ پہلی ضبط تحریر کے سوا مباحثہ نہین کر سکتے۔ تو بالمواجہ مباحثہ کی کیا ضرورت۔ اور اس سے کیا فائدہ امروہہ یا بھوپال مین بیٹھکر یہ کام نہین ہو سکتا ہان یہ فائدہ ہے اس ذریعہ سے الاونس (سفر خرچ) خزانہ کادیانی۔ یا (مطبخ حواریون) سے مل سکتا ہے۔ مگر ہر شخص اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے چونکہ ہمارا اسمین بڑا حرج ہے۔ لہذا نامنظور ہے۔

اسکا جواب منجانب خاکسار

اس خط کے جواب کے اول و آخر مین منشی صاحب کی زائد باتون کا جواب دیا گیا۔ اور ان کے مسیحائی اخلاق کا فوٹو دکہایا گیا تہا۔ اور چونکہ وہ اصل مطلب سے زائد امر تھا۔ لہذا اس کو چھوڑ کر مطالب متعلقہ کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

---

۲۰ جنوری ۹۳ء مولوی (یا منشی) محمد احسن صاحب نمبر ۳۹

سلام علی من اتبع الہدیٰ۔ آپکا خط مورخہ ۱۷۔ جنوری ۹۳ء آج لاہور مین ملا۔ + + + مجھے آپ کے دعویٰ مسیحائت کادیانی پر بحث کرنا بخوشی منظور ہے۔ لہذا برطبق آپ کی درخواست کے۔ کہ آپ پر ضروری ہے۔ کہ جن اصول اور قواعد سے آپنے اس امت مرحومہ مین سے کسی ولی کو اولیاء گذشتہ سے مجدد تسلیم کر لیا ہو۔ اور وہ آپ کے نزدیک صحیح الولائت اور مسلم التجدید ہو گیا ہو۔ پس ان اصول کو مفصل بیان فرما دیا جاوے۔ کہ انہین اصولون کی رو سے مع شئے زائد بلکہ مع شئے ازید اس مجدد مختلف فیہ کی تجدید۔ (جسکو سب مسلک ہالا مین مسیحا بن مریم سمجھتا ہون۔ اور بعض احادیث صحیحین کا پورا مصداق جانتا ہون) ثابت کرون مین اصول و علامات کو بیان کرتا ہون۔ جن کی رو سے مینے پہلے ولیون کو ولی سمجھا ہے۔ آپ ان اصول و علامات سے کادیانی کا

سلہ۔ اس مسلک کا (جو مین نے اپنے بیان کیا ہے) خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ آنیوالے مسیح سے آنحضرت صلعم کی صفات جمالیہ کا مظہر مراد ہے۔ نہ خاص مسیح بن مریم اسرائیلی اور ایسے مظہر بہت ہوئے اور ہونگے اسوقت کے مظہر و مسیح مرزا صاحب ہین جو حضرت مسیح بن مریم کی خود بود سیرت سے متصف ہو کر انکے [illegible]

ولی ہونا ثابت کرین۔ اور اگر ثابت نکر سکین۔ تو مجھسے ان ہی اصول وعلامات کی شہادت سے اسکے ولی ومجدد نہونے کا ثبوت لین۔

وہ اصول وعلامات درحقیقت ایک ہی وصف کمال ایمان واسلام ہے۔ مگر تفہیم عام کی نظر سے تین اصول وعلامات سے اسکی تفصیل کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو۔ کہ سب سے **پہلی** علامت ولایت اور اسکا **اصل اصول** یہ ہے۔ کہ مدعی ولایت کا اعتقاد کفر وبدعت سے پاک ہو۔ وہ ایسے امور کا معتقد نہو۔ جن کو اسلام نے کفر وبدعت قرار دیا ہے۔

دوسری علامت یا اصل یہ ہے کہ مدعی ولایت کا عمل مخالفت شریعت سے مبرا ہو۔ وہ اخلاق جمیلہ سے متحلی اور اخلاق رذیلہ سے متخلی ہو۔ اسکے ہاتھ پاؤن زبان وغیرہ حکم شریعت کے ایسے تابع ہون۔ کہ فرائض مقررہ نماز روزہ حج زکوۃ کے علاوہ نفلی عبادات مین سرگرم ہو کر حدیث لا یزال عبدی یتقرب بی بالنوافل۔ کا مصداق ہو۔ اور محرمات قطعیہ (کذب دہوکہ دہی۔ بدگوئی۔ مردم آزاری۔ مال مردم خوری) کے علاوہ مکروہات ومشبہات سے مجتنب ہو کر حدیث من اتقی الشبہات کا امتثال کرتا ہو۔

تیسری علامت یا اصل (جو پہلے دو اصلون کے فرع ونتیجہ لازمہ ہے) یہ ہے کہ مدعی ولایت کی ذات وصفات برکات الٰہیہ کے مظہر ومصدر ہون۔ اور اسکے ہاتھ پاؤن۔ کان۔ آنکھ حدیث حتی اکون سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا کا مصداق ہو جائے۔

سنہ ۱ و ۳۔ یہ دونو ایک حدیث کے ٹکڑے ہین جسکا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ یہانتک کہ وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے۔ پھر مین اسکے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ ہو جاتا ہون۔ جسکا لازمہ یہ ہے کہ اسکے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ وغیرہ حکم خدا کے تابع ہو جاتے ہین۔ اور وہ۔ وہ کام دیتے ہین۔ جو خدا کے کام ہین جب اللہ ان سے کام لینا چاہتا ہے۔

سنہ ۲۔ اس حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص محرمات کے علاوہ شبہات سے بھی بچتا ہے۔ وہ اپنے دین وآبرو کو بچا لیتا ہے۔

یہ علامات واصول ولایت ہین۔ اور اگر کوئی ولی ہونے کے ساتہ مجدد ہونیکا بھی مدعی ہو۔ تو اسکے لئے یہ شرط یا علامت ہے۔ کہ اس کے ہاتھ سے دین اسلام کے ان امور کا احیا و ترویج ہو۔ جن مین سستی واقع ہو چکی ہو۔ نہ یہ کہ وہ احداث کرے اور دین مین ایسی باتین نکالے۔ جو بعینہ یا ان کا اصل اصول قرون ثلاثہ مین پایا نہ گیا ہو۔

(۲) آپ کی جملہ شرائط منظور ہین۔ مگر شرط دوم و ششم مین اس قدر ترمیم مناسب ہے کہ پہلے تقریر ہو۔ پیچھے تحریر۔ اور اگر تحریر پہلے ہو۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ آپ کادیانی کی طرح جو چاہینگے خارج از مبحث لکھتے چلے جاوینگے۔ اور کوئی آپ کو روک نہ سکیگا۔ اور اس سے اصل مبحث چھوٹ جائیگا۔ اور شرط سوم مین یہ ترمیم ہو۔ کہ برخاستگی جلسہ منصف یا میر مجلس کی اجازت سے ہو۔ نہ فریقین کی اجازت سے۔ آپ کی اجازت کی شرط ہو۔ تو آپ جتنی دیر چاہین گے سوال سُنکر جواب کے لئے بٹھا رکھینگے۔ اور بحث کو کبھی ختم نہونے دینگے۔ کیونکہ آپ جب سے نوکری بھوپال سے معزول ہوئے ہین۔ بیکار و بے شغل ہین۔ اس صورت مین مباحثہ کے بہانہ سے بٹالہ مین آپ کا سالھا سال بیٹھے رہنا۔ اور منصف صاحب کے ماحضر کو غنیمت سمجھکر اسپر گذارہ کرنا بعید نہین ہے۔

شرط ہفتم۔ شاید بھول یا ذھول سے آپ کے قلم سے نکل گئی ہے۔ لہذا وہ بالکل فسخ کے لائق ہے[1] جب آپنے درخواست مذکورہ بالا مین اصول و قواعد شناخت ولی و مجدد کو مقرر کرانا چاہا ہے۔ اور ان اصول مین مدعی ولایت کا مومن کامل ہونا۔ کافر و مبتدع نہونا۔ داخل اور ایک امر لازمی ہے

[1] اس شرط کو آپ کی درخواست تقریری اصول شناخت ولی و مجدد کے ساتہ ملانے سے ناظرین کو ہماری دعوی کا صدق ثابت اور یقین ہو گا۔ کہ منشی صاحب اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ خود ہی تو ولی و مجدد کی شناخت کے لئے اصول مقرر کرنیکی درخواست کرتے ہین جسمین ولی و مجدد کے اعتقاد و عمل سے بحث و بیان ضروری ہے اور پہر خود ہی شرط ہفتم مین یہ کہتے ہین کہ مرزا کے عقائد سے بحث نہو۔ اور یہ نہین سمجھ سکتے۔ کہ پہر انکی ولایت و مجددیت سے کیونکر بحث ہو۔ افسوس یہ فہم اور یہ دعوی۔ کہ مین مولوی ہون۔ اور بحث کرنے کو آیا ہون۔ لاحول ولا قوۃ۔

تو پھر کادیانی کے عقائد کفریہ پر کیونکر بحث نہو۔ آپکا یہ کہنا۔ کہ میرے نزدیک وہ اقوال معارف واسرار ہین۔ نہ موجب کفر۔ بحث کی ضرورت کو نہین اٹھاتا بلکہ بحث کو واجب ٹھراتا ہے۔ آپ کادیانی کے ان اقوال کو معارف جانتے ہین۔ اور مسلمان ان کو کفر کہتے ہین۔ لہذا انمین بحث ہونا ازبس ضروری ہے۔ (ابو سعید محمد حسین)

اسکا جواب منجانب منشی صاحب

اس خط کا جواب بہی منشی صاحب نے بہت طول طویل طعن وتمسخر ولغویات سے پُر۔ پورے آٹھ صفحہ فرنچ پیپر مین دیا ہی۔ جو (۲۴۔ جنوری ۹۳ء کو ہمکو ملا) لہذا اسکی لغو اور بیہودہ اور زائد باتون کو چھوڑ کر اصل مطلب متعلق بحث کو نقل کیا جاتا ہے۔

وہ یہ ہے

آپ نے کسی مجدد خاص کا نام جو ان علامات اور اوصاف کے ساتھ ممتاز ومتصف ہو۔ ذکر[1] نہین کیا۔ جو مجھکو اس نظر کرنے کی گنجایش ملتی۔ کہ علماء معاصرین نے اُسکی تکفیر

---

[1] ناظرین: انصاف سے کہو مجھسے کسی ولی یا مجدد کا نام آپنے کب پوچھا ہے۔ یہ سوال نہ اس حصہ تحریر مین ہی جو ہمنے نقل کیا ہی نہ باقی تمام تحریر مین۔ منشی صاحب سچے ہین تو اس سوال کی عبارت نقل کرین۔ پہر کسی مجلس مین اپنے خط مین اسکی نشان دہی کرین۔ منشی صاحب آپنے صرف اصول شناخت ولی ومجدد مقرر کرانا چاہا تہا سو مقرر کر دیا گیا۔ اس اصول سے کادیانی کا ولی مجدد ہونا یا نہونا ثابت ہو سکتا ہی۔ اس امر کے لئے پچھلے ولیون مجددون کے نام بتانے اور کادیانی کا انسے موازنہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم یہ نہین چاہتے کہ کادیانی کا ولی مجدد ہونا انکے برابر یا انسے بڑہکر ثابت ہو۔ صرف یہ چاہتے ہین۔ کہ کادیانی کا کسی قسم کا (ادنی کیون نہو)

تفصیل کی ہے یا نہیں۔ لہذا یہ آپ پر ضرور ہے۔ کہ آپ اس مجدد کی تعیین فرماویں۔ اور اسکی مجددیت کے مدعی بنیں۔ تاکہ اُسکی تجدید میں بھی نظر کی جاوے۔ اور پھر اسکے معاصرین علما کی تضلیل و تکفیر وغیرہ پر بھی نظر ڈالی جاوے۔ اور پھر اسکا مقابلہ مجدد حال مختلف فیہ سے کیا جاوے۔ اور یہ بھی ضرور تحریر فرمایئے۔ کہ اس مجدد کا کمال ایمان و کمال اسلام آپ کو کیونکر متیقن ہوا۔ آیا آپکو اسکی تجدید اور ولایت کی نسبت وحی یا الہام ہوا ہے۔ یا کسی اور دلیل ظنی یا یقینی سے اسکے کمال ایمان اور اسلام و تا وفات اسکے تیقن حاصل ہوا۔ یا صرف حسن ظنی کے طور پر اسکی ولایت اور مجددیت کو مان لیا۔ وغیرہ وغیرہ میری غرض اصول اور قواعد سے بھی تھی۔ آپ تو اس غرض سے بہت ہی دور جا پڑے کیونکہ ولی مجدد کی جو علامات خاصہ تحریر فرمائیں۔ ان میں سے علامت اول تو بنزلہ امور عامہ

ولی مجدد ہونا ثابت کریں۔ اس امر کے لئے کچھ ضرورت نہیں کہ ہمارے اور انکے مجددوں کی ہم فہرست دیں اور انکو کمال ایمان و اسلام سے بحث کریں۔ اور انکے مکفرین و مخالفین کے اقوال میں نظر ڈالیں۔ آپ اس بحث و نظر سے بات کو دوسری طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ اس امر کا یقین رکھتے ہیں۔ کہ آپ کا دیانی کا مسلمان ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔ چہ جائے ولی ہونا۔

اس سوال و جواب کا یہی منشا ہے۔ تو پہلا نیز وہ سوال تقرری اصول شناخت ولی کیوں کیا تھا۔ اب تو اس سوال کے تکلیجہ میں آپ پھنس گئے ہیں۔ حکیم نورالدین صاحب تو مباحثہ لاہور میں ہمارے ۲۳ سوالات کے بعد ہماری قابو میں آئے اور بیدست و پا ہو کر جان چھڑا گئے۔ کہ اب ہم الزام سے بچ نہیں سکتے۔ اسیوجہ سے کہ رات رہو تو دانہ کو بھاگے۔ اور خوجت مع البار کے حلی سوا کی کار بنہ ہوئے آپ بھی ٹیڑھی تول سے خود پڑے ہیں۔ اور صرع۔ مرا خواندی و خود بدام آمدی کے مصداق ہو گئے۔ اب آپ نکلنا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپکو کب نکلنے دیتے ہیں۔ آن قطرہ بایران رسید۔

لہ۔ ہم دور جا پڑے یا آپ چوکڑی بھول گئے ہو گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں اسمیں کچھ نظر آوے

کے ہے۔ ادنی ادنی مؤمن مین پائی جاتی ہے۔ اندرین صورت مجدد دن کی کوئی انتہا ہی نرہیگی۔ اور پھر آپ کو جملہ عامہ مؤمنین کو مجدد ماننا پڑے گا۔ اس دائرہ کو اپنے بہت ہی وسعت دیدی۔ اور اگر اسکو بمنزلہ عرض عام کے کہا جاوے۔ اور شرط آخیر کو بمنزلہ خاصہ کی۔ تو پہر یہ گذارش ہے۔ کہ میرا سوال عرض عام سے نہین ہی۔ صرف اس علامت خاصہ سی سوال ہے۔ جس سے مجدد غیر مجدد سی ممتاز ہو جاوے۔ پہر طوالت کرنے کی کیا ضرورت تھی اب آپ پر واجب ہی۔ کہ جو آخر شرط مجددیت کی آپنے تحریر فرمائی ہی۔ اسکی تحقیق سے کسی خاص مجدد مین نوٹس دیجاوی۔ شرط دوم و ششم مین آپ کی ترمیم منظور[1] نہین۔ کیونکہ ان شروط مین جو طرفین کو مفید ہین آپکا کیا ضرر ہے۔ بالفرض والتسلیم اگر مین خارج از مبحث کچہ کہتا چلا جاؤنگا۔ تو پبلک اور عامہ خود سمجہ[2] لیوینگے۔

بقیہ صفحہ ۳۶۸

تو حاشیہ نمبر اول کو پڑہ لین۔ اب پچہتائے کیا ہوت ہی۔ چڑیان چگ گئین کہیت!! وقت گذر گیا۔ ایک کلام آپکی منہ سی نکل گیا۔ پہلے سے سوچا ہوتا ؎ مزن بے تامل بگفتار دم + نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم + بنطق آدمی بہتر ست از دواب + دواب از تو بہ ار نہ گوئی صواب +

[1] ۔ یہ ترمیم آپکو منظور نہین۔ تو پہر آپ کو مباحثہ بالمشافہ بہی منظور نہین۔ کیونکہ بالمشافہ مباحثہ کی صورت ہی یہی ہی۔ کہ فریقین زبانی سوال و جواب کرین۔ تحریرات گھر سے لکھ کر لائی ہون۔ تو پہر حاضری مجلس کی کیا ضرورت ہے۔؟ آپ کیون اودھر تشریف نہین لیجاتے۔

[2] ۔ بے شک سمجہ لینگے۔ مگر ہماری اوقات اور زر کا خون ہو جانے۔ اور ایک مدت کی بعد لدہانہ کے مباحثہ سی یہ نتیجہ نکلا۔ مگر بہت سا وقت لیکر اور طبع مباحثہ مین بہت سا روپیہ صرف کرا کر۔ جو ابتک پورا نہین ہوا۔ اسکا نقصان ہم دیکھ چکے ہین۔ لہذا اب کادیانی یا آپکے اس داؤ مین ہم نہین آئے۔ "لا یلدغ المومن من جحر مرتین" مومن ایک بل سی دو دفعہ نہین ڈسا جاتا۔

پڑیگی۔ لڑائیان ہونگی۔ قحط پڑینگے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جسقدر حضرت مسیح کی پیشگوئیان غلط نکلین۔ اسقدر صحیح نہین نکل سکین + اور اس کے صفحہ ۸ مین لکھتے ہین اس مقام مین زیادہ تر تعجب یہہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کرکے کہتے ہین کہ مین ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہین سکتا مگر یہہ ہی عوام الناس ایک انبار معجزات کا اون کیطرف منسوب کر رہے ہین نہین دیکھتے کہ وہ کیسے انکار کیے جاتے ہین۔ اور اسکے صفحہ ۳۰۱ مین لکھتے ہین دوسرے عقلی معجزات ہین جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہین جو الہام

کا مدعی ہے نہ نوعیت کا پیشگوئیون کا حال خوب تر۔ اس صورت مین آپ اصیل ہوئے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم آپ کا ظل و مثیل مگر شاید آپ بیان دعوے مین بھول گئے ہین ایک ہی وقت مین اصیل نیز مثیل۔

۵ ۔ جس نبی کی ایک الہامی پیشگوئی غلط نکلے اوس کے الہام اور وحی اور نبوت کا کچھ اعتبار نہین ہے۔ بنا علیہ آپکا حضرت مسیح کی پیشگوئی کو غلط کہنا مدعا پر وہ آپکی نبوت سے انکار ہے۔

یہان تو آپ نے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات (پیشگوئین) پر وار کیا ہے۔ مگر اپنے ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ مین اس وار اور طعن مین چار سو اور نبیون کو بھی شامل کرلیا ہے۔ چنانچہ بحوالہ کتب یہود و نصارے جنپر اہل اسلام کے نزدیک اعتبار ملال نہین یہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کیموت مین چار سو نبی نے اسکی فتح کی بارہ مین پیشگوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکلی۔ اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان مین مرگیا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کیطرف سے تھا نہ کہ فرشتہ کیطرف سے نہ تھا۔ اور ان نبیون نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا۔"

اس بیان کی تائید مین اپنے قرآن کی ایک آیت کو اس حصہ مین جسمین ذکر ہے کہ جھوٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کہ اسکی تحریر خارج از بحث اور لغو ہے۔ جیسا کہ مباحثہ لودہانہ وغیرہ مین سمجھا گیا۔ یہ امر تو آپکو اور مفید ہو جاویگا۔ نہ مضر۔ آپکو اسکا اندیشہ کیون ہوا۔ آپ کچھ اندیشہ نہ کیجئے۔ اور اس شرط کو پورے طور پر تسلیم کر لیجئے۔ اور شرط سوم مین جو آپنے ترمیم کی ہے۔ وہ بھی ہرگز منظور نہین[1]۔ کیونکہ اختتام یا اجرا بحث کا اختیار جیسا کہ مجکو۔ اس شرط سے حاصل ہے۔ آپکو بہی[2] حاصل ہے۔ پہر آپکو طوالت بحث کا خوف کیون پیدا ہوا ہے۔ آپکو اختیار ہے۔ کہ جب آپ چاہین بحث کو ختم کر دین۔ طوالت مین نہ پڑین۔ + + + شرط ہفتم کے رد و انکار مین جو آپ تحریر فرماتے ہین۔ کہ مرزا صاحب کی تکفیر اور عقائد کفریہ مین بحث کرنا واجب ہوگا۔ اور اس بحث مین اسکا ذکر و تذکار بنا بر تکفیر وغیرہ ضروری ہے الخ

اقول۔ مولوی صاحب اولاً آپنے[3] شیخ العرب والعجم کو ہی اس نسبت الحاد سے بچائے کیونکہ

---

۱ و ۲ ۔ آپ یہ بات کہنے مین بہولتے ہین۔ یا اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔ آپنے شرط سوم مین ہر ایک فریق کو اختتام بحث کا اختیار نہین دیا۔ بلکہ ہر دو فریق کو جسکے معنے ایک اردو خوان بہی (جو لفظ "ہر یک" اور لفظ "ہر دو" کے معنے مین فرق سمجھ سکتا ہے) یہی سمجھتا ہے۔ کہ جب تک دونو فریق کا اختتام بحث پر اتفاق نہو بحث ختم نہو اور آپسے امید نہین۔ کہ کبھی اختتام بحث پر راضی ہون۔ کیونکہ اس بحث مین الاونس ملنے کی امید ہے۔ چنانچہ پہلے بہی حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۳۶۲ مین معروض ہوا۔ لہذا پر ضرور ہے۔ کہ اختتام بحث منصف یا میر مجلس کے اختیار مین ہو۔ آپ اس امر کو منظور نہین کرتے تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپکو بحث ہی منظور نہین۔ پہر اس نافہمی آپنے لفظ اردو کی

۳ ۔ اسوقت حضرت شیخ العرب والعجم کی نسبت اقوال مخالفین سے کیا بحث ہے۔ کیا حضرت شیخ الکل کو آپنے غلام احمد کادیانی سمجھ لیا۔ یا آپنے ان کی ولایت یا مجددیت کا دعوی پیش کیا ہے۔ یا آپکے سامنے کادیانی کے کفر کے ثبوت مین حضرت شیخ الکل کا کوئی

ساتھ دعوے مولویت و مباحثہ۔ لاحول ولا قوۃ۔

تہوڑی ہی مدت منقضی ہوئی ہے۔ مرا یاد و ترا فراموش۔ کہ اکثر علماء عرب و عجم حضرت ممدوح الشان کے الحاد و زندقہ و کفریات و لامذہبی پر فتوی لگا چکے ہین"۔ اس کے بعد اپنے جامع الشواہد کی عبارات اور مدار الحق کی تقریظات کی نقل سے آپنے خط کے تین صفحے اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کئے ہین۔

ہمنے اس جواب کا انکو کچہ جواب نہین دیا۔ اور نہ آیندہ جواب دینے کا ارادہ ہے۔ اس خط سے جو منشی صاحب کی بے علمی اور نافہمی اور گریز از مباحثہ ثابت ہے۔ وہ عیان ہے۔ اور جو نہ سمجہے وہ ہمارے حواشی متعلقہ جواب مذکور سے سمجہ سکتا ہے۔ کہ یہ جواب خود اپنا جواب ہے۔ یہ کسی اور جواب کا استحقاق و ضرورت نہین رکھتا۔

شاہ صاحب سجادہ نشین بٹالہ نے منشی صاحب کا یہ جواب پڑہا۔ تو اسکو گریز از مباحثہ سمجہا۔ و بناءً علیہ متعدد خطوط اور وسائل سے منشی صاحب کو سمجہایا۔ اور الزام دیا کہ آپ ناجائز شروط پر اصرار کرتے ہین۔ اور اپنے مقابل کی صحیح ترمیم کو نہین مانتے اور مباحثہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۰

قول پیش کیا ہے؟ ابہی تو ہمنے اصول شناخت ولی و مجدد کو بیان کیا ہے۔ جب ہم اس اصول سے فروع نکالینگے اور اس اصول کی شہادت سے حضرت شیخ الکل کا ولی و مجدد ہونا ثابت کرینگے یا حضرت شیخ الکل کا قول کادیانی کے کافر ہونیکے ثبوت مین پیش کرنا چاہینگے۔ تب آپ اس بات کے پیش کرنے اور اس کی تائید مین تقریظات و شہادات جامع الشواہد و مدار الحق وغیرہ سے استدلال کرنیکے مستحق ہونگے۔ اور اسیوقت ہم انکا جواب دینگے اور ثابت کر دکہائینگے کہ جس شخص نے حضرت شیخ الکل کی جناب مین کوئی گستاخی کی ہے۔ اسنے خطا کی۔ ابہی تو آپکے اس سوال کا کوئی موقع و محل نہین۔ منشی صاحب آپ ہوش مین آوین۔ آپ کہانسے کہانیکو بہاگے پہرتے ہین۔ آپکا یہ سوال صاف بتا رہا ہے۔ کہ یا تو آپ ہوش مین نہین اور اپنی کلام کا مطلب خود نہین سمجہتے۔ یا دیدہ و دانستہ بحث کو دوسری طرف لیجانا اور اصل بحث سے جان چہڑانا چاہتے ہین اور اس برتے پر یہ دعوے کہ مین مولوی ہون۔ اور بٹالہ مین بحث کے لئے آیا ہون شرم شرم شرم۔

سے گریز کرتے ہین۔ مگر منشی صاحب نے منظور نہ کیا۔ اور دو تین خطون مین اپنی ان ہی ناجائز شرطون اور خارج از مبحث باتون پر اصرار کیا۔ ایک آپنے خط اسی شاہ صاحب مورخہ ۲۵۔ جنوری مین وہ لکھتے ہین۔

"میری مراد اختتام بحث سے یہ تھی۔ کہ انجام کار تمامی بحث فریقین کی اختیار مین رہیگی"

(۲) جلسہ مین تحریر نہو۔ تو پہلے سے غیر وقت مین سوائے وقت جلسہ بحث کی تحریر کر لیا جاویگا۔ اور اس محرر (لکھے ہوئے) کو جلسۂ بحث مین سنا دیا جاویگا۔

(۳) نمبروار۔ ایک ایک قول جو موجب کفر قرار دیا گیا ہے۔ معرض بحث مین لانا چاہئے لہذا مین امتحاناً۔ ایک ایسے قول کا جواب بطور نمونہ کے عرض کرتا ہون۔ جناب والا مولوی صاحب سے اسکا تصفیہ فرما لیوین (یعنے اسکا جواب ان سے لین) اس کے بعد تین صفحہ مین یہ مضمون لکھا۔ کہ کادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہین کیا (ناظرین ملاحظہ کرین۔ کہ یہ خط بھی ہمان اُش در کاسہ کا مصداق ہے۔ اسمین ان ہی شرائط پر اصرار کر کے بحث تحریری کی پٹڑی جمائی گئی ہے۔ کہ ہمارے جواب کادیانی کے نبی نہونے کے متضمن کا تحریری جواب دو) **ایک اور خط** ستائیس جنوری مین آپ لکھتے ہین۔ کہ صاحبزادہ صاحب اسبارہ مین گفتگو کر گئے ہین۔ اُن سے آپ دریافت کر لین۔ ایسا ہی ایک خط آپ نے ۲۹۔ جنوری کو شاہ صاحب کے نام روانہ کیا۔ **ان کے جواب مین شاہ صاحب نے** ان کے نام **دو خط** لکھے جو ذیل مین منقول ہین۔

پہلا خط

مولوی محمد احسن صاحب السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ آپکا نامہ والا پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا۔ یہ فقیر اولاً ایسی تحریری بحث کو تو فضول سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ تو آگے ہی فریقین کے رسائل مین ہو رہی ہے۔ جسکا اختتام الی ماشاء اللہ ہوگا۔ مگر آپکے دو دفعہ

لکھنے پر مختصراً جواب رقعہ ۲۵ - جنوری ۹۳ء اور رقعہ ۲۷ - جنوری لکھا جاتا ہی

جواب رقعہ اول - آپنے امر اول و دوم مین نہ میری منشا کو منظور کیا - نہ اپنی فریق مقابل کی ترمیم کو اختتام بحث فریقین کے اختیار مین رکھا جاوی تو بقول آپ کے مقابل کے جو فریق جب تک چاہیگا بحث کو لٹکائی رکھیگا - لہذا اسکا اختتام صدر انجمن کی رائے سی ہونا ضروری ہے - وہ وقت کافی مقرر کردیگا - جس فریق نے وقت مقررہ تک جواب ندیا - اس کو وہ شکست یافتہ سمجھکر مجلس کو برخاست کرے گا یا جب کوئی فریق خارج از مبحث باتین کرنے لگے گا - صدر انجمن اسکو شکست یافتہ سمجھکر جلسہ برخاست کریگا

۲ - گھر سے اگر کچھ لکھکر لانا ہو - اور اس تحریر کو پڑہنا ہو - تو گفتگو بالمشافہ کیا ہوئی - تحریرات فریقین گھر بیٹھے لکھ سکتے ہین -

۳ - گفتگو اقوال مرزا صاحب مین نمبروار ہوگی - اور پہلے اس کو پیش کرلیا جاوے گا - جسکو اپنی مدلل لکھا ہے - چنانچہ ہمنے آپکی تحریر[1] فریق ثانی کو دکھائی - وہ قبول کرتے ہین - کہ پہلے اسی مین بحث کرلی جاویگی - اگرچہ عیسے موعود ہونیکی بحث مقصود بالذات ہی -

جواب رقعہ دوم - مراتب بحث کی بابت تو حسب فہمید مرقوم ہو چکا ہے - جناب صاحبزادہ صاحب کا کہنا فریق ثانی نے بھی بخوشی قبول کیا ہے - اور یہ کہا - کہ تین تقریر سے زیادہ ہونے کا معمول نہین - جو صاحب پہلی تقریر کرے پیچھے بھی وہی کرے - صاحبزادہ صاحب نے اُن کی اس بات کو قبول کرکے آپکی طرف سی آج دس بجے کا وقت اجتماع کے لئے مقرر کردیا - چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب اس وقت مقررہ پر حاضر ہونیکو طیار ہین - لہذا مکلف اوقات گرامی ہون - کہ آپ اب جیسا چاہین - تعین مکان بحث اور تعیین شخص ذمہ وار بحث اور وقت بحث مولوی محمد حسین صاحب کی

---

[1] وہ خط جسمین آپنے کادیانی کے مدعی نبوت نہونے اور اسوجہ سی کافر نہونے کا ثبوت تحریر کرکے اسکا جواب تحریری طلب کیا

طرف براہ راست یا بواسطہ شخص مناسب کچھ بھیجیں۔ والسلام وعلیکم الاحتشام۔
(راقم ظہور الحسین مورخہ ۲۹ جنوری ۹۳ء)

دوسرا خط

مولوی محمد حسن صاحب السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔ آپکا خط مورخہ ۲۹۔ جنوری ۹۳ء پہنچا۔ مضمون فہمیدہ ہوا۔ مختصراً جواب مین ارقام ہے۔ کہ آپ جیسی بحث چاہین ویسی ہوسکتی ہے۔ مگر اگر آپ کسی جلسہ مین بالمشافہ تشریف نہ لاوین محض گھر بیٹھے تحریری بحث ہوتی رہے۔ تو ایسی بحث مین ہم لوگون کو آنا منظور نہین۔ کیونکہ یہ رسائل مین پیشتر شروع ہے۔ اور آگے بھی رہیگی۔ اسی لئے مولوی محمد حسین صاحب سے مسئلہ مندرجہ سابقہ کا جواب طلب نہین کیا گیا۔ اور فقیر نے تو یہ لکھدیا تھا۔ کہ پہلے بحث اسی سے شروع ہوگی۔ مگر اگر آپ پہلے اسکا جواب گھر سے لکھکر دینا چاہتے ہین۔ تو مولوی محمد حسین صاحب سے لکھوا کر بھیجدیا جاویگا۔ لاکن آپ پہلے تعیین مکان بحث اور وقت اور ذمہ دار و نیز حکم جو فیصلہ کنندہ تحریرات و تقریرات فریقین ہو تعین کرین کیونکہ اپنے صدر انجمن کو اس اختیار سے محروم رکھا ہے۔ اور یہ بھی سنا جاتا ہے۔ کہ آپ بٹالہ کے لوگون مین تشریف لانے سے خائف ہین۔ تو اس خوف کا ازالہ جسطرح خیال والا مین متصور ہو سکے۔ آپ ظاہر فرماوین۔ انشاء اللہ تعالےٰ ویسا ہی ہوجاویگا۔ نواگر عام جلسہ مین آپکا خوف کسیطرح زائل نہین ہوسکتا۔ تو جلسہ خاص مقرر کردیا جاوے۔ اسمین وہ لوگ ہون۔ جن کی تعداد طرفین سے پوری کیجاوے۔ اگر پھر بھی آپکا خوف زائل نہو۔ اور ہم لوگونکی کسی تسلی پر آپ مطمئن نہون۔ تو مجبوراً آپکا گریز از مناظرہ عموماً متیقن ہوگا۔ خلاصہ تکلیف وہی یہ ہے۔ کہ مختصر جواب در باب قبول یا عدم قبول مرقومات بالا بدست حامل ارسال فرماوین۔ تاکہ فردا جلسہ کا ہونا یا نہونا تعیین پاجاوے

سلہ یعنی وہی مسئلہ جو آپکو پہلے خط اسی شاہصاحب مین مرقوم ہے کہ کاذبانی مرعی نبوت نہین ہے۔ اور اسپر ہم دو کافر نہین۔

مکرر حکم مذکور موجودین بلدہ ہذا مین سے ہو۔ اور علوم حدیث فقہ و قواعد عربیہ و اصطلاحات منطقیہ سے مناسب واقفیت رکھتا ہو۔ فقط۔ والسلام تمّ الکلام۔

(راقم ظہور الحسین)

اسکے بعد شاہ صاحب سجادہ نشین نے ایک اور خط مین آپکو دعوت مناظرہ کی۔ اور اسمین یہ بات کہی۔ کہ مجھے ایسی تحریرات کے لئے ڈاک منشی ہونے کی ضرورت نہین (جسکا مدعا یہ تہا۔ کہ کاغذی گھوڑے آپ بذریعہ ڈاک خانہ بھی دوڑا سکتے ہین۔ بالمشافہ گفتگو کرنی ہو۔ تو مجھے وسیلہ بناوین)۔

اسکے جواب مین منشی صاحب نے جو آخری خط مورخہ ۳۰۔ جنوری ۹۳ء کو شاہ صاحب کے نام لکھا۔ اور اسمین مقام بٹالہ مین بحث کرنے سے گریز کو بخوبی ظاہر کیا ہے۔ اس خط کا اول اور آخر کو بحذف زوائد نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مخدوم و مکرم حضرت مولوی سید ظہور حسین صاحب سجادہ نشین بٹالہ شریف دام امجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ بلا تاریخ و بغیر زینت دستخط مبارک و مہر شریف وقت شب کے صادر ہوا تھا۔ بسبب نہونے دستخط وغیرہ کے جواب لکھنے مین تردد رہا۔ مگر اب زبانی منشی محمد امین وغیرہ کے معلوم ہوا۔ کہ وہ عنایت نامہ حسب منشاء عالی ہی لکھا گیا ہے۔ + + + احقر نے تو جناب والا کو اپنا وسیلہ کیا تھا۔ تاکہ کوئی مخالفین مین سے کوئی امر غیر تہذیب اس عاجز کے ساتھ ارتکاب نکر سکے۔ کیونکہ جناب اس شہر کے رئیس ہین اور یہ عاجز مسافرانہ وارد ہے۔ مگر جناب والا نے عنایت نامہ سابق مین ارشاد فرمایا۔ کہ ایسی تحریرات کے ڈاک منشی ہونیکی ضرورت نہین۔ لہذا عرض ہے۔ کہ اب بلا توسل جناب والا کے براہ راست ہی مولوی صاحب سے سلجھ لیا جاویگا۔ اب اولجہاد تو پڑہی گیا ہے۔ دیکھئے یہان سلجھے یا لاہور مین۔ ؎

سلجھے گا کیونکر دیکھئے دل زلف یار سے ٭ بیطرح اسمین اوس مین ہی الجھاؤ پڑ گیا ٭

مطالبات علیحدہ کاغذ پر ثبت ہین۔ یہ مولوی صاحب کی خدمت مین ارسال فرمائے جاوین۔ والسلام خیر ختام۔ (احقر الزمن محمد احسن ۳۰ جنوری ۹۳ء)

ہمارے بیان صدر مین اور منشی صاحب اور شاہ صاحب کے خط مین صاحبزادہ صاحب ظہور حسن کی مداخلت و تعلق کا بیان ہوا ہے۔ لہذا بعض واقعات کے متعلق صاحبزادہ صاحب کی شہادت پیش کرنی ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ آپ منصف صاحب کے نام رقیمہ ذیل تحریر کرتے ہین۔ جو بڑے شاہ صاحب سے ہمکو وصول ہوا ہے۔

٭ - وہ مطالبات یہ ہین۔ جنکی سرخی آپنے یہ رکھی تھی۔ مطالبات نیاز نامہ ۱۷۔ جنوری ۱۸۹۳ء بخدمت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ (۱) میری تحریرات کا جو بجواب اشاعۃ السنۃ لکھی گئی ہین۔ جواب کب ملیگا۔ (۲) اس امت کی کسی مجدد کی تعیین کیجاوے یعنے اسکا نام بتایا جاوے۔ (۳) خط ۲۰ جنوری ۹۳ء مین جو لفظ کشح عنان لکھا گیا ہے۔ اسکی تصحیح کیجائے (۴) وجوہ تکفیر کادیانی کا جو جواب مین نے خط ۲۵۔ جنوری اسی شاہ صاحب مین تحریر کیا ہے۔ اسکا جواب دیا جاوے (۵) جس شخص کی نسبت کفر کا فتویٰ بہت لوگون نے دیا ہو۔ اسکا فتویٰ کسی دوسرے کے کفر کے واسطے مسلم ہو سکتا ہے؟ شاہ صاحب نے اس پرچہ مطالبات کو اسپر عبارت ذیل لکھکر واپس کیا۔ "چونکہ ابلاغ کاغذ ہذا مخالف تحریر والا ہے۔ یعنی آپنے آج کے خط مین لکھ دیا ہے۔ کہ آپ کو تکلیف دینے ابلاغ تحریرات وغیرہ سے بری رکھا جائیگا۔ بلکہ بلا توسل آپکے مولوی صاحب سے سلجھ لیا جاویگا۔ تو پھر یہ ابلاغ فقیر کے کیونکر تفویض ہوا۔ لہذا واپس کیا جاتا ہے" فقط مورخہ ۳۰۔ جنوری ۱۸۹۳ء سید ظہور حسین سجادہ نشین۔

محب الفقرا جناب منصف صاحب دام عنایتکم

از خاکسار صاحب زادہ سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ

پہر جب منشی صاحب بٹالہ سے ناکامی کے ساتہ لاہور پہنچے۔ اور لوگونکی طرف سے پہر خاکسار کے ساتہ مباحثہ کرنے کے لئے مجبور کئے گئے۔ تو آپنے بقول شخصے "عصائے پیر بجائے پیر" پہر وہی پرچہ مطالبات شاہ صاحب کا واپس کیا ہوا میان محمد ابراہیم صاحب سوداگر پشمینہ کے ہاتہ بدرخواست جواب بہیجدیا۔ مینے اسکے جواب مین کہا کہ یہ رقعہ میرے نام کا نہین۔ منشی صاحب میرے نام کا رقعہ تحریر کرین۔ اور اسمین یہ مطالبات درج کرین۔ تو مین انکا جواب دونگا۔ انشاء اللہ تعالے۔

پہر منشی صاحب اس درخواست کو بہول گئے۔ اور حوصلہ نہ پاسکے۔ کہ میرے نام کا رقعہ لکھتے۔ مگر چونکہ منشی صاحب اس شہر مین مہمان* ہین۔ لہذا ہم بنظر مہمان نوازی ان مطالبات کا جواب خود بخود لکھتے ہین۔

جواب مطالبہ اوّل۔ آپکے رسائل کے کئی جواب شائع ہو چکے ہین جو مطبع انصاری دہلی سے بقیمت ذیل مل سکتے ہین۔ اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح مولفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب علیگڈہی۔ بیان للناس۔ مولفہ مولوی عبد المجید صاحب دہلوی۔ شفاء للناس مولفہ مولوی عبد اللہ صاحب شاہجہانپوری۔ اشاعۃ السنۃ مین بہی ضمناً جابجا ان کا رد موجود ہے۔ مستقل طور پر آپکی خدمت گذاری ہوگی۔ مگر آپ کے مرشد کادیانی کی خدمت سے فارغ ہوکر۔ آپ ہی فرمائیے۔ کہ آپکا حق خدمت مقدم ہے۔ یا آپ کے مرشد کا؟۔ ہر چند مین آپ کو مخاطب صحیح نہین سمجہتا۔ اور نہ ہر کس و ناکس للو دکلو کا جواب مجہپر واجب ہے۔ مگر ان لوگون کی فہمایش کے لئے جو آپکو مولوی سمجہتے ہین۔ ضرور آپکو مخاطب کرکے آپکی

نمونہ لیاقت علمی مولوی محمد احسن صاحب

* یہ ہمکو بحسب اصطلاح کادیانی الہام ہوا۔ یا اسکو توارد و اتفاق سمجہو۔ اس جواب کے لکہنے کے بعد منشی صاحب نے بذریعہ خط ہمارے پاس پرچہ مطالبات ارسال کیا۔ اور اسمین مہمان بنکر مطالبہ جواب کیا۔ وہ خط اخیر مین منقول ہے

بعد سلام سنت اسلام مبرہن رائے عالی ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ گذشتہ ۳۷۷

مولویت ظاہر کرونگا* انشاء اللہ تعالے۔

اسی غرض سے باوجود ایسا سمجھنے کے آپ سے تقریری مباحثہ کے لئے حاضر ہون۔

(ج-م-۲) آپ کے خط ۱۷- جنوری مین یہ مطالبہ نہین ہوا۔ مشتے نہ بعد از جنگ یاد آید ـــــ اور نہ کادیانی کو مجدد یا کافر بنانے کے لئے کسی سابق مجدد کی تعیین ضروری ہے۔ حاشیہ نمبر ۱ صفحہ ۳۶۷ ملاحظہ ہو۔

(ج-م-۳) آپکو معلوم ہے۔ کہ میرا خط نمبری ۳۹ جو آپ کے پاس پہنچا ہے۔ میری قلم کا لکھا ہوا نہین۔ مگر آپ کے دونو خط آپکی دستخطی میرے پاس موجود ہین۔ خط اول مین آپ بقلم خود لفظ "اصول" کو اوصول کر لکھتے ہین۔ خط دوم مین لفظ حرج کو جو حاحطی سے چاہیئے۔ آپ بقلم خود ہرج ہائے ہوز سے لکھتے ہین۔

پس جو وجہ آپ صحت املاء ان دونو لفظون کی بتائین۔ وہی وجہ لفظ کشح عنان کی سمجھ لین۔ اس لفظ کا الزام تو کاتب کی قلم پر عائد ہو سکتا ہے۔ کہ اسنے کف کو کشح لکھدیا اور میرے دستخطی حروف کا مشتبہ ہونا آپکو اور تمام لوگون کو معلوم ہے۔ جو میری خطوط دیکھ چکے ہین۔ آپ کے واضح اور خوشخط حروف والفاظ کا الزام کسپر عائد ہوگا۔ آپکو تو کسی تاویل کی گنجایش نہین۔

(ج-م-۴) میدان مین نکلین اور اسکا جواب لین۔ کیا آپ مقاصد کو مبادی مین طے کرنا چاہتے ہین۔ یا مباحثہ تقریری کو تحریری بنانا۔ ؎

بہر رنگے کہ می آئی شناسم +۔

(ج-م-۵) مینے اسوقت تک آپکے مقابلے اور مباحثے مین کسی عالم کا قول کفر کادیانی پر دلیل ٹھیرا کر پیش نہین کیا۔ اور نہ انکو مباحثہ مین پیش کرنا کافی سمجھا۔

* گو بہت سے آدمی یہ کام کر سکتے ہین۔ ازانجملہ ایک میان محمد ابراہیم صاحب سوداگر پشمینہ ہین۔ جو آپ کی نسبت مولوی کہلانے کا زیادہ حق رکھتے اور آپ سے مباحثہ تحریری کرکے آپکو ساکت کر چکے ہین۔

جناب مولوی محمد حسین صاحب ہر جگہ ہر وقت واسطے بیان کرنے مسائل کے مستعد ہین ابھی تک جناب مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے تہیا نہین ہوا۔ مجھے زبانی عبدالرحمن کے روبرو جناب اخی اعزی سید ظہور الحسین صاحب معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ بھی مستعد ہین۔ مگر چونکہ انکا رقعہ اس مضمون کا نہین آیا تھا۔ جناب اخی اعزی نے ارشاد فرمایا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بہرحال تیار ہین۔ آپ وقت اور ثالث جو (تقاریر لکھنے) کا تصفیہ کرے) اور مکان (جسجگہ آپ تشریف لانا چاہتے ہین) تحریر فرماوین کیونکہ جسکے مکان پر ہر دو صاحب تشریف ارزانی فرماوین۔ وہ حفظ عزت وآبرو کا ذمہ وار ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ اخی اعزی نے فرمایا۔ کہ اگر اس فقیر خانہ مین تشریف لاوین تو مین ذمہ وار ہون۔ چونکہ فقیر واسطے طلب ایک رفیق کے جو ایک ضروری امر کیواسطے

اگر ہم ان اقوال کو کافی اور مباحثہ سے مغنی خیال کرتے۔ تو کیون صاف یہ نہ کہتے۔ کہ کادیانی باتفاق علماء پنجاب وہندوستان کافر قرار پا چکا ہے۔ اب ایسے اتفاقی کافر کے کفر مین بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

منشی صاحب انصاف سے اور اگر اسلام پر کچھ رہا سہا ایمان ہے۔ تو ایمان سے کہین۔ کہ اسوقت تک اس مطالبہ کا آپ کو کچھ حق پیدا ہوا ہے۔؟

اور پہلے چار مطالبون کو خصوصاً مطالبہ سوم کو اصل بحث سے کوئی تعلق ہے؟ کیا ان مطالبات سے ناظرین اہل علم کو معلوم نہو گا۔ کہ آپ مولوی نہین ہین اور اپنے کلام کا مطلب خود نہین سمجھتے۔

لہ۔ بیان مسائل بینے وعظ کا لفظ انہون نے اسلئے لکھا۔ کہ منشی صاحب مباحثہ سے گریز کرتے ہین۔ صاحب زادہ صاحب نے چاہا۔ کہ اس بہانہ وعظ سے وہ میدان مین نکلین۔

الٰہی سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمان کا معجزہ جو صرح ممرد من قوارير ہے جسکو دیکھکر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔

یا رسول گذرا ہے اس نے بات کی تو شیطان نے اوس مین کچھہ ملا دیا۔ استدلال کیا۔ اور یہ کہا ہے کہ اب خیال کرنا چاہیے کہ جس حالت مین قرآن کریم کے رو سے الہام اور وحی مین دخل شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابین توریت و انجیل اس دخل کی مصدق ہین اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کی حجت نہین تو پہر ناظرین کے لیے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات بینہ سے میان عبد الحق صاحب اور میان محی الدین صاحب نے اپنے الہامات کو رحمانی الہام سمجھ لیا ہے۔ مگر اس استدلال مین آپنے تحریف سے کام لیا اور مسلمانون کو دہوکہ دیا۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطن في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطن ثم يحكم الله اٰيته والله عليم حكيم۔ (الحج ع ۷)

اس آیت کا پہلا حصہ آپ نے لے لیا اور اوسکا آخیر جس مین صاف یہ بیان ہے کہ اللہ تعالے شیطان کی ملائی ہوئی بات کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیت کو محکم کرتا ہے چہوڑ دیا۔

اور طرفہ یہ کہ آپ بہت جگہ اپنی تصانیف مین اس آیۃ کے آخری حصہ سے اسکے ساتہ صحیح بخاری کی ایک حدیث سے لفظ وَلَا مُحَدَّثٍ شامل کرکے اپنے اور دیگر محدثین کے الہامات کا دخل شیطان سے منزہ ہونا ثابت کر چکے ہین اور اس حصہ آیت اور حدیث بخاری کو اپنے دعوے نبوت و محفوظیت کا بڑا بہاری ثبوت خیال کرتے ہین۔

اس مقام مین مولوی محی الدین صاحب و صوفی عبد الحق کے الہامات کو (جو کادیانی کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجھے بٹالہ مین طلب کرتا ہے۔ جاتا ہے۔ اور جناب اخی اعزی مجھسے ہزار مرتبہ سابق ولائق وفائق ہین۔ اور ہم سب برادر اُن کے امور دینیہ مین کنفس واحدۃ ہین۔ نظر بران امیدوار ہون۔ کہ حضرت اخی اعزی کو اس امر مین مثل بلکہ بہتر مجھ سے سمجھکر مولانا صاحب مولوی محمد حسین جسطرح سے اپنا خط وکتابت براہ راست فرماتے ہین۔ مولوی محمد احسن صاحب بھی حضرت اقدس سے خط وکتابت کرین۔ حضور کو معلوم ہے۔ کہ فقیر کسی امر دین یا دنیا مین اپنے آپ کو کچھ نہین سمجھتا۔ بنا بران یہ دعا نامہ مخدمت جناب تحریر کیا ہے۔ اسوقت تک جو کارروائی مولوی محمد احسن صاحب سے ہوئی ہے۔ وہ بھی آپ کو معلوم۔

ضرور حضور مولوی محمد احسن صاحب کو فہمایش فرما دیجئے۔ کہ واسطے رفع نزاع اہل اسلام ایک تقریر مولوی محمد حسین اور دوسری مولوی احسن کرین۔ اور تیسری پھر مولوی محمد حسین کرین۔ اور اسپر ختم ہو۔ یا چار تقریر ہو جاوین۔ ضرور بہرحال جسطرح مولوی محمد احسن صاحب راضی ہین۔ مولوی محمد حسین تیار ہین۔ مگر ثالث و وقت ومکان مقرر کرکے جناب اخی اعزی کو اعلام کردین فقط۔ (ظہور الحسن)

روداد ورشہادت مباحثہ بٹالہ ختم ہوئی۔ آپ ناظرین مباحثہ لاہور سے سب کادیانیون کی گریز وفرار کی کیفیت سُنین۔

۹ تاریخ منشی صاحب لاہور مین وارد ہین۔ حافظ محمد یوسف صاحب ومولوی رحیم بخش صاحب وغیرہ نے ان کو مباحثہ کے لئے اوٹھایا۔ مگر اُٹھ نہ سکے۔ اور ایک خط خاکسار کے نام اس مضمون کا لکھدیا۔ جسمین مباحثہ سے صاف گریز پایا جاتا ہے۔ مباحثہ لاہور ملاحظہ ہو۔

لاہور کا مباحثہ
اور
اس سے جملہ کادیانیونکی گریز

اثناء زمانہ مباحثہ بٹالہ مین کادیانی کے ایک چھپے حواری ہمارے سابق و قدیم دوست حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر باری دواب جو رکھانوالے علاقہ قصور مین متعین ہین لاہور پہنچے اور ایک جماعت کو ساتھ لیکر خاکسار کے پاس تشریف لائے۔ اور خواستگار ہوئے۔ کہ آپ مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین سے ایک دفعہ پھر مباحثہ کرین مینے جواب مین کہا۔ کہ آپ لوگون کی زبانی بات کا مجھے اعتبار نہین۔ کیونکہ پہلے آپنے حکیم نورالدین سے میرا مباحثہ کرایا۔ پھر اسکو ناتمام چھوڑ کر ان کو غائب کر دیا۔ پھر جب مرزا غلام احمد کادیانی کو بذریعہ تار اور خطوط حکیم صاحب کے بھاگ جانیکا الزام دیا گیا۔ تو کادیانی اور اسکے حواریون نے اپنے خطون اور اخبارون مین یہ ظاہر و مشتہر کیا۔ کہ حکیم صاحب سے تمہارا مباحثہ کب ہوا ہے۔ کہ حکیم صاحب کے چلے آنے سے بھاگ جانیکا الزام صحیح ہو سکے۔ تمہارا تو اس گفتگو مین قدم ہی نہ تھا۔ گفتگو حافظ محمد یوسف صاحب اور حکیم صاحب کی تھی۔ حافظ صاحب سائل تھے۔ حکیم صاحب مجیب۔ تم تو صرف ورنیٹرز (یعنے تماشائیون) مین تھے۔ تم یون ہی لہو لگا کر شہیدون مین داخل ہوتے ہو (یہ اقوال انکے اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۱۳ بصفحہ ۳۴ و ۵۰ شائع ہو چکے ہین)۔ اسپر آپ سے بیان واقع کی شہادت چاہی۔ تو آپنے اپنی شہادت کو چھپایا۔ اور ایک جھوٹی بات جواب مین کہکر مجھے ٹلایا۔

آپ پہر آپ مباحثہ کی درخواست کرتے ہین - فرمایئے! مین آپکی بات کا کیونکر یقین واعتبار کرون - آپ پہر گفتگو کرانا چاہتے ہین - تو مجھے اس مضمون کی ایک تحریر دین - کہ پہلے ہمنے حکیم نورالدین سے تمہارا مباحثہ کرایا تہا - جو نا تمام رہا اَب ہم پہر اسی مقام سے جہان وہ نا تمام رہا مباحثہ کرانا چاہتے ہین - جسپر حافظ صاحب نے اسیوقت رقعہ ذیل خاکسار کے نام لکہا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیر محمد یوسف بخدمت بابرکت مخدومی مکرمی مولانا مولوی محمد حسین صاحب السلام علیکم - پیشتر جو مینے اپنے شکوک رفع کرنے کے واسطے آپکے اور مولوی نورالدین صاحب کے گفتگو کرائی تھی - وہ نا تمام رہگئی تھی - اَب چاہتا ہون - کہ وہ گفتگو پہر ہووے - اور مین شکوک رفع کرون اگر آپکو یہ منظور ہے - تو مطلع فرماوین - تاکہ مولوی نورالدین صاحب کو طلب کرون اور یہ جلسہ لاہور مین ہووے - اور گفتگو اسی جگہ سے ہووے جہان سے نا تمام رہگئی تھی فقط - محمد یوسف بقلم خود [1] - جنوری ۱۸۸۳ء

اسکے جواب مین خاکسار نے ان کو ایک مختصر رقعہ لکہدیا - جسمین یہ وعدہ دیا - کہ آپ جس شخص سے (کادیانی صاحب ہون - یا حکیم نورالدین صاحب - یا منشی محمد احسن امروہی) چاہین - مین اُنسے مباحثہ کے لئے حاضر ہون - اسکے بعد خاکسار بٹالہ کو چلا گیا - اور وہان منشی محمد احسن صاحب کی خدمت گذاری مین مصروف رہا - ان کی تسلی کرکے پہر لاہور مین آیا - تو حافظ صاحب کے نام ایک اور خط تحریر کیا - جسکی نقل یہ ہے -

[1] - تاریخ ۱۷ - زیتی - بلکہ اور تھی - حافظ صاحب نے جو اس مین رہت گوئی کی ہے - اسکی ایک خاص وجہ ہے - جسکو ہم ابھی ظاہر نہین کرنا چاہتے - حافظ صاحب ہمارے ساتہ سیدہے ہو کر نہ چلے - تو اسکو بیان کرین گے -

لاہور ۱۳ رجب ۱۳۱۰ھ مجبی حافظ محمد یوسف صاحب مطابق یکم فروری ۹۳ء ۶۳

بعد سلام مسنون مکلف ہون۔ کہ اپنے حکیم نورالدین بہیروی و مرزا غلام احمد کادیانی و منشی (یا مولوی) محمد احسن امروہی سے مباحثہ کی بابت خط و کتابت کی ہے یا نہین؟ اگر کی ہے تو۔ انہون نے کیا جواب دیا ہے۔ مجھسے مباحثہ کرنا منظور کیا ہے یا نہین کیا ہے تو کس وقت اور کن شرائط سے۔ آپ مجھے جلد اطلاع دین۔ اور اگر کسی صاحب نے انمین سے مباحثہ منظور کیا ہے۔ تو انکو لاہور مین جلد بلالین۔ اور اس مباحثہ کو شروع کرا دین۔ کیونکہ مین صرف باقی نصف ماہ رجب کے ایام لاہور مین رہونگا۔ اوائل ماہ شعبان مین حضرت شیخنا و شیخ الکل کے ساتھ پورب* جاؤنگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ وہان سے آخر شعبان کو واپس آنا ہوگا۔ پھر ماہ صیام درپیش ہوگا۔ اور گفتگو کا موقعہ جلد نہ ملیگا

* - اس سفر پورب پر تین ضرورتین باعث ہین اول حضرت شیخنا و شیخ الکل کی ملازمت و رفاقت سفر۔ شیخ احمد اللہ صاحب رئیس اعظم رحیم آباد ضلع دربھنگہ عرصہ ایک سال سے حضرت شیخ الکل کی زیارت کے مشتاق ہین۔ اور خاکسار کے ذریعہ اس اشتیاق کا ایک سال سے اظہار کر رہے ہین۔ اندنون حضرت شیخ الکل بصد مشکل رحیم آباد تشریف لیجانے کے لئے مستعد ہوئے ہین۔ اور دونو حضرت خاکسار کی رفاقت کے بہی خواہان ہین۔ دوم مسلمانون کی عزت اور فخر مدرسہ احمدیہ آرہ کا ۲۲۔ شعبان کو سالانہ جلسہ ہے۔ اسمین خاکسار بہی مدعو ہے۔ سوم میرا ایک لڑکا عبدالرشید نامی طال اللہ عمرہٗ وزاد علمہٗ وطن کی تعلیم مروجہ علوم انگریزی وغیرہ کو چھوڑ کر۔ اور اسقدر دور دراز سفر کر کے اس مدرسہ مین عربی علوم پڑہتا ہے۔ اس سفر مین اسکی تعلیم کی نگرانی بہی مدنظر ہے۔

(۲) آپنے یہ امر تو اپنے خط سابق مین تسلیم کیا ہوا ہے کہ جسطور پر پہلے حکیم نورالدین صاحب سے گفتگو ہوئی ہے۔ اسی طور پر اب بھی اُنسے گفتگو ہوگی۔ اسپر میرا طرف سے یہ مستزاد ہے۔ کہ اسیطور پر دوسرے صاحبون سے گفتگو ہوگی۔ یعنی کوئی فریق اپنا بیان پہلے تحریر مین لاکر پھر اسکو تقریراً بیان نہ کریگا۔ بلکہ فریقین کے سوالات وجوابات زبانی ہونگے اور دو کاتب اسکو لکھتے جائینگے۔ لکھنے کے بعد وہ دوبارہ پڑھے جائینگے۔ اور اُنپر فریقین دستخط کرین گے۔ یہ ہرگز نہوگا (چنانچہ پہلے ہی حکیم نورالدین صاحب کے مباحثہ مین نہین ہوا) کہ کوئی فریق پہلے تحریری سوال یا جواب لکھے یا لکھا لاوے۔ پھر اسکو مجلس مین پڑھا جاوے۔ کیونکہ اس صورت مین مباحثہ تحریری بنتا ہے۔ جسکے لئے حاضری فریقین کی کچھ ضرورت نہین۔ یہ مباحثہ تحریری غائبانہ بھی ہوسکتا ہے۔ بلکہ ہورہا ہے۔ فریقین کی تحریرات اور اُنکے جوابات شائع ہورہی ہین

(۳)۔ آپنے زبانی تقرری منصف کے لئے کہا تھا۔ مین نے بھی اسکو تسلیم کیا تھا۔ بیشک مجلس مین منصف نہوگا۔ تو جو کچھ اور جب تک کوئی فریق چاہیگا۔ کہتا چلا جائیگا۔ منصف مجلس مین ہوگا۔ تو وہ فریقین کو خارج از بحث بات کہنے سے روک دیگا۔ اور جو ایسی بات کوئی کہیگا اسکو لکھنے نہ دیگا۔ اور جب وہ کسی فریق کا غالب ہونا ظاہر کردیگا۔ اور اگر کسی خاص شخص کی منصفی کو فریق ثانی منظور نہ کرے تو بجاے اس کے یہ تجویز ہو۔ کہ ہر ایک مسئلہ متنازعہ فیہا مین تین یا پانچ یا نہائت سات تقریرین فریقین کے ہون۔ وازان جملہ جسکی تقریر پہلے ہو اسیکی آخری ہو۔ اسکے بعد اس مسئلہ مین مباحثہ کو بند کرکے غالب ومغلوب کا فیصلہ حاضرین کے غلبہ رائے سے ہو۔

غلبہ رائے حاضرین کو بھی فریق ثانی منظور نہ کرے تو جانبین کی تقریرون کو چھپوا کر شائع کیا جاوے۔ اور وہ فیصلہ پبلک سے کرایا جاوے۔

(۴) گفتگو ہر ایک صاحب سے اسی مقام سے شروع ہوگی جس مقام مین انہون نے

ہر مضمون سے کاغذ پر مباحثہ شروع ہونے کا اور کس فریق کا غالب ہونا

سابق گفتگو کو ناتمام چھوڑا ہے۔ حکیم صاحب سے گفتگو کے متعلق تو آپنے اس امر کو اپنے خط سابق مین مانا ہی ہوا ہے۔ باقی دو صاحبون سے بھی اس امر کو تسلیم کرالین گے کادیانی صاحب سے اس مقام سے گفتگو ہوگی جس مقام مین انہون نے لدھیانہ مین گفتگو شروع کرکے ناتمام چھوڑی تھی۔ اور وہی صاحب سے اسمقام مین گفتگو ہوگی جس مقام مین انہون نے بٹالہ مین گفتگو شروع کرکے ادھوری چھوڑی ہے۔ پہلے گفتگو کو ناتمام چھوڑکر دوسری گفتگو شروع نہوگی۔

ان چارون باتون کو آپ فریق ثانی سے تسلیم کرالین انکو کچھ عذر ہو تو اسکو پیشتر کرکے اسکا تصفیہ پہلے کرلین۔ تاکہ عین موقعہ پر کوئی نزاع پیدا نہو۔

اس خط کا جواب آپ مجھے جلد دین۔ آپنے جواب مین دیر کی تو اس خط کو اور آپ کے پہلے خط کو رسالہ مین شائع کردیا جاویگا۔ تاکہ پبلک اہل اسلام کو معلوم ہو۔ کہ کون فریق مباحثہ کے لئے مستعد و تیار ہے۔ اور کسکو اس سے صاف انکار ہے یا جائز شروط کی تسلیم سے انکار اور ناجائز شروط کی تسلیم کرانے پر اصرار کی آڑ مین اس مباحثہ سے انکار ہے۔　　(ابو سعید محمد حسین)

اس خط کی روانگی سے پہلے حافظ صاحب حکیم نورالدین صاحب سے خط و کتابت کرچکے۔ اور حکیم صاحب لاہور کا ایک دورہ بھی کرکے وطن کو چلے گئے تھے۔ جس سے عموماً یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ حکیم صاحب کو اب مباحثہ منظور نہین۔ کادیانی کا ایک چہیتا حواری۔ یا یون کہو کہ حامی میان چٹو لاھوری برملا یہ کہتا پھرتا تھا۔ کہ ہم حکیم صاحب کی گفتگو مولوی صاحب (خاکسار) سے نہین کرائینگے۔

بعد وصولی خط مذکور کو حافظ صاحب نے منشی احمد حسن کے پاس اور قادیان مین کادیانی کے پاس پہنچے۔ وہان سے ۹۔ فروری کو میرے خط کا جواب فیل لکھواکر لائے۔ اور اپنے ساتھ منشی احمد حسن صاحب کو بھی لیتے آئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد از فقیر محمد یوسف۔ بخدمت بابرکت مخدومی مکرمی معظمی مولوی محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بجواب خط جناب نمبری ۶۳۔ مورخہ ۱۳۔ رجب ۱۳۰۴ھ (۱۳۱۰ھ ہے۔ شاید جلدی سے اور غلطی سے ۱۳۰۴ھ لکھدیا ہے)[1]۔ جو پنجم جنوری ۱۸۹۳ء شام کو مجھکو ملا۔ عرض ہے۔ کہ مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب اور مولوی سید محمد احسن صاحب جناب سے بطریق شرعی مسائل مختلفہ کا بطور محققین تصفیہ کرنے کو تیار و مستعد ہین۔ انکی طرف سے کوئی عذر[2]۔ اور توقف نہین۔ خطوط منظوری میرے پاس موجود[3] ہین۔ اور ہر سہ صاحبان نے یہ منظور کیا ہے۔ کہ جو تاریخ واسطے جلسہ کے مقرر ہو۔ اس سے ہفتہ عشرہ پیشتر ہمکو اطلاع ہووے۔ لہذا مین جناب سے مستدعی ہون۔ کہ جو تاریخ جناب چاہین۔ فوراً مقرر فرماکر ہمکو مطلع فرماوین۔ تاکہ مین ہر سہ صاحبان کو بذریعہ خطوط اطلاع دون۔ اور مولوی محمد احسن صاحب نے جو شروط مفید[4] طرفین مقرر کی ہین۔ اور میری دانست[5] مین بہی نہایت ضروری ہین۔ وہ اپنے خط مین حسب ذیل لکھتے ہین۔

---

[1] یہ نکتہ چینی منشی احمد حسن صاحب کی کاریگری ہے۔ آپکے پاس ایک یہی ہتیار ہے۔ کہ صرف سہو قلم پر مواخذہ کرین۔ جو علم و علما کے شان نہین ہے۔

[2] یہ "دروغ گویم بر روی تو" کا مصداق ہے۔ انکے عذرات بارده خود اسی خط مین موجود ہین جنسے ثابت ہی۔ کہ انکو گفتگو سے انکار ہے۔ حواشی آیندہ ملاحظہ ہون۔

[3] وہ رقعات آپنے پیش کیون نہ کئے۔ اب بہی بذریعہ ڈاک ارسال کرین۔ تاکہ آپ کا یوسف صدیق ہونا معلوم ہو۔

[4] اُسی طرف کے لئے مفید ہین۔ کہ انکو مباحثہ سے بچاتے ہین۔

[5] اسپر قسم کہائین۔ اگر سچے ہین۔ جاتے ہوئے تو آپ میری خط کی شرط کو مناسب مان گئے۔ اب انکے مخالف شروط کو ضروری کہتے ہین پھر یوسف صدیق کہلاتے ہین۔

شرط اول۔ مولویصاحب سے یہ اقرار پختہ لے لیوین۔ کہ تا اختتام بحث مولوی صاحب بہار یا آرہ وغیرہ مین نہ جاوین۔

شرط دوم۔ ہر ایک بلدہ سے سرآمد علماء مکفرین[1] کو اس جلسہ مین مولوی محمد حسین صاحب طلب کرین۔ اگر یہ نہو سکے۔ تو اتنا ضرور ہے۔ کہ ہر ایک بلدہ کا ایک ایک عالم مکفر۔ جو سرآمد شمار کیا جاتا ہے۔ وہ مولوی صاحب کی طرف سے ضرور ہی تشریف لاوین۔

---

[1] یعنے کل علماء مکفرین۔ چنانچہ لفظ کل آیندہ کے فقرات مین موجود ہے ناظرین انصاف سے کہین۔ یہ شرط کہ کُل پنجاب وہندوستان کے علماء مکفرین جمع ہون یا ہر ایک شہر کا ایک ایک عالم اس مباحثہ کے لئے آوے۔ عادۃً ممکن الوقوع ہے؟ ہرگز نہین۔ اور ممکن نہین۔ کہ وہ ایک مطرود اور مردود خلائق اور اتفاقی کافر و مکفر سے بحث کرنے کے لئے لاہور مین جمع ہون۔ اور ایک چوہے کے شکار کی تمام دنیا کے شیر حرص کرین۔ یا سارے ملک کے توپخانہ جمع کرکے ایک پہاڑ کو اوڑا دین۔ اور اسکے نیچے سے ایک تنکا نکالین۔ اور "کوہ کندن وگیاہے برآوردن" پر عمل کرین۔

حافظ صاحب اور جملہ کادیانیو! علماء مکفرین پنجاب وہندوستان تو اب کادیانی کو اس لائق نہین سمجھتے۔ کہ وہ اسکو منہ لگادین۔ اور غائبانہ بہی اسکو مخاطب کرین۔ جب وہ اسکو کافر ٹھہر چکے ہین۔ تو اب ان کو کونسا شک باقی ہے۔ کہ وہ اسکو دور کرنے کے لئے اس سے بحث کرین۔ اور اس بحث کے لئے جمع ہون۔ خاکسار بہی صرف اس وجہ سے بحث کے لئے حاضر و مستعد ہو جاتا ہے۔ کہ قادیان کے قریب رہتا ہے۔ اور اس بحث سے صرف کادیانی کو عجز کا اظہار اور کفر کا اور اشتہار چاہتا ہے۔ اور یک گز و دو فاختہ" اور ـــ سے خرگوش کے شکار کی امید رکھتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

شرط سوم مقلد نہ بحث نہو گی۔ ہاں بعد پیش کرنے ادلہ مستقلہ کے ادلہ غیر مستقلہ پیش ہو سکتے ہین۔ ترتیب ادلہ وہی رہیگی۔

شرط چہارم۔ فریقین کو اختیار ہے۔ کہ اپنی تقریر کو خواہ برقت بیان کے تحریر مین ضبط کرلین۔ یا قبل بیان کے محرر کرلیوین۔

شرط پنجم۔ چار منصف ادہر کے اور چار منصف ادہر کے مقرر ہون۔ جن کو قوت فیصلہ از روئے قوت ادلہ کے حاصل ہو گی۔ اور ایک سرپنچ ہی مقرر ہوگا یا پانچ منصف ہماری طرف سے۔ اور پانچ ان کی طرف سے۔ ہمکو اپنی طرف کے منصفو نمکا اختیار ہے۔ جنکو ہم چاہین منظور کرلین۔ اور ان کو بہی ایسا ہی اختیار ہے یہ خرطین مولوی محمد احسن صاحب کی طرف سے ہین۔ فقط۔ میرے خیال مین مولوی محمد احسن صاحب کی شرائط اور آپکی شرائط متفق ہین۔ شرائط مین کسیکو اختلاف نہین ہے۔ اور یہ جو مولوی احمد حسن صاحب تحریر فرماتے ہین۔ کہ کل بکفرین کو آپ

قادیان سے دھر ہوتا۔ تو وہ بہی صفع وغائض عمل مین لاتا۔ ناظرین بتاؤ یہ ناممکن الوقوع شرط مثل نہ نون تیل ہر تو ـــــــ کا مصداق ہے یا نہین؟ اور اس سے کادیانیون کا گریز آفتاب کی مانند عیان و روشن ہے۔ یا نہین۔ اسکی باقی تفصیل حاشیہ صفحہ ۳۸۹ نمبر (۱) مین ملاحظہ ہو۔

لہ۔ ناظرین!۔ دیکھو یہ وہی شرط ہے جسپر منشی صاحب کو پہلے دن سے اصرار ہے۔ اور ہمکو اس ناجائز شرط کی تسلیم سے انکار ہے۔ اور اس شرط کے ساتہ بالمواجہ بحث ہرگز نہ ہے پہلے سے گہر سے تحریر کرکے لانی ہو تو پہر مجلس مین کیونکر پڑہنا کیا ضرور ہے چھپوا کر شائع کرنے سے مجلس سے بڑہکر اسکی اشاعت ہو جاتی ہے اس شرط فاسد کے ساتہ حافظ صاحب اس رقعہ مین فرماتے ہین۔ کہ یہ شرطین مفید طرفین اور نہایت ضروری ہین۔ اور اب کی

ناظرین دردغ گو بہ روے تو" اسکو کہتے ہین۔ اگر یہ جھوٹ نہین ہے۔

آب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ (خلق طیور بینے مٹی کا پرندہ بنانا) حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کیطرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اون دنو مین ایسے امور کی طرف لوگون کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم مین سے اور در اصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت مین ایسے ایسے کام کرتے تھے جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور طیار کرکے انکو زندہ جانورون کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت مین عام طور پر یہودیون کے ملکون مین پھیل گئے تھے اور یہودیون نے اُنکے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لیے تھے جیسا کہ قرآن کریم بھی اس بات کا شاہد ہے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہین کہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہین تو پیرون سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام ہی کرتے رہے ہین اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام

مخالف ہوئے ہین جسو ہا بنانے کے لیے اوس حصہ آیت اور حدیث کو جو مفہم گزشتہ اور اس آیت کے پہلے حصہ کو کتب یہود و نصاریٰ کا مصدق بنا کر دکھا دیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔ اور درحقیقت یہ پوری آیت مضمون کتب یہود و نصاریٰ کے مصدق نہین ہے۔ اور کسی آیت یا حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء اپنی الہامی پیشگوئی مین ہمیشہ ایسے ہی نکلتے ہین۔

شعبدہ بازی کو بیان کرکے حضرت مسیح کے معجزات کو اوسکی قطار و شمار مین بیان کرنا اور اسکو لہو و لعب و سمریزم اور کھیل کہنا اور قابل نفرت قرار دینا صاف دال ہے کہ آپ اوسکو بھی شعبدہ بازی کی جنس سے سمجھتے ہین۔ ان الفاظ مین جو حضرت مسیح کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

درحقیقت ایک ایسا کام ہے جسمین کلون کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتون کے بنانے مین عقل تیز ہوجاتی ہے۔ اور اسکے صفحہ ۳۰۵ مین آپ لکھتے ہین۔ ماسوائے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترتیب یعنے مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور مین آسکین کیونکہ عمل الترتیب مین جسکو زمانہ حال مین مسمریزم کہتے ہین ایسے ایسے عجائبات ہین کہ اس مین پوری پوری مشق کرنے والے اپنے روح کی گرمی دوسری چیزون پر ڈالکر اون چیزون کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہین انسان کی روح مین کہ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتی ہے تب جماد سے بعض حرکات صادر ہوتی ہین جو زندون سے صادر ہوا کرتی ہین۔ اور اسکے صفحہ ۳۰۹ مین لکھتے ہین بجال مسیح کی یہ تبلی کارروایان زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تہین۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہین جیسا کہ عوام الناس اسکو خیال کرتے ہین۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالے کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیون مین حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور اسکے صفحہ ۳۱۱ مین آپ لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ اس عمل مسمریزمی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئین اس شغولی مین ڈالے اور جسمانی مرضون کے رفع دفع کرنے کے لیے اپنی دلی و دماغی طاقتون کو خرچ کرتا رہے اپنی

اور انکے سجوات کی توہین پائی جاتی ہے وہ توجہ ناظرین کے لائق ہے۔

۵۴۲۳ - ان الفاظ مین حضرت مسیح کی صریح و صاف توہین پائی جاتی ہے۔ ناظرین فیصلہ آئندہ نمبر ۱ و صفحہ ۲ کے لیے مضاف کرنا۔

اُن روحانی تاثیرون مین جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریون کو دور کرنے مین بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے۔ اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اُسکے ہاتہہ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیمارون کو اس عمل کے ذریعہ سے اچہا کرتے رہے مگر ہدایت[1] اور توحید اور دینی استقامتون کے کامل طور پر دلون مین قائم کرنے کے بارے مین اُنکی کارروایون کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام[2] رہے۔

اور اسکے صفحہ ۳۲۲ مین آپ لکہتے ہین کہ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور انمین پہونک مار کر انہین سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہین بلکہ صرف عمل الترب تہا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تہا یہ بہی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جسمین روح القدس کی تاثیر رکہی گئی تہی بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کہیل[3] کے قسم سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تہی۔ جیسے سامری کا گوسالہ۔ اور اسکے صفحہ ۴۴۱ مین آپ لکہتے ہین۔ ایسا مردہ تو کوئی زندہ نہین ہوا کہ وہ بولتا اور اس جہان کا سب حال سناتا۔ اور اپنے وارثون کو نصیحت کرتا کہ مین تو دوزخ مین سے آیا ہون تم جلد ایمان لے آؤ اگر مسیح صاف طور پر یہودیون کے باپ دادے زندہ کر کے دکہا دیتا اور انسے گواہی دلواتا تو بہلا کسکو انکار کی مجال تھی۔ غرض پیغمبرون نے نشان تو دکہائے مگر پہر بے ایمانون سے مخفی رہے۔ ایسا ہی یہ عاجز بہی خالی نہین آیا بلکہ مُردون کے زندہ ہونے کے لیے بہت سا آبحیات خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو بہی دیا ہے۔ بیشک جو شخص اُسمین سے پئے گا زندہ ہو جائیگا۔

بلاشبہ مین اقرار کرتا ہون اگر میری کلام سے مُردے[4] زندہ نہون اور اندھے آنکہین نہ کہولین۔ اور مجذوم صاف نہ ہون تو مین خدا تعالےٰ کیطرف سے نہین آیا۔

[1] ۴۲ صفحہ ہذا۔ جس احیا کی آپنے حضرت مسیح سے نفی کی ہے روسی احیا کو اپنے لیے اسمقام مین ثابت کیا ہے
[2] ۱۰-۲۰ صفحہ آیندہ یہ حضرت مسیح کی صاف و صریح توہین ہے صفحہ ۳۶ مین بہی اسکی نظیر ایک کلام سے نقل کی گئی ہے۔

اور اسکے صفحہ ۲ مین آپ لکھتے ہین۔ اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہین مرے گا۔"

(۱۱)
آپکا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج سے انکار کرنا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۹ مین لکھتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ جو امر (یعنے آسمان پر جانا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو افضل الانبیا تھے جائز نہین اور سنت اللہ سے باہر سمجھا گیا۔ وہ حضرت مسیح کے لیے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴ مین لکھتے ہین۔ اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات مین سے ہے۔ تو پھر آن حضرت علیہ وسلم کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہو گا۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہین تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

(۱۲) (۱۳)
سجود آدم اور لیلۃ القدر کے ظاہری معانی سے انکار کرنا۔ اور (۱۴) نصوص کے ظاہر معانی چھوڑ کر اُن سے استعارات مراد لینا

آپ توضیح مرام کے صفحہ ۴۹ مین لکھتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ یہ سجدہ کا حکم اسوقت سے متعلق نہین ہے۔ جب حضرت آدم پیدا کیے گئے۔ بلکہ یہ علیحدہ ملائک

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم خاکی کا آسمان پر جانا اور ملائکہ کا آپکے جسم کثیف کو اٹھانا دونون کے لیے ناجائز ہے۔

(۱۴) — اس نفی کو نافرین فرمہ سے دیکھین پر کادیانی کے اس دعوے کو کہ مین حقائق کی نفی نہین کرتا ملاحظہ کرین۔

کو حکم کیا گیا۔ کہ جب کوئی انسان اپنی حقیقی انسانیت کے مرتبہ تک پہنچے۔ اور اعتدال انسانی اُسکو حاصل ہو جائے اور خدا تعالےٰ کی روح اُسمین سکونت اختیار کرے تو تم اُس کامل کے آگے سجدہ مین گرا کرو یعنے آسمانی انوار کے ساتھ اُسپر اُترو اور اُسپر صلوٰۃ بھیجو۔ سو یہہ اُس قدیم قانون کیطرف اشارہ ہے۔ جو خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندون کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔

اور آپ فتح اسلام کے صفحہ ۵۴ مین لکھتے ہین۔ تم سمجھتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے؟ لیلۃ القدر اُس ظلمانی زمانہ کا نام ہے جسکی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اسلئے وہ زمانہ بالطبع تقاضا کرتا ہے کہ ایک نور نازل ہو جو اُس ظلمت کو دور کرے۔ اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا ہے۔ مگر درحقیقت یہ رات نہین[۱] ہے یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہمرنگ ہے۔

اور اسکے صفحہ ۱۵ مین آپ لکھتے ہین۔ کہ خدا تعالےٰ ہمیشہ استعارون سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔"

اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۴ مین حدیث قتل خنازیر اور قطع صلیب اور رفع جزیہ کی تاویل اور تحریف کر کے آپ لکھتے ہین یہ سب استعارے ہین جنکو خدا تعالیٰ کیطرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے انکو سمجھ جائینگے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اوتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل مین خاکہ کھینچنا ہے۔

(۱۵)

آپکا مسیح وغیرہ انبیا کی توہین کرنا۔

حضرت مسیح کی جو آپ نے توہین کی ہے اُن عبارات سے بخوبی ثابت ہے جو آپکے

[۱] حاشیہ صفحہ ۴۲ دیکھو۔

انکار معجزات مسیحی کی شہادت مین پیش کی گئی ہین - علاوہ بران حضرت مسیح کی توہین
مین آپ صفحہ (۹) ازالہ کے یون خامہ فرسائی کرتے ہین - "اس جگہ حضرت مسیح ؑ کی
تہذیب[1] اور اخلاقی حالت[2] پر ایک سخت اعتراض[3] وارد ہوتا ہے - کیونکہ متی
باب ۲۳ - ایت ۳ - مین وہ فرماتے ہین کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہوئے
ہین یعنے بڑے بزرگ ہین[4] اور انہین یہ بہی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیون کے مقتدا
کہلاتے تھے - اور قیصر کے دربار مین بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسون مین بٹھائے
جاتے تھے - پھر باوجود ان سب باتون کے انہین فقیہون اور فریسیون کو مخاطب
کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب[5] الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ
ان یہودیون کے معزز[6] بزرگون نے نہایت نرم اور مودبانہ الفاظ سے سراسر انکساری
کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت مین یون عرض کی کہ اے استاد ہم تم سے ایک نشان
دیکھنا چاہتے ہین اسکے جواب مین حضرت مسیح نے انہین مخاطب کر کے یہ الفاظ استعمال کئے
اور اپنے ازالہ مین صفحہ ۶۷۵ - سے ۶۸۰ - تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
جملہ اصحاب اور انکے تابعین اور سبہی آئمہ دین کی توہین کی ہے - ان صفحات مین

ان الفاظ کو ناظرین دیکھین انہین کیسی صریح مسیح کی توہین ہے پہر ان کے
مقابلہ مین یہودیون کے حق مین انکے الفاظ ۴۷ و ۶ کو ملاحظہ کرین کہ اون مین
یہودیون کو کس تعظیم سے یاد کیا ہے - اس توہین کا شاید آپ یہ جواب دین کہ
یہ توہین ہے تو عیسائیون کی کتابون مین ہے - ہم تو صرف ناقل ہین و نقل کفر
کفر نباشد مثل مشہور ہے - اسکا جواب یہ ہے کہ ان کتابون کی ایسے مضامین
کو جسکا قرآن حدیث مصدق نہو - اور انہین انبیاء کی توہین پائی جاتی ہو نقل کرنا
بہی انبیاء کی توہین ہے اور نقل کفر اسیوقت تک کفر نہین ہوتا - جب تک کہ اسکے
مضمون سے ناقل اپنا اعتقاد و تسلیم بظاہر نکرے - اور اگر ناقل مضمون نقل کفر کا مصدق و

آپ نے فتح سیفی کی (جسکے سبب خدا تعالےٰ نے سورہ فتحنا مین آنحضرتؐ پر احسان جتایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر کمال مسرت کا اظہار کیا اور اسکو تمام دُنیا کی نعمتون سے بہتر اور محبوب تر کہا اور صحابہؓ نے اسکی خوشی مین اونٹ دوڑائے اور اُس خوشی مین انکو وہ غم جو مقام حدیبیہ مین پہونچے تھے سب بھول گئے) سخت توہین کی ہے اور اسکی نسبت صفحہ ۶۷۶ - مین یہ بات بہ تصریح کہدی ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہین ہے - چند روزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح بہی معدوم[1] ہو جاتی ہے - سچی اور حقیقی فتح وہ ہے - جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتونکے لشکر کے ساتھ حاصل ہو سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو (یعنے آپکے ہاتھ سے) نصیب ہوئی ہے - پھر صفحہ ۶۷۸ - مین کہا ہے اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق و معارف بہی مان لین جو پہلون نے دریافت نہین کئے تو اسمین اجماع کی کسر شان ہے - گویا ہمین یہ کہنا پڑیگا کہ جو پہلے امامون کو معلوم نہین ہوا تھا وہ ہمنے معلوم کر لیا - یہ خیال اُن مُلّا لوگونکا بالکل فاسد ہے - انکو سوچنا چاہیے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات[2] وغیرہ مین زمانہ حال مین کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے

---

[1] - محض کذب اور مغالطہ ہے - سیف سے اگرچہ ابتداً اکراہ ہوتا ہے مگر انتہاءً وہ اکراہ بانشراح مبدل ہو جاتا ہے - اور جب مومن کے دلمین اسلام راسخ ہو جاتا ہے تو وہ پہر کبہی دور نہین ہوتا - ہندوستان کیحالت کو دیکہو اسلام اسمین کیونکر آیا اور اب کسطرح قائم ہے - مسلمانون کا اقبال نہین رہا مگر پہر اسلام عیسائیت کی نسبت ترقی پر ہے -

[2] - نباتات کی نسبت "الیوم اکملت لکم" کی بشارت وارد ہوتی تو اون کے خواص جدیدہ کی بہی نفی کی گنجایش ہوتی - اون کی نسبت "انتم اعلم بامور دنیاکم" وارد ہے اور قرآن اور اسلام کی نسبت - الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پہر کیونکر ممکن ہے کہ فہم جملہ صحابہ کے مخالف اب کسیکو دقائق قرآنی موجہین

جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اسوقت انکے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں[1] آئی۔

پھر اُسکے صفحہ ۸۰-۶- مین کہا ہے۔ سو اب وہی وقت آگیا۔ اب وہ وقت نادان مولویون کے روکنے سے رُک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جسکا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگون مین تقسیم کریگا۔

(۱۶) آپ کا مدعی نزول آیات ہونا۔

قرآن کی بہت سی آیات ہین جنکو آپ اپنے حق مین نازل بتاتے ہین۔ جنکی تفصیل محلس فیصلہ مین ہوگی۔ اور اگر وہ مجلس نہوئی تو کسی آیندہ تحریر مین کی جائیگی اس مقام مین ایک ایسی آیت نقل کی جاتی ہے جو علاوہ بقیہ آیات قرآن کے آپ پر نازل ہوئی ہے۔ آپ ازالہ کے صفحہ ۷۲۰- مین لکھتے ہین اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے۔ کہ انا انزلناہُ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہُ وبالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولًا۔ پھر صفحہ ۷۶۰- مین لکھتے ہین اسجگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس رعذ وہ الہام مذکورہ بالا جسمین کانیان مین نازل ہونیکا ذکر ہے ہوا ہا

[1] - اسمین آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی لعن ہے۔ کیونکہ ضرورت کی تفصیل آپ نے کی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین بھی خیال آپ کے پیش نہین آئی۔ لہذا آپ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاذ اللہ ان دقائق مین محروم رہے ہین۔

اُس روز کشفی طور پر[1] مینے دیکھا کہ میرے بہائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باواز بلند قرآن شریف پڑہ رہے ہین۔ اور پڑھتے پڑھتے اُنہون نے اِن فقرات کو پڑہا کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان تو مین نے سُنکر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بہی قرآن شریف مین لکھا ہوا ہے۔ تب اُنہون نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے۔ تب مینے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائین صفحہ مین شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ اور مینے کہا کہ تین شہرونکا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف مین درج کیا گیا ہے۔ مکہ۔ اور مدینہ۔ اور قادیان۔"

(۱۷)

آپکا تمام لوگون پر اپنی پیروی کو واجب اور نجات کا موجب کہنا۔

آپ فتح اسلام کے صفحہ ۴۲۔ مین لکھتے ہین۔ یعنے خدا نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجہے فرمایا کہ زمین مین طوفانِ ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت مین یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی مین سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار مین رہیگا اسکے لیے موت درپیش ہے۔ اور بصفحہ ۵۸ فرماتے ہین۔ اِس زمانہ کا حصن حصین مین ہون جو مجہ مین داخل ہوتا ہے۔ وہ چورون اور قزاقون اور درندون سے اپنی جان بچائیگا۔ مگر جو شخص میری دیوارون سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اُسکو موت درپیش ہے اور اُسکی لاش بہی سلامت نہین رہیگی۔

[1] ۔ آپ محدث کہلاتے ہین اور محدث کا کشف والہام آپ کے نزدیک دخل شیطانی سے منزہ ہے۔ لہذا اِس آیت کا قرآن مین ہونا آپکے نزدیک یقینی اور ضروری ہے۔ موجودہ قرآن مین جو یہ آیت موجود نہین تو یہ شاید آپکے نزدیک معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عثمان یا زید بن ثابت کی غلطی ہے۔

(۱۸)

آپ کا سلف اہل اسلام کو کافر و مشرک کہنا۔

آپنے اشتہار ۲۰۔ مئی ۹۱ء مین تمام مسلمانون کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہین مشرک اور اعتقاد حیات مسیح کو ستون شرک قرار دیا۔ اور یہ لکھا ہے کہ ہمارے گذشتہ علماء نے اسطرف نہین خیال کیا۔ اور یہ اعتقاد مسلمانون اور عیسائیون دونو نے برخلاف کتاب اللہ ٹھہرالیا ہے۔ اور پہر کہا ہے کہ وہ اس ستون کے ٹوٹ جانے سے سخت ناراض ہین اور درپردہ مخلوق پرستی کے موید ہین۔

اور ازالہ کے صفحہ ۲۹۶ مین لکھا ہے کہ وہ آیات جنمین ایسا لکھا ہے (یعنے وہ آیات جنمین حضرت مسیح کا مٹی سے جانور بنانا مذکور ہے) متشابہات سے ہین اور انکے یہ معنے کرنا کہ گویا خدا تعالے نے اپنے ارادہ اور اذن سے حضرت عیسے کو صفات خالقیت مین شریک کر رکھا تھا (ان آیات کے یہ معنے آپنے از خود کئے ہین مسلمان تو یہ کہتے ہین کہ خالق خدا ہے۔ حضرت مسیح کا مٹی کے جانور مین پہونک مارنا۔ یا انکے لیے دعائے حیات کرنا اس خالقیت کے ظہور کا سبب و محرک ہے) صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے۔

صفحہ ۲۹۷ مین کہا ہے۔ یہ سراسر مشرکانہ باتین ہین اور کفر سے بدتر۔ اور صفحہ ۲۹۸ مین کہا ہے کہ یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔ صفحہ ۳۰۱ مین کہا ہے ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہین۔ اور صفحہ ۳۲۲۔ مین کہا ہے غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور انمین پہونک مار کر انہین سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔

اسی قسم کے صدہا کفریات آپکی کتابونمین موجود ہین۔ اور یہ کفریات کادیانی کی زبانی کلمہ پڑھنے اور بعض تحریرات مین امور ایمان کا اقرار و تسلیم کرنے کے صریح

مخالف ہین۔ اور اس کلمہ واقرار کو صاف جھٹلا رہے ہین۔ پس اگر کادیانی اس اقرار و تسلیم مین سچا ہے اور اسکا وہ اقرار دل سے ہے۔ منافقین کی مانند صرف زبان سے نہین ہے تو اسکا فرض ہے کہ وہ ان کفریات کو اس اقرار و تسلیم سے مطابق کرکے دکھا دے۔ یہ نہ ہوسکے تو اُن کفریات سے رجوع و توبہ کا اشتہار دے۔ اور ان کتابون کو جنمین یہ کفریات درج ہین جلا دینے کا حکم شہرہ آفاق کرے۔

ان باتون کو کفر ٹھہرانے مین خاکسار راقم ترمیم متفرد نہین بلکہ ہندوستان و پنجاب کے علمار شریعت و مشایخ طریقت مختلف مذاہب و طریق (قادریہ۔ چشتیہ۔ حنفیہ و اہلحدیث وغیرہ) اسکی راے سے متفق ہین۔ خاکسار نے ان باتون کو بعض ایک استفتا کے ان کی خدمت مین پیش کیا تو انہون نے بالاتفاق و بلا خلاف ان باتون کو دائرہ اسلام و ملت سے خارج کیا اور ان باتون کی نسبت سے کادیانی پر کفر و الحاد و زندقہ و ارتداد و بدعت و خروج از ملت و دائرہ سنت کا فتوی لگایا۔

وہ فتوی اسوقت تک اس غرض سے عام لوگون مین مشتہر نہین کیا کہ اگر کادیانی کو ان عقائد کفریہ و بدعیہ کی نسبت کوئی عذر ہو تو پیش کرے۔ ان عقائد کو اسلام و ملت کے موافق کردکھائے یا ان سے رجوع کرے۔

یہ امر اسکو بارہا اشتہارات دہلی مطبوعہ ۷۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء عیسوی وغیرہ مین کہا گیا ہے۔ اور اب اسصورت فیصلہ مین ان باتون کو بیان کرکے آخری دفعہ اسکو موقعہ عذر (تطبیق یا رجوع) دیا گیا ہے۔ اسپر بھی اسنے مجلس عام مین حاضر ہوکر اس فیصلہ کیطرف رجوع نکیا تو اس فتوی کو عنقریب مشتہر کیا جائیگا۔ اور پھر کادیانی سے کا ملنے کے سوائے کچھ بن نہین پڑیگا۔

یہ صورت فیصلہ ہی اگر کادیانی کو منظور نہو تو پھر اُسکے امتحان ایمانی کے لیئے اسان اور

کادیانی* کے فیصلہ آسمانی کی ترمیم

اور

اسکے مسلمانوں کے تصفیہ کے لیے آسان تجویز بالتقویم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

(اما بعد)

مرزا غلام احمد کادیانی نے اپنے مسلمان ہونے اور الزام کفر والحاد و زندقہ وارتداد سے جو اتفاق رائے علماے پنجاب و ہندوستان سے اوسپر قائم ہوا ہے۔ اپنے بری ہونے کے لیے جو آسمانی فیصلہ مشتہر کیا ہے وہ عدل و انصاف پر مبنی نہیں بلکہ ترمیم کی لائق ہے۔

اس فیصلہ کے دو حصے ہین جو سولہ صفحہ مین پورے ہوئے ہین۔

پہلا حصہ (جو آٹھ صفحہ مین ہے) محض سب و شتم و لعن و طعن کا مجموعہ ہے جسکی چند تمثیلات بطور مشتے نمونہ خروار یہ الفاظ و فقرات ہین جو کادیانی نے ایک آل رسول لخت جگر بتول حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور

* قادیان اکثر بڑے قاف سے لکھا جاتا ہے مگر جب قادیان کی نسبت مرزا غلام احمد کیطرف سے ہو تو کادیانی چھوٹے کاف سے لکھنا ضروری ہے۔ اسکی وجہ ایک الہام ہے جس کی شرح و تفصیل پرچہ اشاعۃ السنۃ متضمن مباحثہ لودہانہ مین ہو چکی ہے ناظرین ملاحظہ کرین۔

سہل الوقوع وہ تجویز ہے۔ جو وجہ ششم کے ضمن مین بیان ہوئی ہے۔ کہ کمیٹی مقررہ فریقین کادیانی کے پچھلے آسمانی نشانون کا امتحان کرے اسمین وہ غلبہ راے کمیٹی کے پاس ہو جائے تو اُسکو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔

اس صورت کو بھی آپ منظور نکرین اور ضرور آیندہ ہی نشان آسمانی دیکھنے اور دکھانے پر اصرار کرین۔ تو اُسکو بھی ہم منظور کرتے ہین۔ مگر نہ اُن صورتون سے جن کو آپ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ بجز سالہا سال مدت کے ظہور پذیر نہین ہو سکتین۔ بلکہ اُن نئی دو صورتون مین سے ایک صورت سے جو ذیل مین معروض ہین

پہلی صورت یہ کہ آپ خود ہی آیندہ یکطرفہ آسمانی نشان دکھلائین۔ کسی کوہڑی کو اچھا کر دین۔ یا ایک کانے کو دوسری آنکھہ دین۔ یا لکڑی کا سانپ بنا دین۔ یا آسمان سے مَن وَسَلوٰی یا مائدہ اوتارین۔ یا جلتی آگ مین کود پڑین اور بچ جائین۔ یا کسی خشک درخت کو سبز کر دکھا دین۔ یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیا اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اس یکطرفہ نشان دکھانے مین جو آپکا عذر تھا۔ کہ "مخالف مولوی اسکو نہ مانینگے" اسکو ہمنے اوٹھا دیا۔ اور نشان دکھانے پر مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اور اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا۔ نیچر یا قانونِ قدرت کے برخلاف ہے (چنانچہ جمون کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کے جواب مین آپنے کہا اور انکو یون ہی ٹلایا ہے) تو یہ عذر فضول اور گریز کا ایک بہانہ ہے یہ عذر اُن ہی لوگون کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیالی نیچر یا قانونِ قدرت کے پھندے مین پھنسے ہوئے ہین۔ مسلمان ایسے عذرون کو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف جانتے۔ اور اُسکو توڑنے کے لیے تیار ہین۔

آپ اِس امر کے تصفیہ کے لیے پہلے ہمسے بحث کر لین۔ ہمنے اگر آپ پر ظاہر اور ثابت

کردیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے برخلاف نہین۔ اور اُسکا ثبوت آپ ہی کی تصانیف سابقہ سے نکالدیا تو پھر آپکو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا۔ ورنہ ہمکو اپنے سوال کا واپس لینا۔

اِس صورت کے نشان نمائی سے بھی اگر آپ گریز کرین تو پھر دوسری صورت معروضہ ذیل سے نشان نمائی کرین یا نشان دیکھین۔

دوسری صورت یہ ہے جو ایک صوفی الہامی مدعی نمایش نشان آسمانی نے تجویز کی ہے۔ اور اُس سے ہمارے ایک معزز دوست نے ہمکو اطلاع دی ہے وہ دوست لکھتے ہین۔ مینے صوفی صاحب ممدوح کی خدمت مین ظاہر ہوکر انکو ازالہ اوہام کے دعوئی نشان نمائی مندرجہ صفحہ ۶۶۰ کی طرف توجہ دلائے تو اُنھون فرمایا۔ مولوی محمد حسین صاحب کو لکھدو کہ وہ اشاعۃ السنۃ مین چھاپ دین۔ کہ اگر مرزا کو درگاہ الٰہی مین اپنے مقبول ہونے اور دیگر علماء کے مردود ہونے کا زعم ہو تو اُس کو واجب ہے کہ وہ کوئی ایسی کرامت دکھلاوے جو اُسکے دعوئی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جسکو رد ے زمین کے ذی علم و طبعی و فلاسفر بھی کرامت کے نام سے موسوم کرسکین۔ اور دکھانے سے پہلے یہ ایک ضروری شرط ہے کہ اسکی جزئی و کلی حالات ایسے مفروح طور پر لکھکر مشتہر کردی جاوین کہ عام و خاص جاہل و عالم اُسکی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سے سمجھ لین۔ حتے کہ سمجھنے اور دیکھنے مین اُسکی کیفیت کے اندر انکو ذرا بھی اختلاف نہو۔ پس اس شرط کے ساتھ مرزا کوئی آسمانی کرامت و نشان دس (۱۰) ہفتہ مین ہی دکھلاوے۔ اور اگر اس سیعاد مینہ کے اندر ایسی کرامت کے دکھلانے سے مرزا عاجز آجاوے۔ تو اسکے اقرار عجز کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ مین وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کریگا اُس کو پانچ ہفتہ کے اندر دکھا دونگا۔ اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب

ہوگا کہ وہ اپنے عقائد مستحدثہ سے توبہ کریگا اور توبہ نامہ چھاپ دیگا۔"

اُن حضرت صوفی صاحب کا نام تب بتایا جائیگا جب کادیانی صاحب اس شرط سے نشان دکھلانا۔ یا دیکھنا منظور کرکے کسی اخبار مین اس امر کا اشتہار کر دینگے۔ پہلے سے ہم انکا نام مشتہر کرین تو کادیانی صاحب انہین کسی قسم کی حیل نکالکر اس بات کو ٹلا دینگے۔ جیسکہ انکی قدیم عادت ہے۔ ہم انکی حکمت عملیون سے خوب واقف ہین۔

لیجیے ہمنے آسمانی فیصلہ کی چار صورتین بیان کی ہین جو آپکے مجوزہ صورتون سے بدرجہا آسان اور سہل الوقوع اور جلدی ظہور پذیر ہین۔ اب آپکو لازم ہے کہ اپنے فیصلہ کو واپس لینے واپس لین۔ اور ہماری مجوزہ صورتون مین سے ایک صورت کو منظور کرکے آسمانی فیصلہ کرین۔ آپنے ان صورتون سے گریز کیا۔ اور اپنی ہی صورتون پر اصرار قائم رکھا تو عام وخاص کو آپکے گریز کا یقین ہوگا۔ یہ آپکا فیصلہ کا نسخ وترمیم وجواب ہے۔ اب اسکے ضمنی دعوی گریز از مباحثہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

جواب ضمنی دعوی گریز از مباحثہ

اپنے فیصلہ کے ضمن مین بصفحہ ۶۔ آپکا یہ دعوی کرنا کہ آپ کے مقابل فریق نے ناجائز شروط پیش کرکے مباحثہ کو ٹلا دیا ہے۔ ایک ایسا سفید جھوٹھ ہے کہ جس شخص مین ایک ذرہ بھی فہم وانصاف ہوگا۔ وہ صرف اسی ایک جھوٹھ کی نظر سے آپکو جملہ دعاوی جدیدہ مسیحائیت ومحدثیت وغیرہ مین جھوٹھا سمجھیگا۔

آپکے مقابل فریق نے کبھی کسی شرط کو آپ کے مقابل مین پیش نہین کیا۔ یہ امر تو آپ ہی سے ہمیشہ ظہور مین آتا رہا ہے۔ آپ ہی نے ہر دفعہ شروط کو پیش کیا۔ اور آپ ہی نے ہمیشہ

ہمیشہ مباحثہ کو ٹلایا۔ اسکا ثبوت آپ کی تحریرات مین حسب تفصیل ذیل پایا جاتا ہے۔

پہلی بار آپ نے تحریر نمبری ۵۔ مندرجہ صفحہ ۳۶۹۔ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲۔ مین یہ چار شرطین پیش کین۔ "(۱) مباحثہ مجمع عام مین ہو۔ (۲) مباحثہ تحریری ہو۔ (۳)۔ اس مجمع مین الہامی لوگ بہی شامل ہون۔ (۴) گفتگو کے لیے صرف آپ (خاکسار کو کہتے ہین) منتخب ہون۔ کیونکہ آپ سائشتہ اور مہذب ہین۔ اور آپ سے بہتر کوئی نہین"

بار دوم۔ آپنے تحریر نمبری ۸ مندرجہ صفحہ ۵۰۔ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۳۔ مین یہ دہوکہ[1] دینے والی شرط پیش کی کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور وہ صرف دو تحریرون مین ختم ہو۔ جنمین پہلی تحریر چار ورقون مین خاکسار کی طرف سے ہو۔ پہر اسی مقدار مین آپ کی طرف سے اور فریقین ایک حرف تک منہہ[2] سے نہ نکالین۔

بار سوم۔ اشتہار ۲۳۔ مئی ۱۸۹۱ء عیسوی مین آپنے یہہ چہہ شرطین پیش کین۔ (۱) مکان مباحثہ کسی رئیس لودہانہ کا ہو۔ جیسے نواب علی محمد خانصاحب شہزادہ نادر شاہ صاحب۔ خواجہ احسن شاہ صاحب۔ اور مجلس مین کوئی یورپین افسر ہو۔ یا ہندو مجسٹریٹ اور چند پولیس مین۔ (۲)۔ فریقین کے سوال وجواب لکہنے کے لیے ہندو منشی ہو۔ (۳) بحث مین خارجی نکتہ چینی نہ ہو۔ (۴)۔ سوالات وجواب قلم بند ہونے کے بعد لوگون کو سنائے جاوین۔ (۵) انکی ایک ایک نقل فریقین کو دیجاوے۔ (۶) جلسہ بحث آٹھ بجے سے دس بجے تک ہو زیادہ ہو تو نماز ظہر تک جلسہ ختم ہو۔

[1] اس شرط کا دہوکہ پر مبنی ہونا اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۱۳ کے صفحہ (۸) مین بخوبی ثابت کیا گیا ہے۔

[2] یہ شرط آپ ہر دفعہ اور ہر ایک مباحثہ مین اسلیے لگاتے ہین کہ آپ اپنی تحریرات مین فضول باتین لکہین اور خروج از بحث کرین تو اسکو فریق ثانی روک نہ سکے۔ اسکے ساتہ اپنے پانچوین مرتبہ گیارہوین شرط لگادی تو اس سے حاضرین مجلس کو بہی اس فضول گوئی اور خروج از بحث پر اعتراض کرنے سے روکدیا (صفحہ ۵۴ ملاحظہ ہو)

بار چہارم۔ آپ نے تحریر نمبری ۱۱ مندرجہ صفحہ ۶۷ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنۃ مین یہ شرط پیش کی کہ بحث صرف وفات یا حیات مسیح مین ہو۔ کیونکہ میرا اصل دعوے یہی ہے۔ اور دعویٰ مسیح موعود ہونے کا اسکی فرع ہے۔ اور اسپر مبنی۔ اس کے جواب مین آپ کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا کہ آپکا اصل دعوے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اسمین بحث کرین۔ یا اس دعوے کو اصل ٹھہرانے مین غلطی کا اقرار کرین۔ تو وفات مسیح مین ہی بحث کرلین۔ تو آپ نے جواب سے انکار کیا۔ اور گریز اختیار فرمایا۔

بار پنجم۔ آپنے پٹیالہ والے بعض معتقدین کے جبر سے پھر مباحثہ منظور کیا تو اسکے لیے یہ گیارہ شرطین پیش کین۔ (جو آپ کی تحریر مندرجہ صفحہ ۹۴۔ جلد ۱۳۔ اشاعۃ السنۃ مین موجود ہین) ۱۔ مکان مباحثہ چھ سات ہزار آدمی کے لائق ہو۔ اور ذمہ دار مولوی محمد حسن ہون۔ ۲۔ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر سوال وجواب کرین۔ ۳۔ پرچہ سوال وجواب صرف پانچ ہو۔ ۴۔ ہر ایک فریق اپنے پرچہ کی نقل دوسرے کو دے ۵۔ بحث مین کتابون سے مدد نہ لیجاوے۔ ۶۔ تمہیدی امور مجلس مین کہی جاوین۔ گھر سے لکھکر کوئی نہ لاوے۔ ۷۔ جلسہ بحث چھ بجے سے گیارہ بجے تک ہو اور تین دن مین ختم ہو۔ ۸۔ پرچون کا وقت مساوی ہونا چاہیے۔ ۹۔ بحث کے دن سے دس روز پہلے اطلاع ہو۔ ۱۰۔ بحث[1] جلسہ عام مین ہو۔ ۱۱۔ منصفی حاضرین کی کچھ ضرورت[2] نہین۔ اسکے جواب مین شروط فاسدہ کو رد اور صحیحہ کو تسلیم کیا گیا۔ تو آپ نے جواب سے انکار اور بحث سے گریز کیا۔

بار ششم۔ جب آپ اوائل ماہ جولائی ۱۸۹۱ء عیسوی مین امرتسر پہنچے اور وہان کے بعض معزز رؤسا نے آپکو خاکسار سے مباحثہ کرنے پر مجبور کیا۔ تو

---

[1] خدا داول کے بعد اس شرط کا ذکر مبہم دگرا بلا حاصل ہے۔

[2] یہ شرط اپنے اسپر اصرار لگا دی ہے کہ حاضرین مجلس مین سے ہی آپ کو فیصل گوئی اور خرچ جرائد بہت سو کوئی روک نہ سکے اور

آپنے خط آمی مولوی احمداللہ صاحب وخاکسار مورخہ ۷ جولائے ۱۸۹۱ء عیسوی
مین یہ شرطین پیش کین (۱) یہ کہ امن قائم رکھنے کے لیے کوئی احسن انتظام
کیا جاوے۔ کوئی صاحب ذمہ دار ہوجائین۔ (۲) مباحثہ تحریری ہو۔ خواہ
کوئی صاحب اپنے ہاتھ سے لکھین۔ خواہ دوسرے سے لکھادین۔ ان شروط
کی منظوری کر بعد خاکسار نے بٹالہ سے امرتسر پہنچنے کا وعدہ کیا۔ تو آپ میرے
آنے سے پیشتر امرتسر چھوڑ کر لودہانہ کو سدھارے اور گریز کے مرتکب ہوئے۔
جسکی مفصل کیفیت ہمارے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین ہے۔

بار ہفتم۔ جب آپکو خاکسار نے لودہانہ مین جا پکڑا۔ اور آپکے خسر دوم منشی
ناصر نواب نے آپکو مباحثہ پر مجبور کیا۔ آپ نے تحریر ۲۰۔ جولائی ۱۸۹۱ء مین
جو اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء مین چھپ چکی ہے۔ یہ شروط پیش کین کہ گفتگو تحریری
ہو۔ اور پہلی تحریر آپ کے مباحث کی جانب سے ہو۔ اور طالب فتح اسلام وتوضیح
مرام پر عترض ہون۔ خانگی امور کے متعلق اعتراض نہون۔ ان شروط کی پابندی سے
بارہ روز تک گفتگو ہوئی تو آپنے نقض شروط کا ناحق الزام قائم کرکے بارہوین
دن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر گریز کیا۔ اور اشتہار یکم اگست اور رسالہ الحق مین
اس گریز کا بایں الفاظ اقرار کیا۔ کہ اب ہم اس بے سود بحث کو بند اور ختم کرتے ہین

بار ہشتم۔ جب آپ نے دہلی جاکر دعوے مباحثہ کیا۔ یہ تین شرطین پیش
کین۔ (۱) امن قائم رکھنے کے لیے ایک افسر یورپین مجلس بحث مین موجود
ہو۔ اور متعدد خطوط آمی مولوی عبدالحق صاحب تفسیر حقانی مین یہ بھی لکھا۔ کہ صاحب
ڈپٹی کمشنر بہادر کی اجازت واطلاع تقرری یورپین افسر خاص کرانکے نام سے آوے
یہ شرط آپ نے اسلیے لگائی تھی کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اسوقت چیوس صاحب
بہادر تھے۔ جنہون نے لدہانہ مین فریقین کو مباحثہ سے روک دیا تھا۔ لہذا آپکو

یقین تھا کہ وہ صاحب ہرگز اجازت مباحثہ نہ دینگے۔ (۳) بحث تحریری ہو اور فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کرین۔ (۴) بحث صرف حیات و ممات مسیح مین ہو۔ ان شرائط مین سے شرط اول کی نسبت جب یہ جتایا گیا۔ کہ دہلی کے ڈپٹی کمشنر اسوقت چیوس صاحب بہادر ہین جو لدھانہ کے مباحثہ کو روک چکے تھے تب ہی آپ اس شرط پر زور دے رہے ہین۔ تو آپنے اس سے منفعل ہوکر اشتہار ۶۔ اکتوبر مین اس شرط کو منسوخ کیا۔ اور اس کے بدلے ذمہ داری امن کا وعدہ لیکر مباحثہ منظور کیا۔ مگر تاریخ و مقام مقرر کرکے آپکو بلایا۔ تو آپنے انکار کر دیا۔ اور گریز کیا۔

اَب آپ **انصاف** کو شرم کو حیا کو کام مین لاکر کہین۔ کہ **شروط** جائز یا ناجائز کو کسنے **پیش کیا** اور کتنی دفعہ مباحثہ کو کسنے ٹلایا۔ کسی موقع اور کسی دفعہ ہماری طرف سے بھی کوئی شرط ابتداً پیش ہوئی ہے۔ اور ہماری کوئی تحریر آپ کے پاس موجود ہے۔ جسمین کوئی شرط ابتداً پیش کی گئی ہو۔ اگر ہے تو اسکا نمبر اور تاریخ بتا دین۔ یا اسکو مشتہر کرین۔ نہین تو کچھ شرم و حیا کو کام مین لاکر بیہودہ شروط پیش کرنے اور اس ذریعہ سے مباحثہ کو ٹلانے کا الزام اپنے اوپر نہ دین۔ نہ اپنے مخاطبین کو۔ آپ سے تو یہ اُمید نہین۔ آپکے دام افتادہ وہ اہلحدیث جو صرف دھوکہ مین پھنسے ہوئے ہین۔ اور کوئی ذاتی غرض حصولِ فتوحات جمعون نقدی و نوکری وغیرہ فوائد دنیوی نہین رکھتے وہی اس امر کو سوچین کہ کادیانی نے بیہودہ شروط پیش کرکے مباحثہ کو ٹلانے کے الزام دینے مین سستی سے کام نہین لیا۔ بلکہ سفید جھوٹ بولا ہے۔ تو کادیانی کو دام سے اُنکی مخلصی کی کامل اُمید ہے۔

جواب دعوی وفات مسیح
علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

فیصلہ کے اخیر مین اور اسکے صفحہ ۵ - مین کادیانی نے یہ دعوی کیا یا یون کہین کہ حکم لگا دیا ہے کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہے اور صحیح بخاری مین بھی لکھا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہین - یہ بھی محض **کذب** اور **سفید جھوٹ** ہے - نہ قرآن کریم مین یہہ تصریح یا اشارہ ہے نہ صحیح بخاری یا کسی اور کتاب حدیث مین اسپر تصریح یا اشارہ پایا جاتا ہے - بلکہ قرآن کریم اور حدیث بالاتفاق حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نزول اجلال فرمانے کو ثابت کر رہے ہین - کادیانی نے اس فیصلہ مین اپنے دعوی پر دروغ اور کذب بے فروغ کے ثبوت مین دلائل قرآن وحدیث کو پیش نہین کیا - صرف دعوی بلا دلیل پر اکتفا کیا ہے - لہذا اس کے جواب مین ہماری طرف سے بھی مجرد دعوی اور مجمل رد کافی تھا - ولیکن ہم دلائل کادیانی کا جو اپنے ازالہ مین وہ بیان کر چکا ہے نمونہ دکھانے اور ناظرین کو انکے رد و جواب کیطرف توجہ و شوق دلانے کی غرض سے اسکے بعض دلائل کو جسکو وہ اپنے زعم مین بہت صریح و صحیح و قوی سمجھتا ہے نقل کر کے اسکا تفصیلی جواب دیتے ہین -

پس واضح ہو کہ **از انجملہ** ایک وہ آیت ہے جسمین خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کے خطاب مین فرمایا ہے - اے عیسےٰ مین تجھے قبض کرنیوالا یا پورا لینے والا ہون اور اپنی طرف اٹھا لینے والا -

یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (آل عمران - ع ۶ -)

کادیانی نے اس آیۃ کا ترجمہ یہہ کیا ہے - اے عیسےٰ مین تجھے وفات دینے

والا ہون اور ہر عزت کے ساتھہ اپنی طرف اوٹھانے والا ہون۔ اور اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ حضرت یسع فوت ہو گئے ہین۔ اور انکی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی ہے وہ زندہ جسم کے ساتھہ آسمان کیطرف نہین اٹھائے گئے۔

اسکا ثبوت جو کاذیانی پیش کیا ہے۔ آہین کذب اور مغالطہ سے کام لیا ہے اور ناواقف مسلمانون کو دھوکہ دیا ہے۔

پہلا کذب ومغالطہ اسکا یہ کہنا ہے کہ توفی کے حقیقی معنے وفات دینا ہے نہ جسم کو قبض کرنا۔ **اسکا ثبوت** پیش کرنے مین اسنے بہت دلیری سے کام لیا اور مصرعہ۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کا نمونہ دکھلایا۔ اور حسب عادت قدیم بتطویل بلاطائل وتکرار بلا حاصل اپنے ازالہ کے بیسیون صفحات اور متعدد مقامات۔ (صفحہ ۲۴۵ صفحہ ۲۶۵ لغایت صفحہ ۲۲۶ لغایت صفحہ ۳۲۲ صفحہ ۵۹۸ لغایت صفحہ ۶۰۲ صفحہ ۸۸۵ لغایت صفحہ ۸۸۶ صفحہ ۸۹۲ صفحہ ۹۱۸ لغایت صفحہ ۹۲۰ صفحہ ۹۲۲ لغایت صفحہ ۹۲۶ وغیرہ وغیرہ) مین یہ دعوی[1] کیا ہے کہ لفظ توفی قرآن مین تیئیس[23] جگہ وفات دینے کے معنون مین مستعمل ہوا ہے۔ اور کسی ایک مقام مین بھی اور معنون سے نہین بولا گیا۔ اور دعوی کیا[2] ہے کہ ان تمام کتابون صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ موطا۔ شرح السنہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان کتابون مین ۳۴۶ مرتبہ مختلف مقامات مین **توفی** کا لفظ آیا ہے۔ ہر جگہ اسکے معنے موت کے سوا کوئی نہین لیے گئے اور دعوے کیا[3] ہے کہ آنحضرت صلعم کے منہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک کم سے کم سات ہزار مرتبہ یہ لفظ توفی نکلا ہے۔ ہر ایک مرتبہ اس لفظ سے قبض روح کے معنے لیے گئے ہین۔ اور دعوے کیا[4] ہے کہ لغت کی کتابون۔ قاموس۔ صحاح۔ صراح۔ مین بھی کوئی فقرہ عرب کے محاورات کا ایسا نہین ملا۔ جسمین توفی کے

لفظ کو خدا کیطرف منسوب کرکے ذی روح کے متعلق استعمال مین لاکر اُس سے سوائے موت کوئی معنے مراد لیے گئے ہون۔ اور دعوے کیا ہے۔ جب سے دنیا مین عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے تب سے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہین ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کے معنے مین استعمال کیا گیا ہو۔ کوئی کتاب لغت اُسکے مخالف نہین اور کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اسکی مغائر نہین۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجایش نہین اور دعوی اور دعوے کیا ہے اگر کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے۔ کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا کے تعالے کا فعل منسوب بہ ذی روح ہونے کیحالت مین وفات دینے کے سوا قبض جسم کے معنے مین مستعمل ہوا ہو۔ تو مین اللہ جلشانہ کی قسم کہا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہون۔ کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت فروخت کرکے ایک ہزار روپیہ نقد دونگا۔ اور دعوے کیا ہے کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے کہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے یہ معنے ہین کہ اے عیسے مین تجھے وفات دونگا پھر کہا کہ امام بخاری ابن عباس کا قول بطور تائید لائے ہین تاکہ معلوم ہو۔ کہ صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا ہے۔

ان دعاوی و بیانات کا فورس (نیچرز) پڑھنے اور ناواقف مسلمانون کو اپنے دام تزویر مین لانے کی غرض سے کادیانی نے یہ غضب ڈھایا اور ستر کیا ہے کہ لفظ توفی سے وفات دینے کے سوا اور معنے قبض یا رفع جسم مراد لینے کو کفر و الحاد قرار دیا ہے۔ اور مفسرین سلف و خلف کو جو یہ معنے مراد سمجھتے ہین۔ ملحد و محرف و یہودی بنا دیا چنانچہ ازالہ کے صفحہ ۲۲۴ مین کہا ہے کہ اول سے آخر تک محاورہ قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ توفی سے موت دینا مراد ہے تو پھر متنازعہ فیہ آیات مین توفی کے معنے مخالف عام محاورہ قرآن گھڑ لینا الحاد اور تحریف نہین تو

اور اس خاکسار راقم ترمیم کے حقمین استعمال کیے ہین۔
(۱) اول الکافرین وہی ٹھرائے گئے ہین۔ (۲) دیانت وتقوے بالکل ہاتہ سے چہوڑ دیا۔ (۳) کنارہ کشی کی ذلت (۴) اوباشانہ لاف وگزاف (۵) انکی مفسدانہ اور اوباشانہ باتین سن چکا ہون (۶) ایسے رسوا ہونگے (۷) سخت صدمہ خجالت وشرمندگی کا پہنچ گیا (۸) سراسر خیانت وبددیانتی (۹) بڑی ذلت کے ساتہہ ہمیشہ کے لیے شکست (۱۰) چوہڑون اور چمارون کے بہی کان کاٹے۔ (۱۱) یہ کیسی سفلہ پن کی باتین ہین مین سچ کہتا ہون کہ اس زمانہ کے مہذب ڈوم اور نقال مین تہوڑا بہت حیا کو کام مین لاتے ہین اور پشتونکے سفلے بہی ایسی کمینگی اور شیخی سے بہرا ہوا تکبر اپنے حقیقت شناس کے سامنے زبان پر نہین لاتے۔ (۱۲) اسکی کہوپری مین ایک کیڑا ہے جسکو ضرور ایک دن خدا تعالیٰ نکالدیگا (۱۳) فرعونی رنگ کے تکبر سے (۱۴) منہ کو لگام دیوے (۱۵) یہہ کیا شرارت اور بیحیائی کا بیان ہے (۱۶) مین ان سفلے ملاؤن کو سراسر بے بصیرت سمجہتا ہون اور بخدا ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر مین انہین خیال نہین کرتا (۱۷) مین انکی گندی گالیون* اور نجاست بہری ہوئی باتون سے ترسان ہوا (۱۸) ہمیشہ شرفا بدگفتار لوگونسے ڈرا کرتے ہین۔ اور مہذب لوگ گندی زبان والون سے پرہیز کرجاتے ہین۔ شریف از سفلہ نمے ترسد بلکہ از سفلگی او مے ترسد۔ (۱۹) پردہ دری کرے (۲۰) بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کیطرح تکفیر اور لعنت کی جہاگ منہ سے نکالنے کے لیے چہوڑ دیا۔ (۲۱) محض شرارت کی راہ سے کہتے ہین (۲۲) تکفیر کی شیطانی منصوبون سے باز آجائین۔ اس قسم کے اور بہت سے الفاظ سب وشتم آپنی زبان دُرافشان سے نکالکر قلم اعجاز رقم کے حوالے کئے ہین۔ اس درافشانی کی آپنے یہ وجہ بیان کی ہے کہ اسکے مخالفون نے اسکو کافر وملحد دجال وکذاب کہا ہے۔ اور بٹالوی نے جامع مسجد دہلی مین اسکو فحش گالیان دین اور پہلور کے اسٹیشن پر اسکے لیے کتے

* گندی اور نجاست بہری گالیون کی ایک تو مثال دی ہوتی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

کیا ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۲۴۱ مین کہا ہے اور اسکے صفحہ ۲۰۰ مین کہا ہے بعض علمانے محض الحاد اور تحریف کے رو سے اس جگہ توفیتنی سے رفعتنی مراد لیا ہے یہی تو الحاد ہے۔ ایسا ہی صفحہ ۹۲۴ - وغیرہ مین کہا ہے۔

دوسرا مغالطہ اسکا یہ کہنا ہے۔ کہ رفع سے مراد روح کا اوٹھا لینا ہے۔ جیسا کہ عام صالحین کے روح کو بعد موت خدا اپنے پاس اوٹھا لیتا۔ اور انکا درجہ بلند کرتا ہے۔ نہ روح کو معہ جسم اوٹھا لینا۔

اسکے ثبوت مین کادیانی نے کسی بداگانہ دلیل کو پیش نہین کیا۔ بلکہ سابق دلائل وفات مسیح کو اسکے ثبوت مین کافی سمجھا ہے۔ چنانچہ اپنے ازالہ کے صفحہ ۳۶۳ و صفحہ ۳۶۶ صفحہ ۳۴۲۔ نہایت صفحہ ۳۴۴۔ وغیرہ مین کہا ہے کہ جس حالت مین قرآن شریف اور حدیث کے رو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے ہین تو پھر اس موت کے بعد رفع سے جسم کے ساتھ اوٹھایا جانا مراد سمجھنا کمال درجہ کی غلطی ہے۔ اور کہا ہے جب کہ ضرور ی طور پر ماننا پڑا کہ ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کیطرف اٹھائی جاتی ہے۔ تو اس سے صاف کھل گیا کہ رافعک الی کے یہی معنے ہین کہ حضرت عیسےٰ کی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی اور اسکی تائید و تنظیر مین ازالہ کے صفحہ ۶۹۹ مین حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا پیش کرکے کہا ہے۔ کہ اسمین شک نہین کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ادریسؑ کو موت دیکر بلند مقام مین پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ غیر موت کے آسمان پر چڑھ گئے ہین تو ضرور ہے کہ وہ ایک دن زمین پر اُترین اور فوت ہون۔ اور زمین مین مدفون ہون۔ اور یہ امر قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے

تیسرا مغالطہ کادیانی کا "رافعک" کے ترجمہ مین جعل و تصرف کرنا اور ان الفاظ سے اسکا ترجمہ کرنا ہے "اور پھر تجھے اوٹھانے والا ہون" اسمین اسنے واو کا ترجمہ

"پر" سے کیا ہے۔ جو حرف "ثم" کا ترجمہ ہے اور وہ تحریف معنوی کا مرتکب ہوا۔ یا ترجمہ واو کے ساتھ ترجمہ حرف "ثم" از خود ملا دیا ہے اور تحریف لفظی کا ارتکاب کیا۔ اس جعل و تصرف پر اُسنے ترتیب الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرایا اور یہ کہا ہے کہ خدا تعالےٰ نے پہلے "انی متوفیک" فرمایا پھر "رافعک"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ توفی کا وقوع پہلے ہوا ہے۔ اور رفع کا پیچھے ہوا۔ کیونکہ اگر وقوع رفع کو پہلے اور توفی کو پیچھے مان لیا جائے تو اس سے کلام الٰہی کی جو بین توفی کا پہلے ذکر ہے اور رفع کا پیچھے فصاحت و بلاغت ٹوٹ جاتی ہے۔ اور نیز جو تقدیم و تاخر ترتیب طبعی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ طبعاً توفی جسم سے وفات پہلے ہوتی ہے۔ اور رفع روح پیچھے۔ اس دعویٰ کا زور جتلانے اور ناواقف مسلمانوں کو اس کی صحت کا یقین دلا کر دام میں لانے کی غرض سے کادیانی نے سلف و خلف علماء اسلام کے حق میں (جنہوں نے حضرت مسیح کا رفع کا مقدم اور توفی کا موخر ہونا تجویز کیا ہے) سخت زبان دراز کی ہے۔ اور انکو یہودی۔ ملحد۔ بے حیا۔ بے ایمان۔ کہکر انکی آبرو لی ہے۔ (دیکھو ازالہ کادیانی کا صفحہ ۳۴۶ و صفحہ ۹۲۴ نہایت صفحہ ۹۲۶ وغیرہ)۔

کادیانی کے اس بے باکانہ غوغا و شور اور مزخرفانہ دعاوی کے زور کو دیکھکر بعض نادان علم عربی و قرآن مصداق مثل مشہور نیم ملان خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان۔ اور اکثر اردو خوان جو قرآن حدیث سے محض بے خبر ہیں اور علوم عربیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے و معہذا علماء سلف و خلف کی تقلید چھوڑ کر نیچری ہو چکے ہیں۔ یا فرقہ اہلحدیث کیطرف منسوب ہوکر بر طبق ع بدنام کنندہ نکونامی چند+ اس فرقہ کو بدنام کر رہے ہیں۔ تو اسلام کو سلام کر بیٹھے ہیں۔

وہ کادیانی کے ان دعاوی اور دلائل مزخرفہ کی نظر سے نہ صرف اسکے دعوئ وفات مسیح پر ایمان لے آئے ہیں۔ بلکہ اُسکے جملہ کفریات اور مستحدثات کو حق جاننے

گئے ہین۔ اور وہ اتنی ہوش وتمیز نہین رکھتے اور سمجھ نہین سکتے کہ صرف دعوے۔ وفات مسیح مین کادیانی کے مصیب ہونے اور اسکے دلائل مذکورہ بالا کے قوی اور صحیح ہونے سے اسکے جملہ کفریات صحیح نہین ہوسکتے۔ اور نہ وہ ان کفریات کے ساتھ صرف دعوی وفات مسیح مین مصیب ہونے کے سبب واجب التعظیم یا جائز الاتباع ہوسکتا ہے اسی انکی ناسمجھی ربے تمیزی سے کادیانی اپنا اُلو سیدھا کرلیا ہے۔ اور وہ اپنے جملہ الزامات کے جواب مین وفات مسیح کی بحث کو پیش کرتا ہے۔ اور اس مسئلہ کے سوا وہ کسی مسئلہ مین بحث نہین کرتا۔ اور اس بحث کو جملہ الزامات مثبتہ کفر وضلالت کا کافی جواب سمجھ رہا ہے۔ کیون نہ ہو اسکو ایسے عقل کے اندھے اور تسلیم کے پورے جو مل گئے۔ اب جو وہ کہے کہ سکتا ہے۔

وزیرے چنین شہریارے چنان ؎ چہان چوان نگردد قرارے چنان۔

مگر اہل دانش وبینش وصاحب خبرت وبصیرت ہر فرقہ اہل اسلام کے خوب سمجھتے اور یقین رکھتے ہین کہ اسکا یہ دعوے وفات مسیح ایک بالو کی دیوار ہے اور اسکے دلائل مذکورہ بالا وغیرہ ہوائی گولے ہین۔ ان سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ہرگز ثابت نہین ہوسکتا۔ اور اگر بفرض محال وہ اس دعوی مین مصیب بھی ہو۔ اور وہ دلائل صحیح وقوی ہون تو اس سے اسکے باقی عقائد کفریہ صحیح ودلائل تسلیم نہین ہوسکتے اور ان عقائد کے ساتھ وہ ہرگز جائز الاتباع نہین ہوسکتا۔

یہ شق ثانی ظاہر البیان اور بین البثوت ہے۔ اسمقام مین شق اول یعنے اسکے دعوے وفات مسیح کا ایک بالو کی دیوار وغیر ثابت اور اسکے دلائل کا ہوائی گولے وناکافی وبیکار ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ ناظرین توجہ کرین۔

پہلی کذب ومغالطہ مین اسکے دعوی اور دلائل کا غیر ثابت وناتمام ہونا۔

اس مقام مین جو اُس نے یہ دعوی کیا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے اسکے سوا جو اسکے معنے کئے جاتے ہین وہ سب غیر حقیقی یعنے مجازی ہین۔ یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے۔ یہ دعوے نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے نہ کسی لغت کی کتاب سے نہ محاورات قدیم وجدید عرب سے نہ کسی مقولہ یا امثال سے۔ اور اسکے ثبوت مین جو مفتگانہ دلائل کاردیانی نے پیش کیے ہین وہ دلائل نہین۔ بلکہ وہ بجائے خود نئے دعاوی ہین۔ جو محتاج ثبوت ہین اور انکا بار ثبوت کاردیانی کے ذمہ ہے۔ مگر اوس نے انکا کوئی ثبوت نہین دیا۔ صرف دعاوی سے اپنے مہق اتباع کا گھر پورا کر دیا ہے۔

اسکا پہلا دعوی کہ قرآن مجید کے تیئس مقام مین لفظ توفی وفات دینے کے معنے مین مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ بھی کسی اور معنے پر استعمال نہین کیا گیا۔ محض کذب ہے۔ کیونکہ منجملہ ان تیئس مقامات کے جسکو کاردیانی نے ذکر کیا ہے ایک مقام وہ آیۃ سورۃ انعام ہے۔ جسمین یہ ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہے جو تمکو رات کے وقت پورا قبض کر لیتا ہے اور جو تم دن کو کرتے ہو اسکو جانتا ہے۔ پھر تمکو دن مین اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری میعاد حیات پوری ہو۔

وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمّی۔ (انعام ع ۷)

دوسرا مقام وہ آیۃ سورہ زمر ہے۔ جسمین ارشاد ہے۔ خدا تعالیٰ موت کیوقت جانون کو پورا قبض کر لیتا ہے۔ اور جو نہین مرتے انکو نیند مین پورا لیتا ہے انمین جسپر موت کا حکم لگا چکتا ہے اسکو روک لیتا ہے اور دوسرے کو ایک وقت تک چھوڑ دیتا ہے۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی۔ (زمر۔ ع ۵)

ان دونو مقام مین لفظ توفی باتفاق اہل اسلام اور کاردیانی کی نیند کی

معنے مین مستعمل ہوا ہے۔ اور فریقین سے کوئی ان آیتون کے یہ معنے نہین کرتا کہ رات کو جو شخص سوتا ہے وہ مرجاتا ہے۔

اس سے صاف ثابت ہے کہ کادیانی کا وہ دعوی کہ لفظ قرآن مین موت کے سوا اور کسی معنے مین مستعمل نہین ہوا سفید جھوٹ ہے۔

اس الزام کذب کا کادیانی کو کھٹکا ہوا تو اس نے اپنے ازالہ کے صہ ۳۲۳ مین اسکے رفع کرنے کے لیے یہ عذر کیا۔ کہ ان دونو مقامات مین نیند پر توفی کے لفظ کا اطلاق ایک قرینہ ہے۔ جو بہ نصب قرینہ لزوم استعمال کیا گیا ہے۔ پھر صہ ۳۲۳ مین کہا ہے کہ معنے حقیقی وہ ہوتے ہین جو بلا قرینہ سمجھ مین آوین اور جو معنے کسی قرینہ سے سمجھے جائین وہ مجازی معنی کہلاتے ہین۔ اور بناء علیہ وفات دینا توفی کے حقیقی معنے نہین کیونکہ وہ بلا قرینہ ان آیات کے سمجھ مین آتے ہین۔ اور نیند اسکے مجازی معنی ہین۔ وہ صرف ان دو آیتون سے بقرینہ نوم سمجھ مین آتے ہین۔ مگر اس عذر سے اسکا وہ جھوٹ کہ قرآن مین یہ لفظ توفی کسی دوسرے معنے مین مستعمل ہی نہین ہوا۔ پھر نہین ہو سکتا۔ ہان اس سے ایک نیا دعوی مدعیل پیدا ہوا کہ لفظ توفی قرآن مین دو معنی سے مستعمل ہوا ہے۔ ایک وفات دینا جو اسکے حقیقی معنے ہین کیونکہ وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین۔ دوسرے سلانا جو اسکے معنے مجازی ہین۔ کیونکہ وہ قرینہ سے جو مجاز کی علامت ہے سمجھ مین آتے ہین۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعوی اور اسکی دلیل بھی کذب و مغالطہ سے خالی نہین اور حق اور راست یہ امر ہے کہ توفی کے حقیقی معنے ایک چیز کو پورا لینا ہے۔ اور اس معنے کی کئی صورتین یا اقسام ہین یا آتا۔ سولانا۔ ایک[۳] چیز کے جسم کو قبض کر لینا[۴] اور ان سب ہی صورتون یا اقسام سے ہر ایک خاص صورت یا قسم کا اس لفظ سے مراد ٹھہرانا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔ اور پھر اس قسم یا صورت کو معنے مجازی نہین کہا جا سکتا۔ جیسے لفظ مشترک (مثلاً عین جو چشمہ جاریہ اور آنکھ کے لیے موضوع ہے) سے بعض

[۳] اسمین یہ اشارہ ہے کہ موت یعنی کے معنے ہی لفظ توفی سے قرینہ ہی سے سمجھ مین آتے ہین۔ نہ بلا قرینہ چنانچہ بتفصیل ثابت کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

نمبر ۳ جلد چہاردہم

معانی مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے۔ (خلا لفظ عین کے ساتھ دیکھنے کا ذکر ہو تو اس سے آنکھ مراد لی جاتی ہے۔ اور اگر جاری ہونے کا ذکر ہو تو اس سے پانی کا چشمہ مراد لیا جاتا ہے) اور اس لفظ کے ان معنے کو جو قرینہ سے سمجھے جائیں حقیقی نہیں کہا جاتا۔

کادیانی بمصرف قرینہ کو مجاز ہونے کی دلیل سمجھ لیا اور یہ نہ جانا کہ معانی [illegible] اگر وہ متعدد ہوں محتاج قرینہ ہوتے ہیں اور پھر مجازی معنے نہیں کہلاتے [illegible] سے اپنا **علم معانی** بیان وصول و معقول سے جاہل رہے فرماتا ہے [illegible]

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق و تائید کے لیے علماء عربیت اہرین [illegible] متبحرین علم معانی و بیان کے اقوال سے **شہادت** پیش کرتے ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔ **توفے** کسی چیز کے پورا لینے کو کہتے ہیں [illegible] اسکا ایک قسم ہے۔ (اور [illegible] ان دونو قسم کا ذکر اس قول [illegible] ہے) کہ خدا تیمارے جانوں کو موت کے وقت پورا لیتا ہے (یعنی مرتا ہے)

والتوفی اخذ الشی وافیاً والموت نوع منه قال الله تعالی الله یتوفی الانفس حین موتها۔ والتی لم تمت فی منامها۔ (بیضاوی صفحہ ۲۴۰)

اور جو نہیں مرتے انکو نیند میں پورا لیتا ہے (یعنے سولا دیتا ہے)

اور **تفسیر کبیر** میں ہے۔ توفی کے معنے قبض کرنا ہے۔ عرب کے یہ محاورات ہیں [illegible] "وفانی فلان دراهی۔ واوفانی وقبضتها منه"۔ یعنے فلان شخص نے میرے قبضہ میں دیدیئے [illegible] قبض کر لیے۔

ان التوفی هو القبض یقال وفانی فلان دراهی واوفانی وقبضتها منه کما یقال سلم فلان دراهی الی وتسلمتها منه وقد یکون ایضاً توفی بمعنی استوفی وعلی کلا الاحتمالین کان احسن واجمل

(ناظرین! دیکھ [illegible] محاورات عرب میں)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

من الارض واصعاده الی السماء توفیا له فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله رافعك الی تکرارا قلنا قوله انی متوفیك یدل علی حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعد ورافعك الی کان هذا تعیینا للنوع ولم یکن تکرارا۔ (تفسیر کبیر ص ۶۵۰ ج ۲)

توفی بمعنے قبض دراہم جو جسم ہی بولا گیا ہے۔ یہی قبض جسم ان محاورات مین پایا جاتا ہے جو صحاح۔ صراح اور قاموس سے عنقریب منقول ہونگے۔ اور پھر انصاف اور ایمان کو پیش نظر رکھکر کادیانی کے اس کذب و جرأت کا کہ محاورہ عرب اور کتب لغت مین کوئی ایسی مثال پائی نہین جاتی۔ جسمین توفی بمعنے قبض جسم بولا گیا ہو۔ اندازہ کرو) جیسے یہ محاورات ہین۔ سلم فلان دراهمی الی وتسلمتها منه یعنے فلان شخص نے میرے دراہم میری سپرد کئے۔ اور مین نے اس سے لے لئے۔ اور کبھی توفی بمعنے استوفی آتا ہے۔ یعنے پورا لینے کے معنے مین۔ ان دونو معنے (قبض کرنے اور پورا لینے) سے حضرت مسیح کو زمین سے نکال کر آسمان پر چڑھا لیجانا۔ انکی توفی ہے۔ اسپر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ان معنے کی نظر سے توفی بعینہ رفع جسم ہوا۔ لہذا متوفیك فرمانے کے بعد رافعك الی کہنا تکرار بلا فائدہ بنتا ہے (جس سے خدا کی شان پاک ہے) اسکا جواب یہ ہے۔ کہ متوفیك فرمانے سے صرف قبض کرنا معلوم ہوا۔ جو ایک جنس اور عام مفہوم ہے۔ اور اسکے نیچے کئی انواع و اقسام پائے جاتے ہین (۱) موت (جسمین صرف روح کا قبض ہوتا ہے) (۲) جسم کو آسمان پر لیجانا (جسمین روح کی شمولیت بھی پائی جاتی ہے) (۳) سولا دینا (جسمین ایک قسم کا قبض روح ہوتا ہے اور اسکا ذکر تفسیر کبیر کی آیندہ عبارت مین ہے) پھر جب متوفیك فرمانے کے بعد ورافعك الی فرما دیا۔ تو اس سے اُس جنس کے ایک نوع کا تقرر ہو گیا۔ اور تکرار لازم نہ آیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تفسیر کبیر میں آیات زیر بحث کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یتوفکم باللیل کے یہ معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ تمکو رات کے وقت سولا دیتا ہے۔ اور تمہارے ان ارواح کو قبض کر لیتا ہے جن سے تم ادراک اور تمیز کر سکتے ہو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جانوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے تا آخر۔ سو خدا تعالےٰ ارواح کو نیند کے ساتھ قبض کرتا ہے جیسا کہ موت کے ساتھ قبض کرتا ہے۔

فاما قوله الذی یتوفاکم باللیل فالمعنی انه تعالی ینیمکم فیتوفی انفسکم التی بها تقدرون علی الادراك والتمییز کما قال جل جلاله الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسك التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی فالله جل جلاله یقبض الارواح عن التصرف بالنوم کما یقبضها بالموت (تفسیر کبیر ص ۵۳ - ج ۴)

اور لغت کی کتابوں میں سے صحاح میں لکھا ہے ادفاہ حقہ (باب افعال سے)۔ اور وفاہ حقہ (باب تفعیل سے) اور استوفاہ حقہ (باب استفعال سے) اور توفاہ (باب تفعل سے) جو زیر بحث ہے) سب ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ کہ اسکا حق پورا دیدیا۔ اور توفاہ اللہ کے معنے قبض روح کے ہیں اور توفی کے معنے نیند کے اور صراح میں ہے کہ ایفاء گذاردن حق کسے بہ تمام ویقال منه اوفاہ حقه ووفاہ استیفاء وتوفی تمام گرفتن حق وتوفاہ اللہ اے قبض روحه ووفاة مردن صوافات رسیدن وآمدن وتوافی القوم ای تتابعوا۔

اوفاه حقه وفاء بمعنی اعطاه وافیا واستوفی حقه وتوفاه بمعنی۔ وتوفاه الله ای قبض روحه والوفات الموت توافی القوم تتابعوا۔ (صحاح جوہری)

اور قاموس میں لکھا ہے۔ کہ اوفی فلانا حقه کے یہ معنے ہیں کہ اسکو حق پورا دیدیا جیسے وفاہ اور اوفاہ اور استوفاہ

واوفی فلانا حقه ای اعطاه

وافیاً کوفاہ - واوفاہ - فاستوفاہ وتوفاہ الوفاۃ الموت - وتوفاہ اللہ قبض روحہ - (قاموس ص۹۱۳)

اور توفاہ کے یہی معنے ہین - وفات بمعنی موت ہے - اور توفاہ اللہ کے یہ معنے ہین کہ خدا نے اسکی روح کو قبض کیا

ایسا ہی اور کتب لغت مین ہے - یہ تینون کتابین لغت کی وہ ہین - جنکا نام نیاز کادیانی نے یہ دعوے کیا تھا - کہ ان کتابون مین کوئی ایسی مثال یا محاورہ پایا نہین جاتا - جسمین لفظ توفی بمعنے قبض جسم بولا گیا ہو - ہم نے انہین تین کتابون سے محاورہ توفاہ حقہ جس سے درہم و دینار وغیرہ اجسام کا قبض مراد ہے نقل کر دیا - اور اس سے کادیانی کا کذب بخوبی ثابت کیا -

اور کتاب مجمع البحار مین ہے (جو لغات اور محاورات قرآن و حدیث کی جامع ہے) کہ متوفیک ورافعک مین تقدیم وتاخیر ہے - اور کبھی وفات سے وہ قبض کرنا مراد ہوتا ہے جو موت نہ ہو - اور متوفیک کے ایک معنے یہ بھی ہین کہ ہم تیرا زمین رہنا یا ہونا پورا کرنے والے ہین - اور یتوفکم باللیل کے معنے یہ ہین کہ خدا تمکو سولا دیتا ہے اور یتوفاکم ملک الموت کے معنے یہ ہین کہ فرشتہ تمہارے شمار کو پورا کر لیتا ہے - اور آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے یہ معنے ہین - کہ جو نفس موت سے وفات پاتا ہے اسکی اس روح کو خدا قبض کرتا ہے - جس سے زندگی اور سانس لینا اور حرکت کرنا ہوتا ہے اور جو نفس نیند مین متوفی ہوتا ہے - اوس کی -

متوفیک ورافعک علی التقدیم والتاخیر وقد یکون الوفاۃ قبضاً لیس بموت او متوفیک مستوف کعنک فی الارض و یتوفکم باللیل ینیمکم و یتوفاکم ملک الموت یستوفی عددکم و اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والنفس التی تتوفی وفات الموت التی بہا الحیوۃ والنفس والحرکۃ وہی الروح والتی تتوفی فی النوم النفس الممیزۃ لنا قلۃ - (مجمع البحار ص۴۵۲ ج۳)

اسکی اس روح کو قبض کرتا ہے۔ جس سے عقل و تمیز ہوتی ہے۔

ان عبارات اور محاورات سے ثابت ہوا کہ توفی کے حقیقی معنے آپکا رقبض کے ہین۔ جو ایک جنس ہے۔ اور موت۔ نیند۔ اور قبض جسم وغیرہ اسکے انواع و اقسام ہین۔ اور یہ بات کس و ناکس کو بشرطیکہ عقلی اور نقلی علوم سے آشنائی رکھتا ہو معلوم ہے۔ کہ جنس کا اپنے انواع و اقسام پر اطلاق و استعمال بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور مجاز۔

اس سے ثابت ہوا کہ کادیانی کا توفی کے حقیقی معنے وفات کو قرار دینا اور نیند وغیرہ کو اسکے مجازی معنے ٹھرانا ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جو نہ قرآن کی شہادت پائی جاتی ہے۔ نہ محاورات عرب کی نہ کتب لغت کی۔

اب بشہادت علمائے اصول و معانی دیانتی ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ جس لفظ کے اصلی معنے مین کثرت و تعدد ہو۔ اسکے بعض معنے کا قرینہ کی شہادت سے سمجھ مین آنا حقیقت ہونے کے مخالف نہین اور وہ اس کو مجاز نہین بنا دیتا۔

کتاب **تلویح** مین ہے مشترک کا یہ حکم ہے کہ اس کے لفظ

حکم المشترک التأمل فی نفس الصیغۃ او فی غیرھا من الادلۃ والامارات لیترجح احدھما (تلویح ص)	مین یا اور دلائل و قرائن مین تامل کرین تاکہ اسکے دو یا بہت سے معنے سے ایک معنے کا مراد ہونا معلوم و متعین ہو

اور **مطول** مین کہا ہے۔ کہ حقیقت کی تعریف مین وضع کی قید لگانے سے مجازی معنے نکل گئے۔ نہ مشترک کیونکہ مجازی صرف قرینہ سے سمجھ مین آتے ہین۔ لفظ سے اور مشترک کے متعدد معانی اسکے لفظ سے سمجھ مین آتے ہین۔ کیونکہ وہ ان سب معانی کو لیے

الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فی ما وضعت لہ فیخرج المجاز لان دلالتہا لیست بالوضع فقط بل بقرینۃ دون المشترک ای فیخرج المجاز والمشترک وھو ما وضع لمعنیین او	

کی موت تجویز کی۔ پھر آپ فرماتے ہیں "اسلیے مجھے مقابلہ نے کسیقدر درشت الفاظ پر مجبور کیا ورنہ میری فطرت اس سے دور ہے کہ کوئی سخت بات مُنہ پر لاؤں"۔ یہ بھی آپنے فرمایا ہے۔ "کہ میں گالیوں کے عوض میں گالیاں نہیں دینا چاہتا اور نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ جسقدر گالیاں آپکے دل دماغ میں جمع ہیں اُنکے مقابلہ میں یہ گالیاں جو آپ قلم میں لاچکے ہیں کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ گویا یہ گالیاں ہی نہیں ہیں بلکہ یہ آپکی مسیحی اخلاق اور حالی صفات کا نمونہ ہیں فریق ثانی کا اسکے مقابلہ میں یہ عذر و جواب ہے کہ انہوں نے نہ تو جامع مسجد دہلی میں فحش گالیاں دیں اور نہ پبلور کے سٹیشن پر کادیانی کے لیے کُتّے کی موت تجویز کی۔ اس بیان میں کادیانی نے افترا کیا اور اپنی عادت قدیم کذب سے کام لیا ہے۔ ہاں دجّال و کذّاب و ملحد و کافر اور ان معنے کے اور الفاظ وہ اسکے حقیقی ضرور رکھتے ہیں۔ مگر ہمیں نے ایک امر واقعی اور حکم شرعی کا اظہار و بیان کرتے ہیں جسکے امر واقعی اور حکم شرعی ہونے پر علمائے پنجاب اور ہندوستان اُنسے اتفاق رکھتے ہیں چنانچہ انکا فتوے بحق کادیانی جو عنقریب شائع ہونے والا ہے اس بیان پر شاہد عدل ہے۔ اور ایک امر واقعی کے اظہار و بیان کا گالی نہونا کادیانی نے خود تسلیم کیا ہے چنانچہ اپنے ازالہ کے صہ ۱۴ میں اسنے کہا ہے۔ "پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں اپنے مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے مشتعل ہوکر مخالفین نے اللہ جلشانہٗ اور رسول کریم کی بے ادبی کی۔ اور پُر دشنام تالیفات شائع کریں۔

قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سب اور دشنام سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالے کی نسبت سب و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں۔ لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں

اکثر وضعاً متعدداً وذالک لانہ قد عین الدلالۃ علی کل من المعنیین بنفسہ وعدم الدلالۃ علی احد المعنیین لعارض الاشتراک لاینافی ذلک (مطول ص۵۸۳)	وضع کیا گیا ہے۔ اور اسکے کسی خاص معنے کا بلا قرینہ سمجھ مین نہ آنا۔ اُس کی حقیقت ہونے کے مخالف نہین۔ وہ ایک عارضی امر اشتراک کے سبب سے ہے۔ ایسا ہی مختصر المعانی مین ہے۔

ان شہادات سے ثابت ہے کہ مشترک کے بعض معانی قرینہ سے سمجھ مین آتے ہین ومعہذا وہ حقیقت ہے۔ نہ مجاز۔ کادیانی نے جو آیات زیر بحث مین لفظ توفی سے نیند کے معنے قرینہ سے سمجھ مین آنے سے اسکو مجاز بنا دیا ہے۔ تو اسمین علم اصول ومعانی بیان سے اپنی ناواقفی اور جہالت کا اظہار کیا ہے۔

اب ہم بیان کرتے ہین کہ لفظ توفی سے موت کے معنے بھی (ان آیات مین جنکو کادیانی نے اپنے ازالہ کے ص۳۳۶ وغیرہ مین نقل کیا ہے) قرائن ہی سے سمجھ مین آتے ہین۔ اور وہ قرائن ان آیات کے الفاظ مین موجود ہین نہ یہ کہ موت اس لفظ کی متبادر معنے ہین۔ اور وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین۔ جیسا کہ کادیانی نے دعویٰ کیا ہے اور روز روشن مسلمانون کی آنکھون مین خاک ڈالنا چاہا ہے۔ ان آیات کو ہم کادیانی کے الفاظ سے اور اپنی ترتیب* سے نقشہ ذیل مین نقل کرکے۔ اسکے خانہ کیفیت مین وہ قرائن بیان کرین گے۔ جو ان آیات مین توفی سے معنے وفات مراد ہونے پر پائے جاتے ہین۔

---

* کادیانی کی ترتیب بے ترتیب کو اسلیے چھوڑ دیا کہ اس ترتیب سے بیان قرائن مین تکرار متصور تھا۔ اور نیز اسکے حوالجات غلط ومکرر تھے۔

نمبر شمار آیات	سورۃ و رکوع	الفاظ آیات جو کادیانی نے نقل کرنے ہیں	بیان قرینہ وغیرہ کیفیت
۱	نساء ع ۲۰	فحتی یتوفھن الموت	پہلی آیہ میں صرف "ثم" عثمانی قرآن میں خود ہیں ہی جاکر اسکو تحتی ہے نمایہ کادیانی قرآن میں ثم ہو ان دو آیتوں میں موت کا لفظ صریح قرینہ ہو جس سے کادیانی مسلمانوں کی آنکھیں بند کرنا چاہتا ہے۔
۲	سجدہ ع ۲	قل یتوفاکم ملک الموت	
۳	آل عمران ع ۲۰	توفنا مع الابرار	ان دونو آیتوں میں الفاظ ابرار اور صالحین (جنسے اموات گذشتہ مراد ہیں) اور ان ہی سے موتی کی ان آیات میں دعا ہے) - قرینہ ہیں اور سیاق و سباق نیز
۴	یوسف ع ۱۲	توفنی مسلما والحقنی بالصالحین	
۵	نساء ع ۱۳	ان الذین توفیھم الملائکۃ۔	ان سات آیات میں ملائکہ موت کا ذکر توفی کے معنے وفات پر قرینہ ہے۔ انمیں سے آخری آیۃ انفال سے کادیانی نے ذکر ملائکہ کا سرقہ کیا ہے۔
۶	محل ع ۴	تتوفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم	
۷	"	تتوفیھم الملائکۃ طیبین۔	
۸	انعام ع ۷	توفتہ رسلنا۔	
۹	اعراف ع ۴	رسلنا یتوفونھم۔	
۱۰	محمد ع ۳	فکیف اذا توفتھم الملائکۃ	
۱۱	انفال ع ۷	یتوفی۔	
۱۲	مومن ع ۶	فاما نرینک بعض الذی نعدھم	ان تین آیتوں کے اخیر میں خدا کی طرف رجوع اور حساب کا ذکر توفی کے معنے موت پر قرینہ ہے انمیں سے آخری آیۃ کے اخیر کو کادیانی نے سرقہ کیا۔
۱۳	یونس ع ۵	او نتوفینک فالینا مرجعھم	
۱۴	رعد ع ۶	او نتوفینک فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب	
"		فاما نرینک بعض الذی نعدھم	
"		او نتوفینک فالینا مرجعھم ثم اللہ شھید علی ما یفعلون	

۱۵	بقرہ ع ۱۴	یتوفون منکم	ان دونو آیتون مین عورتین چھوڑ جانے کا ذکر قرینہ معنے موت ہے۔
۱۶	″ ع ۱۵	″	
۱۷	اعراف ع ۱۴	توفنا مسلمین	اس آیۃ سے پہلے صلیب کا اور خدا کیطرف جانے کا ذکر معنے موت پر قرینہ ہے۔
۱۸	الحجر ع ۱	ومنکم من یتوفی	ان تینون آیتون مین پیدایش اور بچپن اور بڑہاپے کا ذکر توفی کے معنی موت پر قرینہ ہے۔ ان آیات سے بہی کادیانی نے ماقبل ومابعد کے قرائن کا سر قرار کیا اور مسلمانون کو دھوکہ دیا۔
۱۹	مومن ع ۷	″	
۲۰	نحل ع ۹	ثم یتوفیکم	

ان الفاظ وقرائن کو جو ہمنے بتائے ہین ناظرین قرآن مجید سے نکالکر بتفصیل ملاحظہ مین لائین گے تو ہماری پوری تصدیق فرمائین گے۔

کادیانی نے ۲۳- آیات مین لفظ توفی سے بلا قرینہ موت کے معنے سمجھے جانے کا دعوے کیا تہا۔ پہر ازان جملہ دو آیتون مین خود ہی توفی سے نیند کا مراد ہونا تسلیم کرلیا۔ اور ایک آیۃ سورہ مومن (اونتوفینک) کو وہ مکرر لایا ہے۔ باقی بیس آیات مین لفظ توفی سے موت کے معنے مراد ہونے پر ہمنے قرائن کا موجود ہونا ثابت کردیا ہے۔ اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ کادیانی کا یہ دعوے کہ موت لفظ توفی کے متبادر معنے ہین اور وہ بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین محض دروغ بے فروغ ہے۔ اور درحقیقت اس لفظ سے موت کے معنے سمجھ مین آنے ویسے ہی محتاج قرینہ ہین جیسے کہ سولا دینے یا قبض جسم کے معنے۔ اور یہ سب معنی اس لفظ سے مساوی نسبت رکھتے ہین۔ سبہی اس کے حقیقی معنے ہین۔ اور سبہی اپنی اپنی تعیین کے لیے محتاج قرینہ ہین۔

یہان شاید یہ سوال پیدا ہو کہ جس حالت مین ان سب معانی کو اس لفظ سے مساوی نسبت ہے۔ اور ہر ایک سے کا مراد متعین ہونا محتاج قرینہ ہے۔ تو علما اسلام جو حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر جو رمانتے ہین۔ اور ان آیات مین وہ لفظ توفی سے قبض جسم کے معنے مراد لیتے ہین۔ اس معنی کی تعیین و تخصیص پر کس قرینہ کو دلیل سمجھتے ہین۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اس معنی کی تعیین پر قرآن مجید میں لفظ صنو فیک کے بعد لفظ رافعک فرمانا قرینہ ہے جو توفی کے معنے کو رفع جسم سے مخصوص و متعین کرتا ہے چنانچہ امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر مین بہ تفصیل گذر چکا ہے۔

دوسرا قرینہ خدا تعالے کا سورۂ نسا مین یہ فرمانا ہے۔ کہ یہودنے حضرت مسیح کو نہ قتل کیا۔ اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے ولیکن انکو شبہ لگ گیا ہے۔ وہ خود اختلاف مین ہین۔ اسکو انہون نے یقیناً قتل نہین کیا۔ بلکہ خدا تعالے نے اوسکو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اور یہ امر ظاہری اور محتاج ثبوت نہین ہے۔ کہ اس آیہ مین جس چیز کا قتل ہونا اور صلیب پر چڑھایا نہ جانا بیان ہوا ہے۔ اور ضمیر مفعول ما قتلوہ و ما صلبوہ کا مرجع ہے۔ اسیکا خدا کی طرف اٹھایا جانا مراد ہے۔ اور وہی ضمیر مفعول رفعہ کا مرجع ہے۔ اور وہ جسم مسیح علیہ السلام معہ روح ہے۔ نہ صرف روح۔ کیونکہ صرف صلیب پر چڑھانے اور قتل کیے جانیکی لائق نہین ہوتا۔ اور یہ امر جائز نہین کہ پہلے دو فعلون کے مفعول کی ضمیر کا مرجع جسم معہ روح ہو اور تیسرے فعل کے مفعول کی ضمیر کا مرجع صرف روح ہو۔

تیسرا قرینہ خدا تعالے کا یہ قول ہے۔ کہ اہل کتاب مین سے کوئی نہوگا جو حضرت مسیح پر انکے مرنے سے پہلے ایمان لائیگا

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ (سورہ نسا ع ۲۲)

وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ

قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا

باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (سورہ نساء ۲۱)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذ نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لایقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة واقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا۔ (صحیح بخاری صفحہ ۴۹۰)

اور حضرت مسیح قیامت کے دن انپر گواہ ہونگے جس کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شرح وتفسیر کی ہے۔ کہ حضرت ابن مریم حاکم عادل امام ہوکر نازل ہونگے۔ اور خنزیر کو قتل کرینگے اور صلیب کو توڑین گے۔ چنانچہ ابوہریرہ رضے اللہ تعالے عنہ نے آپ سے یہ قول نقل کیا۔ اور اسکے بعد اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح بخاری مین اس سے حضرت علیہ السلام کا نزول ثابت کیا ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ نزول صعود کی فرع ہے۔ حضرت عیسے جسم کے ساتھہ اوٹھائے نہ جاتے تو خدا تعالے اس آیت مین انکے آنیکی خبر نہ دیتا۔ اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قول خداوندی کی یہ تفسیر فرماتے۔

اس قسم کے قرائن قرآن مجید مین اس لفظ **توفی** سے قبض جسم کی مراد ہونے پر اور کئی ہین۔ اور حدیث مین تو ان قرائن کا دریا موج مار رہا ہے۔ مگر ہ **اسمقام** مین دعوے رفع جسمانی کی اثبات کے درپے نہین۔ بلکہ صرف کادیانی کے اس دعوے کے کہ موت توفی کے حقیقی معنے ہین۔ اور متبادر اور بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین۔ اور باقی معانی مجازی محتاج قرینہ ہین ابطال کے درپے ہین۔ سو ہمارے بیان دلائل سے بخوبی ہوچکا ہے یہ کہ اس لفظ توفی سے قبض جسم مراد ہے۔ نہ قبض روح سو اس امر کے ثبوت کے لیے کوئی قرائن محتاجہ

مذکورہ بالا کو کافی نہ سمجھو تو ہمارے دوسرے مضمون کا جسمین حیات مسیح کا اثبات ہوگا انتظار کرے۔

یہ کادیانی کے اس دعوے کا جواب ہے کہ "موت کے معنے لفظ توفی کے متبادر معنی ہین جو تئیس ۲۳ مقامات قرآن مین اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہین" اور اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ ان مقامات مین سے ایک جگہہ بھی یہ معنے اس لفظ سے بلا قرینہ سمجھ مین نہین آتے۔ ہر جگہ لفظی قرائن معنے موت کو معین کرنے والے قرآن مین موجود ہین۔

اب ہم اس دعوی کادیانی کے مقابلہ مین یہ دعوے کرتے ہین کہ قرآن مین ایک جگہہ بھی ایسی نہین جسمین لفظ توفی سے موت کے معنے بلا قرینہ سمجھ مین آتے ہون۔ کادیانی ایک جگہ ایسی نکالدے تو ہم سے سو روپیہ انعام لے۔ یہ نہو سکے تو اپنے دعوے کو واپس لے اور اس جرأت وافترا سے جو اس دعوے مین اس سے سرزد ہوا ہے توبہ کرے۔ اسپر بھی ہم اسکو پچیس ۲۵ روپیہ انعام دین گے۔

اس بیان سے کادیانی کے پہلا دعوے کا جسکو اوس نے اپنے مغالطہ اول کے ثبوت مین پیش کیا تھا۔ کذب ظاہر ہوا۔ اور ثابت و محقق ہوگیا کہ لفظ توفی قرآن مین صرف وفات یا موت کے معنے مین استعمال نہین کیا گیا۔ بلکہ سولا دینے یا قبض جسم کے معنے مین ہی بولا گیا ہے۔ اور یہ سب کے سب معانی اسکے حقیقی معانی ہین۔ جو خاص خاص مقامات مین خاص خاص قرائن سے سمجھ مین آتے ہین۔

اس بیان کے ضمن مین کادیانی کے باقی دعاوی کا جو مغالطہ اول کے ثبوت مین اوس نے پیش کئے ہین۔ نیز ابطال ہوگیا۔ تاہم افہام عوام کے غرض سے اسکے باقی ماندہ دعاوی کے ابطال سے جداگانہ تعرض کیا جاتا ہے۔

کادیانی کا دوسرا اور تیسرا دعوی پہلے دعوے سے بڑھکر کذب و جرأت پر

مشتمل ہے۔ کادیانی نے کتب حدیث کا ورق ورق تو خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ بلکہ بعض کتابوں کو تو بین الدفتین (جلد کے پٹھوں یا مقوؤں) میں بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا۔ چہ جائے معائنہ ورق ورق۔

اسکا دوسرے دعوے میں یہ کہنا کہ کتب حدیث میں تین سو چھیالیس ۳۴۶ جگہ لفظ توفی بمعنے موت وقبض روح بولا گیا ہے۔ بعینہ اُس شخص کے دعویٰ کی مانند ہے۔ جو زمین ایک جگہ پر انگلی رکھ کر یہ کہدے کہ یہ زمین کا مرکز (بیچا بیچ) ہے۔ اور اس کے ثبوت میں کہے کہ جو شخص اس دعوے کو جھوٹ سمجھے۔ وہ زمین کو ناپ کر بتادے کہ بیچا بیچ یہ نہیں تو اور کونسا ہے۔ ایسا ہی اسکا تیسرے دعوے میں کہنا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ بعثت سے آخیر عمر تک سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ بمعنے موت وقبض روح استعمال فرمایا ہے۔

اسمیں سُنے یہ ہی چالاکی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت وبعثت میں لفظ توفی دیکھ کر آپ کی سنین عمر کا زمانہ بعثت سے حساب لگا لیا۔ اور اس سے سات ہزار کا شمار نکال لیا ہے۔ نہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام پاک میں آپنے سات ہزار مرتبہ کا شمار کیا ہے۔ مگر ہم ہی آپکے ہر ایک داؤ اور رنگ وروپ کو خوب پہچانتے ہیں۔ مصرع ہر رنگے کہ مے آئی شناسم + تہذا آپ کے ان دونو دعاوی کے جواب میں یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ آپ تین سو چھیالیس ۳۴۶ مقامات حدیث اور سات ہزار مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ توفی بولنا۔ بہ تفصیل بیان کرکے یہ ثابت کریں کہ ان مقامات میں لفظ توفی موت کے معنے میں قرینہ استعمال کیا گیا ہے۔ تو ہم اُن مقامات میں قرائن مخصہ موت نکالدیں گے۔ یہ نہ سکا تو ہم مان جائیں گے کہ موت وقبض روح لفظ توفی کے حقیقی معنے ہیں۔ اور باقی معانی سولانا اور جسم قبض کرنا اوسکی مجازی معنے ہیں۔ یہ آپ سے نہ سکا تو ان گیدڑ بھبکیوں کو ندامت کے ساتھ واپس لیں اور کچھ شرم وکام میں لاویں

اب ہم اسپر ترقی کر کے یہ دعوے کرتے ہین کہ کتب حدیث اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہی کسی جگہ بھی لفظ توفی سے معنے موت بلا قرینہ سمجھے نہین جاتے آپ کوئی ایک مقام بتا دین تو اُسپر بھی ایک سو روپیہ انعام لین۔ ورنہ اپنے دعوے کو واپس لین۔ اور اس کذب وافترا سے توبہ کرین۔ اُسپر بھی ہم بچیس روپیہ انعام دینگے

آپکا چوتھا اور پانچوان دعوے پہلے تین دعاوی سے بڑھکر کذب وجرأت پر مشتمل ہے۔ لغت کی کتابون صحاح۔ صراح۔ قاموس سے (جنکا آپ نے نام لیا ہے) ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان کتابون مین عرب کے ایسے محاورات* موجود ہین جنمین لفظ توفی بمعنے قبض جسم وروح و دینا بولا گیا ہے۔ آپ ان محاورات کو محاورات عرب نہین سمجھتے۔ اور جسدن سے جزیرہ عرب دنیا مین آباد ہوا ہے اُس دن سے پہلے کے محاورات جانتے ہین۔ تو آپ ذرا تکلیف گوارا فرماکر یہ بتا دین۔ کہ عرب کا جزیرہ کب سے آباد ہوا ہے اور اس سے کتنے دن پیشتر کے یہ محاورات ہین۔ جو ان کتابون مین منقول ہین۔ یا یہ بیان اور ثابت کرین کہ یہ محاورات غیر زبان کے ان کتابون مین کب سے درج ہو گئے ہین۔ اور کس ظالم نے یہ ظلم کیا ہے۔ اس بیان سے آپ کی تاریخ دانی بھی بخوبی ثابت ہو جائیگی۔ جس کے ثبوت کے ہم مشتاق ہین۔

رہا اس دعوے چہارم مین آپکا یہ مدعا کہ لفظ توفی خدا کا فعل اور اسکی طرف منسوب ہو۔ اور اسکا مفعول و متعلق کوئی ذی روح ہو۔ تو اسکے معنے بجز قبض روح کے نہین ہوتے۔ اسکا حل ابطال دعوے ششم مین ہوتا ہے۔

دعوے ششم مین تو آپنے کمال غضب کیا اپنی چالاکی اور دھوکہ بازی کا کامل ثبوت پیش کیا اور اسمین اپنا بے نظیر یا یون کہین کہ وحدہٗ لاشریک ہونا ثابت کر دکھایا۔ اور اپنے تمام ناظرین و مخاطبین کو اندھا کرنا اور دھوکہ دینا

* بعض محاورات علاوہ بران صفحات کے حاشیہ مین آتے ہین۔

چاہا۔ مگر آپ کو خیال نہ آیا کہ لکل فرعون موسیٰ ایک صادق مثل ہے۔ جس سے لکل دجالِ عیسیٰ کا استنباط آپ کے نزدیک بھی صحیح و سلم ہے۔ بناءً علیہ آپ کے دھوکہ اور چالاکی کو تاڑ جانے والے بھی خدا کے فضل و توفیق سے اسوقت موجود ہین۔ وہ اس دعوے کا فساد ظاہر کرین گے۔ اور اس دھوکہ کی قلعی کھولدین گے۔

لیجیے اسکا جواب سُنیے اور قلعی کُھلوائیے۔ اس دعوے مین آپکا یہ **سوال** کہ فعل تَوَفّی کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول متعلق کوئی ذی روح ہو اور اسحالت مین انکا بجز قبض روح کسی اور معنے مین مستعمل ہونا کوئی شخص قرآن یا حدیث یا اشعار و محاورات عرب یا کتب لغات سے ثابت کرے۔ **اُسصورت مین** صحیح اور واجبی ہو سکتا تھا۔ جبکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے آسمان پر اٹھا لیتا۔ اور پھر اسکی حکایت اپنے کلام مین فرماتا۔ اور جسحالت مین خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کوئی ذی روح کو جسم سے آسمان پر نہین اٹھایا۔ تو پھر کب ممکن تھا کہ کسی اور شخص کے حق مین یہ لفظ بمعنے قبض جسم بلا قبض روح خدا تعالےٰ فرماتا۔ اور اسکا ذکر خدا و رسول کی کلام مین کہین آتا۔ اور پھر وہ کلام عرب اور لغت مین نقل کیا جاتا۔

پھر آپکا یہ سوال **کب** جائز ہے۔ اور اسکے جواب کا آپکو کیا **استحقاق** ہے۔ اہل اسلام کے اس عقیدہ اتفاقیہ کے ساتھ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹھایا نہین گیا جائز و ممکن نہین ہے کہ یہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی ذی روح کے حق مین خدا تعالےٰ نے بولا ہو۔ اور اسکا ذکر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام مین آیا ہو۔ پھر اس کلام کے مطابق محاورات و اشعار عرب مین انکا ذکر ہوا ہو۔ لہذا آپکا یہ سوال کسیوجہ سے جائز نہین ہو سکتا۔ اور اس سے بجز

دہوکہ وہی اہل اسلام کوئی اپکا مقصود نہین۔

تاآن اس سوال کا آپ حق رکھتے ہین (جسکو دعوے بنجم آپ چھیڑ چکے ہین) کہ لغت کی کتابون مین اس لفظ توفے کا استعمال بمعنے قبض جسم محاورہ عرب مین کہان ہوا ہے۔ اور کتب لغت مین اسکا ذکر کہان پایا جاتا ہے۔ سو اس کا جواب ہم آپ کو یہ کافی وافی دے چکے ہین کہ انہین کتابون صحاح۔ صراح۔ قاموس مین (جنمین ہر محاورہ کے پائے جانے سے آپ انکار کر چکے ہین) اس معنے قبض جسم کا محاورہ (تقفاہ حقہ جس سے جسم درہم دینار کا قبض کرا دینا مقصود ہے) موجود ہے۔ اور علاوہ بران کتب تفاسیر مین ایسے محاورات پائے جاتے ہین اور انہین محاورات عرب کے مطابق قرآن مجید مین (جو بزبان عربی نازل ہوا ہے) خدا تعالے نے حضرت عیسے کے حق مین "انی متوفیک" فرمایا ہے۔ اور اس سے معنے قبض جسم کا ارادہ کیا ہے۔

آپ اس **جواب** کو اس جائز سوال (مندرجہ دعوے پنجم) کا کافی اور صحیح جواب سمجھین تو ہم آپکے **انعام** ہزار روپیہ کو بحکم "عطاء تو بلقاء تو" **معاف** کرتے ہین۔ بلکہ بجاے اسکے اس جواب کی جولیت پر خود پچیس روپیہ انعام دینے کو حاضر ہین۔ **اور** اگر اس جواب کو غیر صحیح و ناکافی قرار دین تو امور ذیل سے ایک امر کا اثبات کرین۔

اول صحاح۔ صراح۔ اور قاموس جنکی عبارات ہمنے نقل کی ہین۔ وہ کتب لغت نہین جنمین ان محاورات کے پائے نہ جانے کا اپنے دعوے کیا تھا۔

دوم۔ یہ وہی کتابین ہین۔ تو انہین وہ عبارات درج نہین جو ہمنے نقل کی ہین

سوم۔ وہ عبارات درج ہین تو انہین وہ محاورات موجود نہین جو ہمنے نقل کئے ہین

چہارم۔ موجود ہین تو انکے معنے یہ نہین بلکہ اور ہین مثلاً "خذ" سے درہم دینار مراد نہین بلکہ کوئی روحانی امر مراد ہے۔ ان امور کو آپ ثابت کرین تو ہم سے فی مرد سو روپیہ انعام لین۔ یہ نہو سکے تو کسی اور وجہ سے

سلسلہ
اور محاورات
دوسرے معنے
تقاضیہ ان
افادہ تقیہ۔
(اقرب ص ۱۳۱۹ ج)
تقاضیہ مذکورہ کا
اعتبار
(معالم ص ۱۲۶)
تقاضیہ لائق
واستوفیتہ اذا
اخذتہ اجمع
(نظم الدرر ص ۲۳ ج)

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اس جواب کا غیر صحیح و ناکافی ہونا ثابت کریں۔

لیجیے ایک ۔ جو معقول اور سہل الحصول ہم بتاتے ہیں اور اسکے ثبوت پر ایک سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اب کسی ایک ہی محاورہ عرب یا حوالہ کتاب لغت سے یہ ثابت کریں کہ توفی کے حقیقی معنے صرف قبض روح کے ہیں۔ اور یہ معنے اس محاورہ سے بلا قرینہ عقلی و لفظی حالی و مقالی کے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے خود بخود ثابت ہو جائیگا کہ جس محاورہ عرب منقولہ کتب لغات میں یہ لفظ بمعنے قبض جسم و درہم و دینار بولا گیا ہے۔ اس محاورہ میں بشہادت قرینہ قبض جسم کے معنے اس سے مفہوم ہوتے ہیں۔ لہذا وہ معنے اسکے حقیقی معنے نہیں ہیں۔ مجازی ہیں۔ حقیقی معنے وہی قبض روح ہیں جو بلا قرینہ آپ کے بیان کردہ محاورہ سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس سے ہمارے جواب کا ناکافی ہونا ثابت ہو جائیگا اور سو روپیہ بقدر فوراً آپکو انعام ملے گا۔

لو اب اور کیا چاہتے ہو۔ تھوڑی سی تکلیف کرنے اور ایک محاورہ عرب یا عبارت کتاب لغت نقل کرنے سے سو روپیہ نقد اور مفت کی فتح لیتے ہو۔ بس اب دیر نکرو کچھ پاس ہے تو لے ہی آؤ۔

مگر یہ واضح رائے نذرین رہے کہ محاورہ توفاہ اللہ سے جو۔ قاموس صحاح و صراح سے منقول ہوا ہے۔ کہیں ہاتھ نہ مار بیٹھنا۔ اس محاورہ میں ہر چند لفظ توفی بمعنے قبض روح بولا گیا ہے۔ مگر یہ محاورہ اس محل اور اس موقع پر بولا جاتا ہے۔ جہاں موت پر کوئی قرینہ حالی یا مقالی لفظی یا عقلی موجود ہو۔ اس قسم کے قرائن موجود نہ ہونیکے وقت کوئی کسی شخص کی نسبت توفاہ اللہ نہیں بول سکتا۔ لہذا اس محاورہ سے ہاتھ مارو گے تو سو روپیہ کی جگہ ایک کوڑی بھی وصول نہ پاؤ گے۔ اور الٹے شرماؤ گے۔

ساتوین دعوے مین بہی کادیانی نے اپنی عادت قدیم کذب و مغالطہ کو ہاتہ سے نہین دیا۔ صحیح بخاری سے قول ابن عباس تو یہ نقل کیا کہ اے عیسے مین تجہے وفات دونگا۔ مگر امام بخاری کے اس قول ابن عباس کو نقل کرنے سے نتیجہ یہ نکال لیا کہ بخاری نے یہ جتایا ہے۔ کہ صحابہ کا بہی یہی مذہب تہا۔ کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اسمین آپنے ایک جہوٹ امام بخاری پر باندہا ایک ابن عباسؓ اور عام صحابہ پر حضرت ابن عباس اور عام صحابہ پر جہوٹ باندھنا اسکا یہ کہنا ہے۔ کہ انکا مذہب یہ تھا۔ کہ حضرت ابن مریم فوت ہو گئے ہین۔ یہ بات نہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمائی ہے۔ نہ کسی اور صحابی نے۔ کادیانی حضرت ابن عباسؓ یا کسی صحابی سے یہ بات ثابت کر دے تو سو روپیہ انعام لے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تو صرف "متوفیک" کی تفسیر مین لفظ "ممیتک" فرمایا ہے جسکے یہ معنے ہین کہ اے عیسے مین تجہے کسی آیندہ وقت مین تیری اپنی موت سے مارونگا۔ تو دشمنون کے ہاتہ ہرگز نہ مارا جائیگا۔ اور کادیانی نے بہی اُس کے یہ بہی معنے گئے ہین۔ کہ "اے عیسیٰ مین

لہ۔ یہ معنے کادیانی نے ازالہ کے صفحہ ۸۹۲ مین کئے ہین اور اسکے صفحہ ۳۴۱ مین کہا ہے جسقدر مبسوط تفاسیر دنیا مین موجود ہین۔ جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان مین زیر تفسیر یا عیسے انی متوفیک مین لکہا ہے۔ کہ انی ممیتک حتف انفک یعنے اے عیسے مین تجہے طبعی موت سے مارنے والا ہون بغیر اسکے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت مین فوت ہو۔" اس عبارت مین بہی آپنے "متوفیک" کے معنے تو وہی بیان کئے ہین جو کلام ابن عباس کے ہمنے بیان کئے ہین۔ مگر اس عبارت مین ایک سرقہ اور خیانت آپنے یہ کی ہے۔ کہ ان تفاسیر سے ایک معنے توفی کے قول حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تجھے وفات دونگا" اس سے یہ کوئی نہین سمجھ سکتا کہ اللہ نے حضرت عیسے کو وفات دیدی۔ اور وہ فوت ہو چکے۔ جیسا کہ کادیانی نے بیان کیا ہے۔ خصوصًا اُس حالت مین کہ حضرت ابن عباس رضہ نے خود اپنے قول کے ایسے معنے کردئے ہین۔ جنمین کسی تاویل مخالف کی گنجایش نہین ہے۔

چنانچہ تفسیر دُرِّ منثور مین کہا ہے۔ کہ اسحاق ابن بشر اور ابن عساکر نے جویبر کی

واخرج اسحاق ابن بشر وابن عساکر من طریق جویبر عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان (تفسیر درمنثور)	اسناد سے بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباس سے تفسیر آیہ "انی متوفیک ورافعک" مین نقل کیا ہے۔ کہ خدا کی اس سے یہ مراد ہے۔ کہ مین پہلے تجھے اپنی طرف اٹھا لونگا پھر اخیر زمانہ مین تجھے وفات دونگا۔

اور اسیکا موید حضرت ابن عباس کا وہ قول ہے۔ جو انہون نے آیت وانہ لعلم للساعۃ کی تفسیر مین فرمایا ہے۔

چنانچہ دُرِّ منثور مین کہا ہے فریابی اور سعید بن منصور اور مسدد و عبد بن حمید اور

اخرج الفریابی وسعید بن منصور	ابن ابی حاتم اور طبرانی اور حاکم اور ابن مردویہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱

ابن عباس کے موافق تو لے لیے اور جو دوسرے معنے قبض جسم حضرت مسیح کے انمین بیان کیے گئے وہ چھوڑ دیئے۔ اور مسلمانون کو دہوکہ دیا۔ اور یہ جتایا کہ اس لفظ متوفیک کے ایک ہی معنے ان سب تفاسیر مین بیان کئے گئے ہین۔ دوسری خیانت یہ کہ حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کیطرف اشارہ کردیا۔ اور جتایا کہ وہ مصلوب ہوئے مگر اسحالتمین فوت نہین ہوئے۔ حالانکہ خدا تعالے نے قرآن مجید مین صاف فرمادیا ہے۔ کہ وہ مصلوب نہین ہوئے۔ دیکھو آیۃ وما صلبوہ۔

ومسدد وعبد بن حمید وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیمۃ واخرج الحاکم وابن مردویہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ لعلم للساعۃ۔ قال ھو خروج عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیمۃ۔ (تفسیر درمنثور)

واخرج ابن جریر ہ من طرق عن ابن عباس وانہ لعلم للساعۃ۔ قال نزول عیسیٰ (تفسیر دُرِّ منثور) اخرج احمد عن ابن عباس وانہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسیٰ بن مریم۔ (تفسیر ابن کثیر)

وبھذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ اس قول خداوندی سے حضرت عیسےٰؑ کا قیامت کے پہلے نکلنا مراد ہے۔

ایسا ہی ابن جریر نے کئی سندوں سے ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ اور ایسا ہی تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ امام احمد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ اس قول خداوندی سے حضرت عیسیٰ کا نکلنا مراد ہے۔

اور نیز اسکا موید حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول ہے۔ جو تفسیر آیۃ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ میں انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد انکے مرنے سے پہلے لوگ اُنپر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں

کہا ہے۔ کہ ابن عباس سے بسند صحیح ثابت ہے۔ کہ وہ اسی بات پر یقین رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس کے اپنے قول "ممیتک" (یعنے اے عیسےٰ میں تجھے مارنے والا ہوں یا وفات دونگا کے ایسے معنی و تفسیر کردینے اور دو قوع مضمون۔ "متوفیک" کو موخر اور مضمون "رافعک" کو مقدم تجویز کرنے پر آپ انکو یہودی اور محرف (معاذاللہ وحاشا جنابھم عن ذالک) کہیں تو آپکو کون روک سکتا ہے۔

اور آپ کی زبان سے جو اسوقت حجاج بن یوسف کی تلوار بن رہی ہے۔ مسلمانوں سف اور خلف سے جمہ ٹاکون ہے۔ مگر آپ حضرت ابن عباسؓ کے اس بیان اور تفسیر کلام خود بقول خویش کے ساتھ یہ بات ہرگز نہین کہہ سکتے کہ حضرت ابن عباس اس بات کے قائل تھے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہین۔ اور اب وہ مردون کے کلاس مین داخل ہین۔

یہ حضرت ابن عباسؓ پر کاویانی کی **افترا** پردازی کا **ثبوت** ہے۔ اسی سے اور صحابہ پر اسکا افترا کرنا ثابت ہے۔ کیونکہ اس نے عام صحابہ کو اسی قول ابن عباس کی دستآویز سے موت مسیح کا قائل بنالیا ہے۔ اور کسی صحابہ کا قول اسبات مین نقل نہین کیا۔ اور جب اس قول سے استنباط وفات مسیح غلط ثابت ہوا۔ تو وہ مذہب جو اس قول سے اُس نے نکالا ہے نیز غلط ہو گیا۔ علاوہ برین کتب حدیث اور دواوین سنت مین بہت سے صحابہ سے حضرت مسیح کے آخری زمانہ مین نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے کی احادیث مروی و ثابت ہین۔ اور کسی صحابی سے اُن احادیث کے مضامین سے انکار و خلاف مروی نہین۔ بلکہ **بعض** صحابہ نے تو حضرت عیسے کے زمین پر ٹھہرنے کی مدت بھی بتادی ہے۔ اور انہین کی پیروی سے تابعین وغیرہ آئمہ دین نے یہ بات کہی ہے۔ کہ حضرت عیسے اسوقت زندہ آسمان پر موجود ہین۔ اور وہ آخری زمانہ مین اُتریں گے۔ اور وہ دجال کو قتل کرین گے۔

ترمذی نے مجمع بن(۱) جاریہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے

عن مجمع بن جارية الانصاري يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن مريم الدجال بباب لد رواه احمد والترمذي قال الترمذي	کہ ابن مریم دروازہ لد کے پاس دجال کو قتل کرین گے۔ اور اسکے بعد کہا ہے۔ کہ عمران بن حصین۔ نافع بن(۳) عتبہ۔ ابوبرزہ(۴) حذیفہ(۵) بن اسید۔ کیسان(۶)۔ ابوہریرہ عثمان(۷) بن

وفی الباب عن عمران بن حصین وانع بن عتبة وابی برزه وحذیفة بن اسید وابی هریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبدالله بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمان

(ترمذی ص۲۷۰)

ابی العاص۔ جابر۔ ابوامامہ ابن مسعود۔ عبداللہ بن عمرو۔ سمرہ بن جندب۔ نواس بن سمعان۔ عمرو بن عوف۔ اور حذیفہ سے بھی اس باب مین حدیثین مروی ہین۔

صاحب فتح الباری رح نے عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رض اور عبداللہ بن مغفل اور انس بن مالک وغیرہ کو اور صاحب حج الکرامۃ نے نافع بن کیسان و جبیر بن نفیر و عروہ بن رویم کو بھی اس حدیث کے راویون مین شمار کیا ہے۔

اور تفسیر درمنثور مین ہے کہ عبد بن حمید نے ابوہریرہ سے آیت "وانه لعلم للساعة" کی تفسیر مین روایت کیا ہے۔ کہ آپ فرماتے اس سے حضرت عیسے ع کا نکلنا مراد ہے۔ وہ چالیس[۵] برس زمین مین رہین گے۔ جو چار سال کے برابر ہونگے۔ انمین وہ حج اور عمرہ کرین گے۔

آیسا ہی عبد بن حمید اور ابن جریر نے مجاہد اور حسن سے اور قتادہ سے نقل کیا ہے۔ اور ابن جریر نے حسن سے آیت "وان من اهل الکتاب" کی تفسیر

واخرج عبد بن حمید عن ابی هریرة رض وانه لعلم للساعة۔ قال خروج عیسی یمکث فی الارض اربعین سنة تکون تلک الاربعین اربع سنین محج ویعتمر واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن مجاهد وانه لعلم للساعة۔ قال آیة للساعة خروج عیسی بن مریم قبل یوم القیمة واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن الحسن وانه لعلم للساعة قال نزول عیسی واخرج عبد الرزاق وعبد

[۵] چالیس، چوبیس، اور چار سال اور سات سال سب ہم متفق ہو سکتے ہین چنانچہ بموجب حیات مسیح مین ثابت کیا جائیگا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن حمید وابن جریر عن قتادۃ وانہ لعلم للساعۃ۔ قال نزول عیسی علیہ السلام وناس یقولون القرآن علم للساعۃ۔ ++ وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن علیۃ حدثنا ابو رجا عن الحسن ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی واللہ انہ لحی الآن عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون۔ + + ++ ++ واخرج ابن جریر بسند صحیح عن کعب قال لما قال عیسی قلۃ من اتبعہ وکثرۃ من کذب شکی ذلک الی اللہ فاوحی اللہ الیہ انی متوفیک ورافعک الیّ وانی مبعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعد ذلک اربعا وعشرین سنۃ ثم امیتک میتۃ الحی۔ قال کعب ذلک تصدیق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم فامکم فی اولھا وعیسی فی اٰخرھا (دُرِ منثور)

مین نقل کیا ہے۔ حضرت عیسے ۴ آپ اللہ کے پاس زندہ ہین۔ وہ اترین گے تو سب لوگ اُنپر ایمان لائین گے۔ اور ابن جریر نے بسندِ صحیح کعب سے نقل کیا ہے۔ کہ جب حضرت عیسے ۴ نے اپنے پیروان کی کمی اور جھٹلانے والون کی کثرت کی خدا کے پاس شکایت کی تو اللہ نے انکی طرف وحی کی کہ مین تجھکو وفات دونگا اور اپنی طرف اوٹھالونگا۔ مین تجھے عنقریب قتل دجال کے لئے بھیجونگا۔ پھر تو اوس کے بعد چوبیس ۲۴ سال زندہ رہے گا۔ پھر تجھے اور زندون کی موت مارونگا۔

کعب نے کہا اس کی تصدیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مین ہے کہ وہ ہُت کیونکر ہلاک ہوسکے اول مین ہون اور آخرین حضرت عیسے علیہ السلام۔

صحابہ کی یہ روایات اور آثار کا بیان کے اُس منتہا پر ایک اور دلیل ہے۔

آثار تابعین کو ہمنے اِسمقام مین اس غرض سے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو اس

سند حاشیہ ۸۵ ملاحظہ ہو۔

بات کا علم و یقین ہو۔ کہ حضرت مسیح کے زندہ ہونے کا اعتقاد صرف حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہ کے زمانہ تک ہی نہیں رہا۔ بلکہ تابعین میں بھی وہی اعتقاد متوارث چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں پہلے سرسید نے۔ اور پھر انکی تقلید سے کادیانی نے اس اعتقاد کو اوڑایا۔ اور حضرت مسیح کو مار دیا۔

کادیانی نے اس دعوے میں اس دعوی میں سرسید پر بہت زیادتی کی ہے۔ کہ اس اعتقاد میں صحابہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ اور اُنپر افترا کیا۔ یہ جرأت و دلیری سرسید سے نہیں ہوئی۔ اسلیے سرسید کو ہم کادیانی سے بدرجہا کم تر سمجھتے ہیں۔ گو کادیانی صاحب اس قسم کے جملہ دعاوی میں سرسید ہی کے پیرو و مقلد ہے۔ مگر اس جرأت میں کہ ایک بات از خود بنا دین پر اوس کو صحابہ وغیرہ سلف کے ذمہ لگا دین یہ ان سے بڑھگر ہیں وہ ہر نئی بات جو از خود نکالتے ہیں اسمیں وہ کسی کے مخالفت یا موافقت کی پروا نہیں کرتے۔ اور افترا پردازی سے اسمیں سلف صحابہ وغیرہ کو اپنا موافق نہیں بناتے اور یہ اس افترا میں اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

امام بخاری پر آپکا جھوٹ باندھنا یہ ہے۔ کہ انکو بھی حضرت مسیح کی وفات پا جانے اور مُردوں کی جماعت میں داخل ہو جانے کا قائل بنا دیا ہے۔ اور اس امر پر آزالہ کے بہت سے مقامات میں اسنے زور دیا ہے۔ ہم دوسرے مقامات کا زور اس مقام میں توڑیں گے جہاں کادیانی کے اس دعوے پر بحث کریں گے۔ کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

اسمقام میں کادیانی کا یہ جھوٹ ثابت کرنے کے لیے اسقدر بیان کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۴۹۰۔ ایک باب منعقد کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائینگے۔ چنانچہ اصل عبارت بخاری بصفحہ (۴۹۰) منقول ہو چکی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ نزول فرع صعود ہے۔ لہذا امام بخاری نے نزول عیسیٰ

ف اب تک کادیانی نے اپنے ۲۰ الہامات ۲۰۹ میں شائع کیا ہے۔ کہ ہم کو ہر مسابقہ [illegible]

علیہ السّلام کو ثابت کیا تو بطریق اولیٰ یہ ثابت کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زندہ موجود ہین۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کادیانی نے اپنے پہلے کذب ومغالطہ کے ثبوت مین جو سات دعاوی کئے ہین۔ وہ اسکے اس کذب کو سچ نہین بنا سکتے۔ بلکہ اسکے کذب اور مغالطہ ہونے کو اور پختہ کرتے ہین۔ اور قرآن وحدیث یا محاورات عرب یا کتب لغت سے کہین ثابت نہین ہوتا۔ کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینا ہے۔ نہ جسم کو قبض کرنا۔

کادیانی صاحب اور کادیانیو! اسی دعوے اور انہی دلائل پر تمہارا فخر تھا؟ کہو انکا کیسا خاکہ اُڑایا گیا؟ اب بھی اس دعوی اور ان دلائل پر فخر کروگے۔ اور پھر زبان پر لاؤگے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے وفات دینے کے ہین۔ اور قبض جسم کے معنے کسی لفظ آیۃ یا حدیث یا محاورہ ومثال عرب مین نہین لیے گئے کچھ شرم یا غیرت رکھتے ہو تو پھر اس دعویٰ کا نام نہ لوگے۔ اور یہ امر تسلیم کروگے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے مطلق قبض یا استیفا ہے۔ موت دینے سے ہو۔ خواہ سولا دینے سے یا زندہ جسم کو قبض کرلینے سے اور اس آیۃ مُتَوَفِّیکَ مین اس سے قبض جسم ہی مراد ہے۔ جیسا کہ عام اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

قادیانی اور اسکے اتباع سے تو اس تسلیم کی امید نہین۔ فرقہ اہلحدیث کے بے علم مجتہدو! جو اس سفنے کے دام مین آکر کادیانی کے پنجہ مین پھنس گئے ہو۔ تم تو اب اس سفنے کے بیان مین کادیانی کو جھوٹا جان لو اور اسکے اتباع سے دست بردار ہو کر اپنے ایمان کو سنبالو۔

کادیانی کے دوسرے کذب ومغالطہ سے اسکے دعوی کا ثابت نہونا۔

دوسرے مغالطہ مین کادیانی نے جو دعوی کیا ہے کہ آیۃ زیر بحث مین "رافعك الی" سے حضرت عیسے کی روح کا اٹھایا جانا مراد ہے۔ نہ جسم کا اٹھایا جانا۔ اسکے ثبوت مین اسنے بجز مضمون کذب و مغالطہ اول کوئی نیا ثبوت پیش نہین کیا۔ صرف یہ کہا ہے۔ کہ حضرت مسیح بشہادت قرآن و حدیث فوت ہو چکے ہین۔ تو پھر آپکے رفع سے بجز رفع روح کیا مراد ممکن و متصور ہے۔ اور کہا ہے کہ اسکی نظیر حضرت ادریس کا رفع ہے جو فوت ہوئے اور انکی روح آسمان پر اوٹھائی گئی۔

لہذا اسکے جواب و ابطال مین ہمارے طرف سے بھی کوئی نئی بات کہنا ضرور نہین۔ اور یہہ کہنا کافی ہے۔ کہ حضرت مسیح کا فوت ہوجانا قرآن و حدیث سے ثابت نہین۔ بلکہ انکا زندہ آسمان پر موجود ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ ابطال کذب و مغالطہ اول کادیانی سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔ تو پھر آپکے رفع سے بجز رفع جسم کیا مراد ہو سکتا ہے۔ اور حضرت ادریس کا رفع آپ کے رفع کی نظیر نہین ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت ادریس کا زندہ آسمان پر ہونا نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور نہ کادیانی کے نزدیک مسلم۔ لہذا انکے رفع سے رفع روح مراد ہونا متعین ہے نہ رفع جسم و نفس۔

کادیانی کے تیسرے کذب مغالطہ سے اوسکے دعوے کا باطل ہونا۔

تیسرے مغالطہ مین جو آیۃ "رافعك الی" کے ترجمہ مین کادیانی نے جعل و تصرف کرکے اُس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی پھر اون کی روح آسمان کیطرف اٹھائی گئی۔ اسمین اُس نے ان ہی جھوٹے دعوؤن سے جو پہلے اور دوسرے مغالطہ مین اُس سے سرزد ہوئے ہین۔ (لتوفی[1] بمعنے وفات سے اور رافع[2] بمعنے رفع روح) کام لیا ہے۔

اور اوس کا کوئی نیا ثبوت نہین دیا۔

لہذا اسکے جواب و ابطال مین ہماری طرف سے بھی کوئی نئی بات کہنے کی ضرورت نہین۔ اور صرف یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اس آیت مین لفظ "مُتوفیک" سے حضرت مسیح کا فوت ہوجانا مراد نہین اور لفظ "رافعک الی" سے صرف رفع روح بلا جسم مراد نہین۔ بلکہ لفظ "متوفیک" سے قبض مراد ہے اور "رافعک الی" کا لفظ اسکی ایک قسم خاص قبض جسم کا معین کرتا ہے۔ لہذا یہ آیت باوجود اس جعل تصرف کادیانی کے کہ اُسنے واو کا ترجمہ "پھر" سے کیا جو "ثم" کا ترجمہ ہے۔ اسکا دعوی (حضرت مسیح کا فوت ہوجانا) ثابت نہین ہوتا۔ اور اس معنے مین جو ہمنے بیان کئے ہین ترتیب لفظی یا طبعی کا بھی خلاف نہین ہوتا۔ اس صورت مین دونو لفظ سے ایک ہی امر (قبض جسم مسیح) کے وقوع کی حکایت مقصود مراد ہے۔ نہ دو امر غیر مرتب کی اور اگر حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق پہلے لفظ "متوفیک" سے حضرت مسیح کو وفات دینے کا وعدہ مراد لین اور آیت کا یہ معنی ہون کہ اے عیسے مین تجھے وفات دینے والا ہون یا دونگا۔ (چنانچہ کادیانی نے بھی اسکے یہی معنے کئے ہین) تو اس صورت مین بھی حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے سے ترتیب طبعی کا خلاف نہین ہوتا کیونکہ جو رفع طبعاً موت کے بعد ہوتا ہے وہ رفع روح ہے۔ نہ رفع جسم جو حضرت مسیح کے لیے بمعجزہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ کادیانی نے اتنا نہ سوچا کہ یہ رفع جسمانی تو ہر وقت اجسام کو لاحق رہتا ہے۔ کبھی کوئی جسم نیچے ہوتا ہے کبھی اوپر چڑھ جاتا ہے۔ پر اس رفع جسمانی کی بمعجزہ سے قائلین رفع جسمانی حضرت مسیح پر الزام خلاف ترتیب طبعی کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔

رہا اس صورت پر اسکا یہ **اعتراض** کہ اگر رفع جسم مسیح ہو چکا ہے اور وفات مسیح کا وقت قیامت کے قریب ہوگا۔ تو پھر آیت زیر بحث مین وفات کا ذکر پہلے اور

رفع کا ذکر پیچھے کیون ہوا۔ اس سے تو قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ آپ فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہین۔ اور نہ کتب معانی و بیان پڑھے ہین۔ سُنی سنائی باتون یا اپنے نیم ملا حوارین کے زبانی بیانات پر اعتماد کرکے ایسی باتین دہر گھسیٹتے ہین۔ کسی امر یا واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو پہلے ذکر کرنا۔ اور جو امر یا واقعہ پیچھے ہوا ہے۔ اسکا ذکر بیان پیچھے لانا۔ ضروری اور لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہین۔ بلکہ بعض اوقات پہلے امر یا واقعہ کو پیچھے اور پیچھے کو پہلے بیان کیا جاتا ہے۔ اور اس سے متکلم کی فصاحت بلاغت مین نقصان واقع نہین ہوتا۔

اسمقام مین ادفصحا اور بلغاء کے عبارات و محاورات کو پیش کیا جائیگا تو آپ اُن کو غیر فصیح و غیر بلیغ کہدین گے اور فرمائین گے۔ کہ ہمارا علم آسمانی اور ہمارا لفظ ہمارا اسلم اور آپ روحانی ہے۔ ہم زمین والون کے مقلد نہین۔ قرآن کو تو آپ فصیح و بلیغ مانتے ہین۔ اُسمین بہت سے امور و واقعات پیچھے کے پہلے اور پہلے کے پیچھے بیان ہوئے ہین۔ جو اسی حرف عطف **واو** سے یا اسکی نظیر حرف **اَوْ** سے بیان ہوئے ہین۔ اسمقام مین اسکی چند مثالین بیان کی جاتی ہین۔

سورۃ نساء مین ارشاد ہے ہمنے تیری طرف وحی بھیجی ہے جیسے

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط و عیسٰی و ایوب و یونس و سلیمان۔ (نساء ع ۲۳)	کہ نوح اور اُس سے پچھلے نبیون کی طرف وحی بھیجی ہے۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اُن کی اولاد اور عیسے اور ایوب اور یونس اور ہارون۔ اور سلیمان کیطرف بھیجی ہے

اُسمین حضرت عیسٰی کی وحی کا حضرت سلیمان نبی کی وحی سے پہلے ذکر ہوا ہے۔ حالانکہ وہ پیچھے

وقوع مین آیا ہے۔

(۲) اور سورۂ انعام مین ارشاد ہے۔ کہ ہمنے داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسے۔ وہارون۔ وزکریا۔ ویحییٰ وعیسےٰ۔ والیاس۔ واسمٰعیل۔ والیسع یونس کو ہدایت کی۔

ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب یوسف وموسی وھارون وکذلک نجزی المحسنین۔ وزکریا ویحیی وعیسی والیاس کل من الصالحین۔ واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا کلا افضلنا علی العٰلمین ۝ (انعام۔ ع ۱۰)۔

اس آیت مین بہی حضرت داؤد وسلیمان کی ہدایت کے ذکر کو حضرت موسیٰ وہارون پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ انسے پیچہے ہوئے۔ اور حضرت یحییٰ وعیسیٰ کو حضرت حضرت اسمٰعیل وغیرہ پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ اُنسے پیچہے تھے۔

(۳)۔ اور سورۃ ص مین ارشاد ہے۔ مکہ والون سے پہلے قوم نوح اور عاد اور فرعون اور ثمود اور قوم لوط اور بن والون نے جھٹلایا۔

کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وفرعون ذوالاوتاد وثمود وقوم لوط واصحٰب الئیکۃ اولئک الاحزاب۔ (ص۔ ع۔ ۱)

اس آیت مین تکذیب فرعون کو تکذیب قوم ثمود اور قوم لوط پر مقدم کیا۔ حالانکہ وہ اُن سے پیچہے ہوا۔

(۴)۔ اور سورہ ق مین ارشاد ہے۔ کہ مکہ والون سے پہلے قوم نوح اور کوئین والون نے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بہایون نے اور بن والون نے جھٹلایا۔

کذبت قبلھم قوم نوح واصحٰب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط واصحٰب الایکۃ وقوم تبع کل کذب الرسل فحق وعید۔ (ق ع ۱)

اس آیت مین ثمود کو عاد سے اور فرعون کو اخوان لوط سے مقدم کیا۔ حالانکہ

وہ اُن سے پیچھے ہوئے۔

اِن آیات مین سے پہلی آیت مین معطوف بحرف عطف مجرور ہے۔ دوسری آیت مین منصوب و مفعول۔ تیسری و چوتھی آیت مین مرفوع اور فاعل ہے۔ اور ہر ایک کی اور نظیرین قرآن مین بکثرت ہین۔ یہ معطوف بحرف واؤ کی مثالین ہین۔ اب معطوف حرف بہ اَوْ کی مثالین سُنین۔

سورۂ نساء مین تین جگہ حکم ترکہ میت کے بیان مین وصیت کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اور ادائے دَین کا پیچھے۔ حالانکہ ادائے دَین مقدم ہے۔ اور وصیت کا نافذ کرنا مؤخر ہے۔

من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ++
من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ++
من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ++
(نساء ع ۲)

یہ مفردات فاعل۔ مفعول اور مضاف الیہین وقوع خلاف ترتیب وقوعی کا ثبوت ہے۔ اَب بلوان اور حکایات واقعیہ اور واقعات نفس الامریہ کو قرآن مجید کا ترتیب وقوعی برخلاف بیان کرنا ذکر کیا جاتا ہے۔

سورۂ بقرہ کے شروع ہی مین دیکھو۔ بنی اسرائیل کا ایک شہر مین داخل ہونا۔ اور داخل ہونے کے وقت بجائے حِطَّۃٌ کہنے کے اور کہنا پہلے بیان ہوا ہے۔

اور ایک کھانے پر صبر نکرنے اور ساگ گندنی کا سوال کرنے کا ذکر پیچھے ہوا۔ حالانکہ یہ قول و سوال اُنسے پہلے سرزد ہوا

وادقلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منھا حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفرلکم خطیکم وسنزید المحسنین۔ (بقرہ۔ رکوع ۶) +
واذ قلتم یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلھا وقثائھا وفومھا وعدسھا وبصلھا قال اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر۔ اھبطوا مصرا۔ (سورۃ بقرہ ع ۷)

واذا خذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور خذوا ما اتینکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون (سورۃ بقرہ ع ۱۴)

تو اُن کو اس شہر میں جانیکا حکم ہوا۔ پر اس قصہ و سوال و جواب کے بعد رفع طور کا ذکر ہوا جو سب سے پہلے واقع ہوا تھا جب حضرت موسےٰ علیہ السلام تورات لائے تھے۔

ایسے ہی اور بہت قصص بنی اسرائیل میں جنمیں ترتیب وقوعی کے برخلاف تقدیم تاخیر ہوئے۔

واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلدا امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر۔ قال ومن کفر فامتعہ قلیلا ثم اضطرہ الی عذاب النار وبئس المصیر۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ (سورۃ بقر۔ رکوع ۱۵)

حضرت ابراہیم و اسمعیل کو کعبہ کے پاک رکھنے کا حکم دینا پہلے بیان ہوا۔ جو بنا کعبہ کے بعد متصور ہے۔ اور قصہ بنا کعبہ کا ذکر پیچھے ہوا۔ جو پہلے وقوع میں آچکا تھا۔

اِن قصص اور واقعات کو ناظرین قرآن اور تفاسیر میں دیکھینگے۔ تو یقین کرینگے۔ کہ کادیانی نے اس بیان میں کہ ایک مقدم چیز کو پیچھے اور موخر کو پہلے ذکر کرنا فصاحت و بلاغت کے مخالف ہے۔ جھوٹ بولا ہے۔ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ جیسے جواز تقدیم و تاخیر ہمنے سمجھا ہے۔ ویسا ہی علماء سابقین نے سمجھا اور اس مسئلہ سے یہ مسئلہ استنباط کر کے بیان کیا ہے۔ کہ حرف واؤ مطلق جمعیت کا ہے۔ اس سے ترتیب بلا فصل جو ف سے سمجھی جاتی یا ترتیب بفصل و تراخی جو ثم سے مفہوم ہوتی ہے نہم میں نہیں آتی۔ امیر اسطرح واؤ کو ذو معنیین یعنی ایک چیز کو پیچھے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ کتب لغت نحو۔ معانی و بیان میں مفصل بیان ہوا ہے

* قاموس میں ہے۔ قالوا والمفرقۃ اقسام الاولی الواطئۃ وھی التی لیست شیئا علی مصاحبا فاخبناہ واصحاب السفینۃ وعوامہ یقولہ۔ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ فلبث فیھم الا خمسین عاما

ناظرین ان کتابونکو ملاحظہ کرین۔ اسمقام مین شاید یہ سوال ہو کہ اس بیان سے تقدیم تاخیر کا جائز ہونا اور فصاحت و بلاغت کے مخالف نہونا تو تسلیم ہوا۔ مگر اسمین شک نہین کہ جن امور کے ذکر و بیان مین خدا تعالیٰ نے کوئی ترتیب اختیار فرمائی ہے اسکے لیے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہی ہے۔ بس اگر لفظ متوفیک سے بنا بر قول ابن عباس حضرت عیسیٰ کو وفات دینے کا وعدہ مراد ہے اور اسکا وقوع بعد رفع جسم حضرت مسیح ہوگا تو پھر توفی کو ذکر و بیان مین مقدم کرنے اور ذکر رفع کو موخر کرنے کی کیا وجہ ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی وجہ ایک یہ ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت مسیح کو یہود کے قتل و ایذا کا خوف و اندیشہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس خوف کو دور کرنے کے اہتمام کے لیے لفظ متوفیک کو مقدم کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو یہ جتا کر کہ تیرے قتل پر یہود قادر نہونگے ہم خود تجھے طبعی موت سے وفات دینگے بے خوف و مطمئن کر دیا۔ اسکے بعد انکے رفع کا مژدہ سنایا۔ اور اگر پہلے وعدہ رفع دیا جاتا تو اسمین انکو اس سوال کا موقع رہتا کہ یہود تو میرے قتل پر آمادہ و تیار ہین۔ پھر یہ رفع کس کیفیت کا ہوگا۔ جیسا کہ حضرت زکریا کو وعدہ فرزند ملجانے پر یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے ہان فرزند کیونکر ہوگا مین تو بڈھا ہون اور میری عورت بانجھ۔

یہ وجہ کادیانی اس کلام سے جو بحوالہ جملہ تفاسیر مدارک کشاف وغیرہ ازالہ کے صفحہ ۳۴۱ مین موجود ہے۔ اور ہمارے اشاعہ کے صفحہ ۸۱ مین منقول ہے ہمنے نکالی ہے۔

وکذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک۔ اور شرح ملا مین ہے۔ فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیہا۔ فقولہ لا ترتیب فیہا بیان لاطلاقہا ای لا ترتیب فیہا بین المعطوف والمعطوف علیہ بمعنی انہ لا یفہم ہذا الترتیب منہا وجودا وعدما والفاء للترتیب ای للجمع مع الترتیب بغیر مہلۃ وثم مثلہا ای مثل الفاء فی مطلق الترتیب مقرونۃ بمہلۃ وتراخ۔ اور مختصر معانی مین ہے۔ نحو جانی زید وعمرو فان فیہ تقبیلا للفاعل بانہ زید وعمرو من غیر دلالۃ علی تفصیل الفعل بان المجیئین کانا معا او مترتبین مع مہلۃ او بلا مہلۃ۔ نحو جانی زید فعمرو او ثم عمرو فالثلث تشترک فی تفصیل المسند

لان الفاء تدل علی التعقیب من غیر تراخ وثم علی التراخی

اور قول ابن عباس جو صفحہ ۸۲ مین درمنثور سے منقول ہوا۔ اور عبارت تفسیر کبیر منقولہ حاشیہ نیز اسکی موید ہین۔

کادیانی کی پہلی دلیل آیہ "یاعیسیٰ انی متوفیک" پر بحث ختم ہوئی۔ جس سے یہ بات ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی کہ کادیانی نے جو کہا ہے کہ اس آیہ مین توفی سے حضرت مسیح کا فوت ہو جانا مراد ہے اور رفع سے انکی روح کا اٹھایا جانا۔ یہین محض کذب و مغالطہ سے اسنے کام لیا ہے۔ قرآن اور حدیث اور کتب لغت اور محاورات عرب مین اسپر شہادت نہین پائی جاتی اور سلف و خلف صحابہ و تابعین محدث و مفسر اس اعتقاد و بیان مراد مین اسکے موافق نہین۔

اس بحث کے بعد کادیانی کے دوسرے دلائل آیات قرآنیہ کی بحث کی ضرورت باقی نہین رہی تھی۔ تاہم افہام اوساط و عوام کی نظر سے ان آیات کو ذکر کرکے ان آیات سے کادیانی کے دعوے کا کاذب ہونا ظاہر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت جسکو کادیانی نے حضرت مسیح کی وفات پر دلیل بنایا ہے۔ وہ آیت سورۃ نساء ہے۔ جو اس رسالہ مین بصفحہ ۱۳۱ منقول ہے۔ اور اسمین یہ بیان ہے کہ یہودیون نے حضرت مسیح کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب پر چڑھایا ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

کادیانی نے اس آیت کے ابتدا کو مخالف مدعا سمجھکر اس مقام مین چھوڑ دیا۔ اور سرقہ کیا۔ اور اسکے آخر بل رفعہ اللہ الیہ کو اپنی دلیل بنالیا۔ اور اپنے ازالہ کے صفحہ ۵۹۱ مین اسکی نسبت کہا ہے۔ کہ "رفع" سے مراد اسجگہ موت ہے۔ جو عزت کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے۔ کہ بعد موت اُن کی روح علیین تک پہونچائی جاتی ہے۔ اور اس مراد کا نقلی ثبوت کادیانی نے کچھ اسکے کچھ پیش نہین کیا۔ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین اور فوت شدہ کی صرف روح

آسمان پر اٹھائی جاتی ہے نہ اوسکی نعش وجسم۔ اسکے سوا جو کچہ اوس نے "رفع" کے متعلق کہا ہے۔ وہ عقلی دھکوسلے ہین۔ اور نیچری شبہات کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہین تو وہان سانس کے لیے ہوا کہانسے لیتے ہونگے۔ کہاتے پیتے کیا ہونگے۔ بول وبراز کہان کرتے ہونگے۔ بال وناخن کس سے کٹھواتے ہونگے وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو ازالہ کادیانی صفحہ ۲۶۳ لغایت ۲۶۷ جسکو سابقاً غلطی سے صفحہ ۳۶۳ لغایت ۳۶۶ لکہا گیا ہے۔ صفحہ ۳۲۴ لغایت ۳۲۸ صفحہ ۳۴۳ لغایت ۳۴۶ صفحہ ۳۸۶ لغایت صفحہ ۳۸۸ صفحہ ۵۴۹ لغایت صفحہ ۵۵۱ صفحہ ۵۹۹ صفحہ ۷۴۱ لغایت صفحہ ۵۴۴ صفحہ ۹۲۲ لغایت صفحہ ۹۲۴ وغیرہ وغیرہ)۔

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ نقلی ثبوت کا جواب ہم صفحہ ۸۹ مین دیچکے اور ثابت کر آئے ہین۔ کہ جن الفاظ قرآن وحدیث سے کادیانی حضرت عیسےٰ ع کی وفات نکالتا ہے۔ اُن الفاظ سے وفات کا مراد ہونا ثابت ومتعین نہین۔ تو پہر اُنکے "رفع" سے صرف روح کا اوٹھایا جانا جو ثبوت معنی وفات پر موقوف اور اسکی فرع تھا کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان الفاظ سے تو حضرت مسیح کی حیات ثابت ہے۔ لہذا انکے "رفع" سے بجز "رفع" جسم کچہ مراد نہین ہو سکتا۔ اور صفحہ (۷۳) مین بیان کر آئے ہین کہ اس آیت مین "رفع" سے صرف "رفع" روح کا مراد ہونا اسوجہ سے بہی ناجائز ہے۔ کہ اسکے نظائر لفظ "مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ" کی ضمیر سے صرف روح مراد نہین ہو سکتی بلکہ جسم مراد ہے۔ تو رفعہ کی ضمیر سے بہی صرف روح مراد نہین ہو سکتی۔ وبنا بر علیہ یہ آیت حضرت مسیح ع کے حیات کی دلیل ہے نہ وفات کی۔ اسی نظر سے کادیانی نے اس آیت کے ابتدا کو سرقہ کیا اور حرف اخیر کو معرض استدلال مین پیش کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رہا اسکے عقلی و نقلی شبہوں کا جواب سو بحث عقلی وفات مسیح
مین دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالے۔

اسمقام مین طلبہ علم ناظرین کو کادیانی کی بے علمی جتانے کی غرض سے یہ بیان
کرنا بھی نامناسب نہین کہ کادیانی نے اس آیت کو دعوے وفات مسیح پر ایک
دلیل بنایا ہے۔ اور اس دلیل کے ثبوت پر حضرت مسیح کی وفات کو دلیل ٹھرایا ہے
اور یہ دور ہے اگر اسکے دعوے دو دلیل کی تقریر یون کرین۔ کہ حضرت مسیح
فوت ہو چکے ہین۔ کیونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ مین اُنکا فوت ہونا مراد ہے۔
اور آیت بل رفعہ اللہ مین حضرت مسیح کا فوت ہونا اس لیے مراد ہے۔ کہ وہ
فوت ہو چکے ہین۔ یا یہ مصادرہ علی المطلوب ہے۔ اگر اسکی تقریر یون کرین
کہ بحکم آیت بل رفعہ اللہ الیہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہین۔ اس لیے کہ وہ
فوت ہو چکے ہین۔ اور یہ دونوام علم منطق وغیرہ سے ناواقفی پر مبنی ہین اور اگر
کادیانی کا یہ خیال ہو کہ دعوے وفات مسیح کی دلیل پہلی آیت "اُنی متوفیک"
ہے اور وہی آیت اس آیت دوم مین "رفع" سے موت مراد ہونے پر دلیل ہے۔
تو ہر اس آیت کو مستقل و جداگانہ دلیل نمبر دوم ٹھہرانا اسکی بے علمی کی دلیل ہے
یہ آیت پہلی آیت کے سوا بزعم کادیانی وفات مسیح کو ثابت نہین کر سکتی تو یہ دوسری
دلیل کیونکر ہو سکتی ہے۔

تیسری آیت جسکو کادیانی نے وفات مسیح پر دلیل ٹھرایا ہے۔ وہ آیت سورہ مائدہ ہے
جسمین یہ ذکر ہے۔ کہ حضرت عیسے علیہ السلام
اللہ تعالے کو کہین گے۔ کہ تو نے مجھکو
قبض کیا تو تو انکا نگہبان رہا۔

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب
علیہم وانت علی کل شئی شہید۔
(مائدہ - رکوع ۱۶)

اس آیت کا کادیانی نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ کہ تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی اُنپر

گھبان رہا۔ پھر اس معنے کے ثبوت پر ان آیات کا کادیانی نے اعادہ کیا جو بصفحہ ۱۷ گذر چکی ہیں۔

علاوہ بران ایک دلیل یہ بیان کی ہے۔ کہ یہی لفظ "فلما توفیتنی" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر فرمائیں گے۔ جس سے آپکی یہی مراد ہوگی۔ کہ تو نے مجھے وفات دی۔ تو پھر حضرت عیسے علیہ السلام کی بھینہ اس کلام سے اور معنے مراد لینا کیونکر جائز ہے اور یہ بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کے پہلے۔ "اذ قال اللہ یا عیسے" کہا گیا ہے۔ (جسکا یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسے کو خدا تعالے پوچھے گا کہ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانا) اور ظاہر ہے کہ قال ماضی کا صیغہ ہے۔ اور اوس کے اول "اذ" موجود ہے جو خاص طور سے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا۔ نہ زمانہ مستقبل کا۔ اور ایسا ہی جو جواب حضرت کیطرف سے ہے۔ وہ بھی صیغہ ماضی ہے۔ "فلما توفیتنی"۔ اسکی نظیر خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے واذ قال ربک للملئکۃ جو قصہ ماضی ہے اور اس بیان پر نازان ہوکر کادیانی نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ جو لوگ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں۔ کہ یہ نزول حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے وہ ایسی تاویل رکیک کرنے سے شرم نہیں کرتے۔ (دیکھو ازالہ کادیانی کا حصہ ۲ صفحہ ۸۹۰ وغیرہ)۔

اس دلیل کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ پہلی دلیل کادیانی کے جواب میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ توفی کے حقیقی معنے صرف وفات دینے کے نہیں۔ بلکہ مطلق قبض کے ہیں۔ جسکے کئی انواع واقسام ہیں۔ وفات دینا۔ سلا دینا۔ قبض جسم کرنا وغیرہ۔ اور یہ سب معانی اس لفظ سے بحسب مقتضائے مقام بقرینہ مراد لئے جاتے ہیں۔ بنا علیہ اس آیت میں توفیتنی کے لفظ سے